rtesy www.pdfbooksfre

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محبت کے سن کر آپے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ وہ رات گئے تک انیلا سے گپ شپ کرتا اور یونیورسٹی میں بھی جتنی دیر دور رہتے پیغامات ایک دوسرے سے جاری رکھتے اور موبائل کی اسکرین پر نظریں جمائے رکھتے۔ انیلا کے لیے صرف مدثر اہم ہوتا جا رہا تھا۔ جبکہ مدثر اس کے بڑھتے ہوئے التفات دیکھ کر مزے لے رہا تھا۔

ان کی انہی مصروفیات میں امتحانات کے دن آ گئے اور وہی ہوا۔ انیلا کا رزلٹ بہت خراب آیا تھا۔ بمشکل پاس ہوئی تھی اور مدثر بھی ہمیشہ کی طرح جیسے تیسے کر کے سمسٹر کلیئر کر ہی گیا۔ ہاں بریرہ کی یونیورسٹی میں سیکنڈ پوزیشن آئی تھی اور یونیورسٹی میں ٹاپ کرنے والا بندہ ضیاء اسعدی تھا۔

بریرہ نے انیلا کی ٹھیک ٹھاک کلاس لی۔ مگر اس کی سمجھ میں پہلے کچھ آیا تھا نہ اب آیا۔ ہاں بریرہ اس کے بدلے اطوار سے بہت کچھ سمجھ گئی۔ اور بہتر یہی جانا کہ اسے اس کے حال پہ چھوڑ دے اور بریرہ کا یہی فیصلہ غلط تھا کیونکہ بریرہ کا منہ موڑنا انیلا کو بالکل ہی بے پروا کر گیا اور وہ کھلم کھلا مدثر کے ساتھ وقت گزارنے لگی کسے خبر تھی کہ آنے والا وقت اس کے لیے کتنے پچھتاوے لے کر آ رہا ہے۔

☆ ☆ ☆

"ایک بات بتاؤ رباب....." قلب علی نے رباب کو سنجیدہ آواز میں پکارا تو وہ جو اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چائے بنانے کچن کی طرف جا رہی تھی۔ فوراً مڑی وہ اس کی غیر معمولی سنجیدگی پہ چونک اٹھی۔

"جی..... پوچھیں علی....." رباب واپس پلٹ آئی۔

"انیلا مجھ سے اس قدر روڈ لہجے میں بات کیوں کرتی ہے۔ کیا وہ امی کی خواہش سے ناواقف ہے یا یہ بات جان کر ناخوش ہے۔" قلب علی کو جو بات کتنے عرصے سے پھانس کی طرح دل میں چبھ رہی تھی۔ اسے آج زبان دے ہی دی۔

"میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ آج کل امی باقاعدہ انیلا اور مجھے ایک رشتے میں باندھنا چاہ رہی ہیں وہ ماموں لوگوں سے بات کرنا چاہتی ہیں کہ چھوٹی موٹی تقریب رکھ کر ہماری منگنی کر دی جائے اور شادی اس کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد کر لی جائے گی۔ لیکن میرا دل کہہ رہا ہے کہ انیلا شاید ہماری اس خواہش کا مثبت جواب نہ دے۔" قلب علی نے اپنی الجھن رباب کو یوں سے شیئر کی تھی۔ اس بات سے انجان کہ اس کی باتوں نے رباب کے اندر بے چینی پھیلا دی تھی۔ وہ مسلسل قلب علی کے چہرے پہ محبت کے بچھڑ جانے کا خوف دیکھ رہی تھی۔

قلب علی نے جب اپنی بات کا کوئی ردعمل نہ سنا تو سر اٹھا کر رباب کی طرف دیکھا اور ایک لمحے کے لیے چونک گیا۔ رباب کے چہرے پہ لکھی تحریر کچھ اور کہہ رہی تھی یا وہ سمجھ غلط رہا تھا اس نے سر کو جھٹک دیا۔ شاید میرے دل و دماغ پہ سوچوں کی یلغار نے الٹا اثر کر دیا ہے اس نے دل ہی دل میں خود کو ڈپٹا.....

"رباب آویز..... تم تو میری سویٹ کزن ہو..... یار میری پریشانی کا حل بتاؤ۔ یہ کیا صنم بکم بیٹھ گئی ہو۔" قلب علی نے لہجے کو بشاش کرتے ہوئے شگفتگی سے کہا۔

"جج..... جی..... میں انیلا سے اس کے دل کی بات اس کی مرضی معلوم کرنے کی کوشش کروں گی ویسے تو وہ مجھ سے کم ہی کچھ شیئر کرتی ہے۔ مگر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں۔ اس معاملے میں آپ کی پوری مدد کروں گی۔ آگے جو ہوا۔ وہ آپ کا نصیب۔" رباب نے کھوئے کھوئے لہجے میں بات مکمل کی اور اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔

اور قلب علی جو اسے دوبارہ پکارنے ہی والا تھا۔ اس کے رویے پہ چپ سا ہو گیا۔ وہ دل میں پریشان ہو رہا تھا کہ رباب کو ہوا کیا ہے۔ اس کزن کو وہ ہمیشہ خاموش اور بے ضرر سی لڑکی سمجھتا تھا۔ جس کی اپنی مرضی' اپنی خواہش اپنے کوئی خواب نہیں مگر۔ آج رباب آویز کچھ بدلی بدلی لگ رہی تھی یا اس کا وہم تھا۔ فی الوقت وہ اس کے بارے میں زیادہ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ وہ صرف یہ دعا کر رہا تھا کہ جو خدشے' وہم اس کے دل میں انیلا کے

آ رہے ہیں وہ جھوٹے ثابت ہوں اور انیلا کے دل کی خواہش اور اس کے دل کی مسند پہ بھی صرف قلب علی ہی براجمان ہو۔

☆ ☆ ☆

"مدثر..... ہم کب تک یونہی فون پہ باتیں کرتے رہیں گے اور چھپ چھپ کر ملاقاتیں..... تم گھر میں بات کرنا....." انیلا جو کب سے یہ بات کرنا چاہ رہی تھی۔ آج جب مدثر نے معمول کے مطابق رات کو کال کی تو انیلا نے دل کی بات کو زبان دے دی۔ وہ سمجھ رہی تھی رباب ہمیشہ کی طرح سو چکی ہے۔ دونوں ایک ہی کمرہ شیئر کرتی تھیں۔ مگر بیڈ الگ الگ تھے۔ رباب دن بھر کی تھکن کی وجہ سے جلد ہی نیند کی وادی میں اتر جاتی تھی۔ مگر انیلا آدھی رات کے بعد مدثر کے ساتھ محبت بھری باتیں کرنے کے لیے جاگ رہی ہوتی۔ وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ آج قلب علی کی دن کی باتوں نے رباب آویز سے نیندیں چھین لی ہیں۔ وہ سونے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔ مگر حقیقتاً" جاگ رہی تھی اور جب انیلا نے کال پک کی اور آہستہ آواز میں گفتگو شروع کی تو رباب آویز اس کی باتوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

اسے انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا تھا کہ ان کے والدین ان کے لیے کیا کیا کر رہے تھے اور انیلا کیا کر رہی تھی۔ اس نے دو دن پہلے انیلا کی چیزیں درست کرتے ہوئے اس کے سمسٹر گریڈز بھی دیکھے تھے۔ مگر موقع نہیں ملا کہ انیلا سے پوچھتی۔ مگر اس وقت اس کی گفتگو نے اسے ساری صورت حال سمجھا دی تھی۔ اس نے آنکھیں بند ہی کیے رکھیں تاکہ انیلا کو شک نہ ہو۔ وہ پرسکون اور مطمئن ہو کر اپنی باتوں میں لگی ہوئی تھی۔

"ہوں..... چلو ٹھیک ہے۔ مگر زیادہ دیر مت کرنا۔ میں نے تم سے ذکر کیا تھا نا..... اپنے اسٹوپڈ کزن اور اس کی پینڈو ماں کا..... مجھے لگ رہا ہے کہ وہ جلد ہی امی ابو کے سامنے رشتے کی بات کریں گے۔ انہیں تو خیر میں دیکھ لوں گی۔ مگر آگے کیا ہو۔ یہ نہیں جانتی اس لیے تمہیں کہہ رہی تھی۔" انیلا نے انتہائی حقارت آمیز لہجے میں پھپھو اور علی کا ذکر کیا تھا۔ رباب اس کی باتیں سن کر حیران رہ گئی تھی اسے انیلا پر غصہ بھی آیا اور دل چاہا کہ ابھی اٹھ کر اس کی طبیعت صاف کر دے کہ وہ اپنے خاندان اور اپنے پیاروں کے بارے میں کیسی رائے رکھتی ہے مگر کچھ سوچ کر چپ سادھ لی اور جان بوجھ کر کروٹ لی اور اس کے کروٹ بدلنے پہ انیلا نے فوراً" موبائل آف کیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"اسعدی میں نے کبھی تمہاری ذاتی باتوں اور زندگی میں مداخلت کی ہے۔ نہیں نا..... تو تم بھی نہ کرو..... اچھا ہو یا برا..... میں اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہوں گا۔" مدثر نے جھنجلا کر ضیاء اسعدی کو جواب دیا۔

"سچ ہے جب انسان بھٹک جائے تو پھر اسے کچھ راستہ سجھائی نہیں دیتا اور اپنے اچھے برے کی تمیز بھی نہیں رہتی۔" یہی حال مدثر کا تھا۔ اس کے دوستوں میں اضافہ ہو چکا تھا اور دوست بھی وہ جو اسی کی طرح کے خیالات کے مالک اور سرگرمیوں میں ہر وقت مصروف عمل رہتے تھے۔ ایسے میں اب مدثر کو ضیاء اسعدی کی نصیحتیں چبھنے لگی تھیں۔ اسے ضیاء اسعدی کے ساتھ وقت گزارنا اور بیٹھنا بور کرنے لگا۔ محسوس تو ضیاء اسعدی بھی کر رہا تھا۔ مگر وہ مدثر کو اس انجام سے بچانا چاہتا تھا جو ایسے لوگوں کا نصیب ٹھہرتا ہے۔

"مدثر میں تمہارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں چاہتا۔ ایک اچھے دوست کی طرح تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ جس رستے پہ تم چل پڑے ہو۔ وہ ٹھیک رستہ نہیں پہلے میں تمہاری حرکتوں کو لڑکپن اور جوانی کی دہلیز پہ کھڑے لڑکے کی نادانیاں سمجھ کر اگنور کر دیتا تھا۔ مگر جب سے تم نے پاشا لوگوں کے گروپ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم بری طرح پھنس جاؤ گے۔ اس کے گروپ کے بارے میں تو پوری یونیورسٹی بلکہ علاقہ جانتا ہے کہ کس قدر آوارہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور بدمعاش ٹائپ لڑکے ہیں اور پھر وہ برائی کی کوئی حد نہیں دیکھتے۔ لڑکیوں کی عزت سے کھیل کر بھی دندناتے پھر رہے ہیں تم پلیز ان سے بچ کر رہو۔ تمہاری شوخ مزاجی اور شرارتیں ابھی شیطانی چالوں اور حیوانی حرکتوں میں نہیں بدلیں۔ پلیز مدثر میرا کہا مانو اور پاشا کے گروپ کو خیرباد کہہ دو۔"

اسعدی نے ہر ممکن طریقے سے مدثر کو سمجھایا اور آخر کار بے چارگی سے اس کے سامنے التجا کی۔

"بس ہو گئی تمہاری بات ختم مجھے اکیلا چھوڑ دو مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے۔" مدثر نے ایسی بے گانگی سے اسعدی کی محبت بھری نصیحتوں کا جواب دیا کہ وہ بے بسی اور دکھ سے چپ کر کے اس کے پاس سے اٹھ گیا۔ وہ لوگ اس وقت یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں تھے اور مدثر نے لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے روزی کو کال ملائی یہ لڑکی اپنی بے باک باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے جلد ہی یونیورسٹی کے تمام لڑکوں کی نظروں میں آگئی تھی حالانکہ اسے یونیورسٹی جوائن کیے چند دن ہوئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"یار اگر وہ لڑکی تمہارے لیے اتنا ہی مر رہی ہے تو اسے بلاؤ۔ اسے کہو کہ محبت امتحان مانگتی ہے اور اگر وہ تمہارے امتحان میں کامیاب ٹھہری تو تم اگلے روز ہی اس کے گھر رشتہ لے کے چلے جاؤ گے۔" پاشا نے مدثر کی زبانی انیلا کے شادی کا اصرار سن کر خباثت سے ہنستے ہوئے کہا اور مدثر اس کی بات سن کر ایک لحظے کے لیے خاموش ہو گیا۔ اس نہج پہ تو اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ لڑکیوں سے دوستی کرتا تھا۔ مگر کبھی نوبت یہاں تک نہیں آئی کہ وہ یا دوسری لڑکی کسی دائمی رسوائی کا نتیجہ بھگتے۔ یہ پاشا اسے کس طرف لے کے جا رہا تھا۔

"نن..... نہیں یار..... میں کسی لڑکی کو ایسی سزا نہیں دے سکتا کہ وہ تمام عمر خود سے بھی منہ چھپاتی پھرے۔" مدثر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے پاشا کو جواب دیا۔

"اوئے ہوئے..... تو تو بالکل ممی ڈیڈی بچہ نکلا۔ اب اگر انہیں اپنی عزت' بے عزتی کا اتنا ہی خیال ہوتا تو یوں لڑکوں کے ساتھ چوری چھپے تعلقات قائم ہی نہ کریں۔ یہ سب لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ کچھ ذرا اپنی شرافت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لیے شادی شادی کی رٹ لگائے رکھتی ہیں۔" پاشا نے نفرت سے عورتوں کا تمسخر اڑایا تھا۔ وہ جس معاشرے سے تعلق رکھتا تھا اور جس کلاس میں پروان چڑھا تھا۔ وہاں ایک ہی سبق ملا تھا کہ ماں اور بہن کے علاوہ کسی عورت کو عزت نہیں دینی کسی کے کردار کی صاف ہونے پر یقین نہیں کرنا۔

"مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے پاشا یار..... مگر انیلا ان لڑکیوں سے مختلف ہے یا ہماری دوستی کو دو سال ہونے کو آئے ہیں۔ مگر آج تک وہ ایک حد سے آگے نہ بڑھی نہ مجھے بڑھنے دیا ہے۔" مدثر نہ چاہتے ہوئے بھی انیلا کی طرف داری کر رہا تھا۔

"تو بڑا ہی معصوم بچہ ہے مدثر..... یار بڑا ہو جا تیری باتوں سے تو لگ رہا ہے۔ تو بھی بزدل لڑکوں کی طرح ہی دور دور سے مداح سرائی کرنے والا ہے۔ تو نے کبھی خود پہل ہی نہ کی ہوگی ورنہ جو — آدھی آدھی رات تک فون پہ گفتگو کر سکتی ہیں وہ اور بھی بہت کچھ قبول اور برداشت کر سکتی ہیں۔" پاشا اپنی بات پر قائم تھا اس لیے بے ہودگی سے بات کرتے ہوئے آنکھ ماری تھی۔

☼ ☼ ☼

"انیلا میرے گھر آج کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم یونیورسٹی سے واپسی پہ میری طرف آؤ۔ میں بہت کنفیوز ہو رہی ہوں۔" بریرہ نے ساری ناراضی ایک طرف کرتے ہوئے انیلا کو کال کی تھی انیلا ناشتا کر رہی تھی بریرہ کی کال آتے دیکھ کر حیران ہوئی مگر جب کال کی وجہ پتا چلی تو وہ بھی سب بھول بھال اپنی ایکسائٹمنٹ چھپا نہیں سکی۔

"ارے واہ..... بہت چھپی رستم نکلی ہو۔ بتایا بھی نہیں کون ہے وہ۔ موصوف کرتے کیا ہیں۔" انیلا نے روایتی دوستوں کی طرح ایک ہی سانس میں سب پوچھ ڈالا۔

"ارے مجھے خود معلوم نہیں۔ ممی کے جاننے والے ہیں یہاں آنا رسمی ہے۔ کیونکہ وہ مجھے کسی تقریب میں دیکھ چکی ہیں۔ مگر میری لاعلمی کہ میں انہیں نہیں جانتی حالانکہ ان کے بقول وہ مجھے ملی تھیں۔ ان کا بیٹا ہے ابھی پڑھ رہا ہے۔ مگر وہ منگنی کرنا چاہتی ہیں تاکہ زندگی میں تھوڑی تبدیلی آئے۔ میری بہنیں ان کے..... اچھا باقی باتیں بعد میں۔ گھر آؤ گی تو سب بتاؤں گی امی مسلسل آوازیں دے رہی ہیں۔"

بریرہ نے جلدی جلدی میں اسے اہم باتیں بتا دیں وہ جانتی تھی انیلا نے آنے سے پہلے اس کا دماغ کھا جانا ہے اس لیے اس کو سکون دینے کے لیے مسلسل بولتی گئی اور امی کی پکار پر بات ختم کی اور ہنستے ہوئے موبائل آف کیا کیونکہ انیلا مسلسل ہیلو ہیلو کر رہی تھی۔ وہ اس کی بے چینی سمجھ گئی تھی کہ جب تک انیلا الف سے ے تک سب سن نہ لے گی آرام نہیں کرے گی اور یونیورسٹی میں بھی جلے پاؤں کی بلی کی طرح وقت کاٹے گی۔

انیلا یونیورسٹی جانے کے بجائے سیدھی اسی کی طرف آگئی۔ اور آتے ہی اس کے سر ہو گئی۔ لگ نہیں رہا تھا کہ ان کے درمیان اتنے لمبے عرصے سے بات چیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ لوگ آج پرانی دوستوں کی طرح ہی لگ رہی تھیں۔ انیلا اور بریرہ کی نوک جھوک میں ہی مہمانوں کے آنے کا ٹائم ہو گیا اور ہمیشہ کی طرح انیلا خود پر قابو نہیں رکھ سکی اور ڈرائنگ روم میں جھانکنے چلی گئی۔ وہ لڑکا دیکھنے کے لیے بے تاب ہو رہی تھی۔ اور لڑکا دیکھ کر تو اس کے اوسان ہی خطا ہو گئے۔ وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی اور سرپٹ بھاگی تاکہ بریرہ کے سامنے جا کر نیوز بریک کرے اور کچن میں سے نکلتی بریرہ سے جا کر ٹکرائی۔ دونوں کی ٹکر اتنی شدید ہوئی تھی کہ اوئی' اوئی کی آوازوں کے ساتھ ہی آنسو بھی نکل آئے بریرہ اپنے سر کو دباتے ہوئے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ انیلا چوٹ کو بھولے جو دیکھ کر آئی تھی اسے بتانا چاہ رہی تھی کہ بریرہ کی والدہ چلی آئیں۔

"کیا ہوا بیٹا..... ڈرائنگ روم تک تم لوگوں کی آوازیں آئی ہیں۔ میں نے کہا اللہ خیر ہی کرے۔ کوئی چوٹ ووٹ نہ لگ گئی ہو۔ کیا ہوا۔ مجھے تو لگ رہا ہے تم دونوں کی آپس میں ٹکر ہوئی ہے۔" نزہت بیگم نے ہنستے ہوئے بریرہ اور انیلا کو سر سہلاتے دیکھ کر کہا۔ جبکہ ان کی بات سن کر انیلا کھسیانی ہنسی ہنس دی جبکہ بریرہ خاموش ہی رہی۔ وہ فرحت بیگم کے واپس جانے کے انتظار میں تھی تاکہ آفت کی پرکالہ سے اس بھاگم بھاگ ٹکر کی وجہ تسمیہ معلوم کر سکے۔

"اچھا بیٹا تھوڑی دیر بعد چائے اور اس کے ساتھ لوازمات لے کر ڈرائنگ روم میں آجانا سب اپنے ہی ہیں تم بچپن میں ان کے ہاتھوں میں کھیلی ہو۔ کیا ہوا جو ایک لمبے عرصے بعد مل رہے ہیں۔" نزہت بیگم نے پیار سے بریرہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا اور باہر نکل گئیں۔

"اب بکو..... کیا افتاد ٹوٹ پڑی تھی کہ اندھے بیل کی طرح سیدھی آ کے مجھے ٹکر دے ماری۔" بریرہ نے غصے سے انیلا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چل دفع ہو۔ پہلی بات تو یہ میں بیل نہیں۔ دوسری بات یہ کہ میں نے ٹکر ماری نہیں تم میرے راستے میں آئی اور تیسری بات یہ کہ جو میں دیکھ کر آئی ہوں تم دیکھتیں تو وہیں چیخ مار کے بے ہوش ہو جاتیں۔" انیلا اصل بات کی طرف نہ آئی تھی۔

"تم بتاتی ہو یا یہ ٹرے میں تمہارے سر پہ دے ماروں۔" بریرہ کو اب اس کی باتوں سے بے چینی ہو رہی تھی کہ آخر حقیقت کیا ہے۔

"بتاتی ہوں۔ بتاتی ہوں۔ کیونکہ میرے دولہا بھائی کو دولہا بننے سے پہلے قاتلہ کا شوہر کہلوانے لگی ہو۔" انیلا نے شرارت سے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا جب دیکھا کہ بریرہ کا صبر کا پیمانہ لبریز ہونے کو ہے تو اصل بات کی طرف آگئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بریرہ تم جانتی ہو کہ تمہاری زندگی میں شامل ہونے والا شخص کون ہے۔" انیلا نے چہکتے ہوئے اس کے گلے میں باہیں ڈالی تھیں۔

"مجھے کیا پتا۔۔۔ آج پہلی دفعہ تو دیکھوں گی۔ ہاں امی کی کسی زمانے میں بہت اچھی دوست رہی ہیں، جب ابو کی پوسٹنگ کراچی تھی۔ اور کچھ عرصہ پہلے ہی واہ کینٹ شفٹ ہوئی ہیں بیٹا کون ہے کیا کرتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم۔" بریرہ کو جتنا معلوم تھا انیلا کے گوش گزار کردیا۔

"ارے بدھو۔۔۔ ایک ڈیشنگ بندہ تمہاری لائف میں آرہا ہے۔ ذہین فطین، سنجیدہ لڑکیوں سے دور، سحر انگیز گفتگو کرنے والا۔۔۔ اور تم سے ذہانت میں ایک نمبر آگے رہنے والا۔" انیلا نے پھر بھی نام نہیں بتایا تھا۔

"انیلا کیا پہیلیاں بجھوا رہی ہو۔ کون ہے اور تم کیسے جانتی ہو اسے؟" بریرہ انیلا کی باتوں سے کنفیوز ہو رہی تھی۔

"ارے میں کیا پوری یونیورسٹی جانتی ہے۔ اپنے پرنسپل کا چہیتا یونیورسٹی کا ہیرو دوسروں کو مات دینے والا سنجیدہ اور خوبرو نوجوان عرف عام میں جسے جونیئر سر ذیشان علی چوہدری کہتے ہیں۔ آ۔۔۔ ہاں، آ۔۔۔ ہاں، جی ہاں ضیاء اسعدی ڈرائنگ روم میں براجمان ہیں۔" انیلا نے آخر کار بریرہ کے سامنے ہلا دینے والی خبر سنا ہی دی تھی اور یہ بات سن کر بریرہ ۔۔۔ شاکڈ رہ گئی تھی۔ کیسا اتفاق تھا۔ اللہ نے بن مانگے اس کے نصیب میں بہت اچھا جوڑ لکھ دیا تھا۔ حیرت اور خوشی سے اس کے منہ سے کوئی لفظ ہی نہیں نکلا۔ بس انیلا ہی اول فول بکے جا رہی تھی اور دوسری طرف بھی جھٹکا کم نہیں لگا تھا۔

ضیاء اسعدی، بریرہ کو دیکھ کر بے اختیار صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اپنی بے اختیاری پہ خود ہی شرمسار ہوگیا۔ وہ جو دل ہی دل میں ماں باپ سے ناراض ہوئے بیٹھا تھا کہ بالا ہی بالا رشتہ دیکھ لیا اور اس کی تعلیم مکمل ہونے کا انتظار بھی نہیں کیا کم از کم اس کے آن جاب ہونے تک کا انتظار کرتے۔ بریرہ کو دیکھ کر اللہ سے اپنے خیالات کی معافی مانگی اور ماں باپ کے لیے پیار امڈ آیا کہ جیسی شریک سفر وہ چاہتا تھا۔ بریرہ اس سانچے میں پوری اترتی تھی۔

بس یوں چند اور ملاقاتوں کے بعد ضیاء اسعدی اور بریرہ ایک بندھن میں بندھ گئے بظاہر یہ کچا رشتہ تھا مگر جہاں دلوں میں محبتیں موجزن ہوں وہاں پھر کسی چیز کا ڈر نہیں ہوتا۔

☼ ☼ ☼

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا انیلا۔ کیا ضرورت تھی علی سے بدتمیزی کرنے کی۔" رباب نے غصیلے لہجے میں اس کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"کیوں تمہیں کیوں اتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کیسے اپنا حق جتا رہا تھا جیسے میں اس کی زر خرید غلام ہوں۔ ارے میں اسے کزن کے طور پر برداشت کرلوں یہی کافی ہے۔ اس سے بڑھ کر میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ ہونہہ رشتہ، محبت، بڑوں کی خواہشیں۔۔۔ مائی فٹ یہ میری زندگی ہے اور میری زندگی میں علی کے لیے نہ پہلے جگہ تھی نہ آگے بن سکتی ہے۔" انیلا نے نخوت سے سر جھٹکا۔

"تو پھر کس کی جگہ ہے۔ وہ جس سے ساری رات باتیں کرتی ہو اور یونیورسٹی کے بہانے ملاقاتیں کرتی ہو۔" رباب آویز نے بہت چبھتے ہوئے لہجے میں کہا جبکہ رباب کی بات پہ انیلا کو جھٹکا لگا مگر اس نے ۔۔۔ خود پر کنٹرول کیا تھا اور ڈھٹائی سے اپنی بات پہ اڑ گئی۔

"اگر تمہیں پتا چل ہی گیا ہے تو ٹھیک۔۔۔ بلکہ بہت اچھا۔۔۔ ہاں میں مدثر سے ہی شادی کروں گی۔ امی ابو کو بھی بتا دینا اور اگر پھپھو کو اتنا ہی شوق ہے نا بھائی کی بیٹی کو بہو بنانے کا تو۔۔۔ تم ہو نا۔۔۔ اور تم ان کی خواہشات اور امیدوں پر پوری بھی اترتی ہو۔" انیلا کے لہجے اور لفظوں میں رشتوں کے لیے کوئی احترام نہ تھا۔

"انیلا علی تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ ٹوٹ جائیں گے ان کے ساتھ ایسا مت کرو۔ اور [illegible] نے کے لیے تم اپنوں کو ٹھکرا رہی ہو۔ وہ تو تمہارے کئی بار کہنے کے باوجود اپنے گھر میں ابھی تک بات نہیں کر سکا۔" رباب نے ان کی باہمی گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے انیلا کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی مگر انیلا جن ہواؤں میں تھی۔ وہ حقیقت کا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"تمہیں زیادہ ہمدرد بننے کی ضرورت نہیں اور علی کی وکالت کم کرو بلکہ میں تو کہتی ہوں۔ تم علی سے شادی کرلو۔ اتنی صابر شاکر بیوی چراغ لے کر بھی ڈھونڈے گا تو نہیں ملے گی۔" انیلا نے رباب کی صبر کرنے اور برداشت کرنے والی عادت پہ چوٹ کی تھی۔ اور بستر پر نیم دراز ہوگئی۔

"تم بہت پچھتاؤ گی۔ مگر افسوس اس وقت تمہارا پچھتاوا تمہیں کچھ نہیں دے سکے گا۔" رباب نے ترحم بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ اپنے ضمیر اور دل کے آگے مطمئن تھی کہ اس نے بنا۔۔۔ کھوٹ کے سچے دل سے قلب علی کی چاہت کے حصول کے لیے کوشش کی تھی۔ آگے جو رب کے فیصلے۔۔۔ شاید قلب علی جیسے مخلص شخص کے لیے انیلا جیسی خود غرض لڑکی رب کو منظور نہ تھی۔ لیکن ان دونوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ قلب علی جو ڈرائنگ روم میں انیلا کی جلی کٹی سن کر چپ کا چپ کھڑا رہ گیا تھا۔

ان دونوں کے وہاں چلے جانے کے بعد گیا نہیں تھا بلکہ انیلا کے پیچھے رباب کو جاتے دیکھ کر رک گیا تھا کہ شاید رباب کے احساس دلانے پہ انیلا اپنے رویے کی معذرت کے لیے واپس آئے۔ مگر تھوڑی دیر بعد خود ان کے کمرے کی طرف آیا۔ مگر کمرے سے آتی آوازیں سن کر وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔ تو یہ وجہ تھی انیلا تمہارے رویے کی۔

"میں ہی پاگل تھا جو سمجھا نہیں۔۔۔ تمہارے انداز، تمہارے تیور تو پہلے دن سے بتا رہے تھے کہ تمہارے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں مگر میں خود کو بہلاتا رہا۔ تم نے ٹھیک کہا۔ میں تمہارے لیے اور تم میرے لیے بنی ہی نہیں ہو۔ [illegible] نہیں ہوگا کہ کوئی تمہیں اتنا چاہتا تھا کہ سانس بھی تمہیں یاد کرکے لیتا تھا۔ میں نے اپنا رستہ بدل لیا ہے بلکہ اپنے دل پہ بھی بند باندھ لیا ہے، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔۔" قلب علی نے فیصلہ کرکے واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔

☼ ☼ ☼

"تم نے تو بتایا تھا کہ تمہارا کزن تم میں انٹرسٹڈ ہے پھر اچانک رباب آویز کے ساتھ رشتہ بلکہ رشتہ ازدواج میں بندھنے کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔" بریرہ انیلا کی زبانی رباب کی عنقریب شادی اور وہ بھی قلب علی کے ساتھ شادی کی خبر سن کر حیران رہ گئی تھی۔

"اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا ضرورت ہے بھئی۔۔۔ انٹرسٹ بدلتے دیر نہیں لگتی میں نے تمہیں خوشخبری سنائی ہے اور تم منہ کھولے میرا منہ تک رہی ہو۔" انیلا نے ہنستے ہوئے بات کو بدلا وہ بریرہ کے ساتھ کلاس لے کر نکلی تھی اور کیفے ٹیریا جاتے ہوئے رباب آویز اور قلب علی کے رشتہ پکا ہونے کی خبر سنائی۔ اس دن قلب علی نے گھر جا کر ماں باپ کو نہ جانے کیا کہا پھپھو ان کی طرف آئیں تو رباب کے لیے جھولی پھیلائی۔ حیران تو انیلا کے والدین ہوئے ہی تھے۔ کم حیران انیلا اور رباب بھی نہیں ہوئیں۔ انیلا اتنی آسانی سے علی کے پیچھے ہٹنے پر حیران تھی تو رباب اپنی خوش قسمتی پہ کہ اللہ کتنا مہربان ہے کہ بنا کہے اس کے دل کی خواہش پوری کر رہا تھا۔

تنویر اور مبینہ بیگم کو کیا اعتراض ہونا تھا ایک بیٹی کی جگہ دوسری قدر دان لوگوں میں چلی گئی ویسے بھی رباب جتنی ادب احترام کرنے والی اور صابر بچی تھی۔ مبینہ بیگم اس کے لیے ایسی ہی خوش بختی کی دعا کرتی تھیں جو اس کے حصے میں انیلا کی خودسری اور بے وقوفی کی وجہ سے خود بخود آگئی۔

☼ ☼ ☼

"ضیاء آپ سے ایک بات کہوں۔ اگر برا نہ مانیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لو۔" ضیا اسعدی نے شام میں بریرہ کے گھر کال کی تو بریرہ نے خیر خیریت دریافت کر کے ضیاء سے کچھ باتیں کلیئر کرنے کا سوچا۔

"جی ضرور...... کیوں نہیں کیا پوچھنا ہے آپ کو۔" ضیا اسعدی اس کے لہجے کی سنجیدگی پہ دل ہی دل میں حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"آپ اپنے دوست مدثر کو کتنا جانتے ہیں۔" بریرہ انیلا کی زبانی مدثر کی خوبیاں سن چکی تھی مگر مدثر کے متعلق ماریہ' ریتا لوگوں کی سرگوشیاں بھی سنتی رہتی تھی اس لیے یہ جانتے ہوئے کہ کسی زمانے میں ضیاء اسعدی اور مدثر بہترین دوست رہے ہیں۔ اسعدی ہی سے حقیقت معلوم کرنے کی ٹھانی۔

"ہونہہ...... میں جانتا ہوں کہ آپ یہ بات کیوں پوچھ رہی ہیں' بریرہ اپنی دوست کو سمجھائیں۔ مدثر ڈالی ڈالی گھومنے والا بھنورا ہے۔ وہ انیلا کے بارے میں تو کیا خود اپنے بارے میں بھی سنجیدہ نہیں۔ اور پھر اب جس گروپ کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے وہ بدنام ترین گروپ ہے یونیورسٹی کا۔ بلکہ یونیورسٹی سے باہر بھی ان کی سرگرمیاں کوئی قابل تعریف نہیں' میں تو مدثر کو اپنے تئیں سمجھا سمجھا کر تھک چکا ہوں۔ وہ بنا ٹھوکر سبق حاصل نہیں کرے گا آپ انیلا سے کہیں کہ اس کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ مدثر سے کنارہ کش ہو جائے ورنہ ذلت اور رسوائی کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ آل ریڈی پوری یونیورسٹی میں ان کے افیئر کی باتیں گردش کر رہی ہیں۔" ضیا اسعدی نے تفصیلاً" جواب دیا۔

ضیاء اسعدی کی باتوں نے بریرہ کو مزید پریشان کر دیا تھا وہ انیلا کی بے وقوفیوں کو جانتی تھی وہ جس بات پہ اڑ جاتی۔ چاہے نقصان ہو پیچھے نہیں ہٹتی تھی اور بارہا ضد میں اپنا نقصان کروا چکی تھی۔ مگر اب ــ بات کردار اور زندگی کی تھی بریرہ نے ضیا اسعدی کو یقین دلایا کہ وہ انیلا سے کھل کر بات کرے گی اور اسے ہر ممکن سمجھائے گی مگر خود ہزار وسوسے لے کر بیٹھ گئی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ انیلا کو کیسے قائل کرے۔

☼ ☼ ☼

"مدثر ہم کہاں جا رہے ہیں؟" انیلا' مدثر کے ساتھ کار میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"کہا نا...... سرپرائز ہے تمہارے لیے۔" مدثر نے ذو معنی سا جواب دیا تھا۔

"پھر بھی پتا تو چلے۔" انیلا اس کے پراسرار اور ذو معنی انداز سے پریشان ہو رہی تھی۔ رات مدثر نے اسے کہا تھا کہ صبح یونیورسٹی سے چھٹی کرنے کیونکہ وہ اسے کہیں لے کر جانا چاہتا ہے۔ اس نے بہت پوچھا کہاں اور کیوں...... مگر مدثر کا ایک ہی جواب تھا۔

"مجھ سے محبت ہے نا تمہیں...... بس اعتبار کرو۔ کہیں غلط جگہ نہیں لے کر جاؤں گا۔" تو وہ اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آگئی۔ وہ مدثر کے کہنے پہ کہ مجھ پہ اعتبار کرو۔ سب باتوں کو پس پشت ڈالی چکی تھی۔ کیونکہ اس کی محبت میں جس قدر آگے بڑھ چکی تھی وہ اس کے بارے میں کچھ غلط سوچ ہی نہیں سکتی تھی اور یہی اس کی بھول اور غلطی تھی کہ وہ ایک شخص کے لیے اپنے پیاروں کو دھوکا دے رہی تھی۔

دوسری طرف مدثر آخر کار پاشا کی پڑھائی پٹی میں آ چکا تھا۔ وہ انیلا کے ساتھ آخری گیم کھیلنا چاہتا تھا۔ وہ اسے آزمانا چاہتا تھا۔ اگر وہ اس کی بات مانتی تو وہ اس کے ساتھ سب کچھ کر کرا کے اسے چھوڑ دیتا۔ کیونکہ ایسی لڑکیوں کا یہی انجام ہونا چاہیے اور اگر وہ انکار کرتی ۔ تو چھوڑنا تو تب بھی اسے تھا۔ انیلا کا اس کے ساتھ چلے آنا۔ اس کے ذہن میں پاشا کے ڈالے گئے خیال کو پختہ کر رہا تھا کہ سب لڑکیاں ایک جیسی ہوتی ہیں۔

وہ انیلا کو اس وقت پاشا کے فلیٹ پہ لیے جا رہا تھا جو کہ اس مقصد کے لیے پاشا نے اسے آفر کیا تھا اور انیلا بے خبری میں کس دلدل میں دھنسنے جا رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی اور جانتا مدثر بھی نہیں تھا کہ پاشا اپنے ذہن میں کیا سوچے اس کا انتظار کر رہا ہے۔

☼ ☼ ☼

"ہیلو ضیا پلیز پتا کروائیں کہ آپ کا دوست انیلا کو

لے کر کہاں گیا ہے۔ وہ یونیورسٹی کے گیٹ کے باہر سے ہی مدثر کے ساتھ کار پر بیٹھ کر کہیں گئی ہے۔" بریرہ نے انتہائی پریشانی میں ضیاء اسعدی کو کال کی۔ جو پیریڈ لے کر ابھی کلاس سے باہر نکلا تھا۔ بریرہ کو کلاس کی لڑکی سے پتا چلا کہ انیلا یونیورسٹی کے باہر سے ہی مدثر کے ساتھ کہیں گئی ہے اور ضیا اسعدی کی چند دن پہلے کی گئی باتوں نے بریرہ کے بدن میں خوف کی لہر دوڑا دی تھی۔

انیلا اپنی بے وقوفی اور سراب محبت کا پیچھے کرتے کرتے اپنا بہت نقصان کرنے والی تھی۔ اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو ضیا اسعدی کو کال کر دی کیونکہ انیلا کا سیل آف جا رہا تھا۔ اور ضیا اسعدی اس کی بات سن کر مزید پریشان ہو گیا۔ بریرہ کو حوصلہ دے کر اس نے سیل پاکٹ میں ڈالا اور لمحہ لگا اسے فیصلہ کرنے میں کہ اسے کیا کرنا ہے۔ کیونکہ آج پاشا ابھی یونیورسٹی نہیں آیا تھا اور مدثر اور پاشا کا ہر وقت کا ساتھ کوئی نئی کہانی سامنے لانے ہی والا تھا۔

وہ سیدھا پرنسپل آفس کی طرف بڑھا۔ وہاں جا کر اس نے سر ذیشان سے تمام معاملہ ڈسکس کیا۔ معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے انہوں نے فوراً" پاشا کے دوستوں کو آفس میں طلب کیا اور پاشا کا موجودہ ایڈریس لے لیا۔ کیونکہ پاشا آئے دن اپنی رہائش بدلنے کا عادی تھا۔ پہلے تو اس کے دوستوں ظفر اور شیراز نے آئیں بائیں شائیں کی کیونکہ آج کی متوقع واردات کا انہیں پتا تھا مگر سر ذیشان کے ڈرانے دھمکانے پہ فوراً" سچ اگل دیا کہ وہ اس وقت کہاں موجود ہے اور کس ارادے سے ...... یہ خبر ان کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھی۔ ضیا اسعدی اور سر ذیشان فوراً" پاشا کے گھر کے لیے نکلے۔

☼ ☼ ☼

"پاشا تم نے مجھ سے کیا کہا تھا اور اب کیا کہہ رہے ہو۔ دیکھو اس لڑکی کے ساتھ جو بھی معاملہ ہے میرا ہے۔ چاہے میں اس کے ساتھ مخلص نہ تھا مگر میں اسے تمہارے ہاتھوں کھلونا نہیں بننے دوں گا۔" مدثر پاشا کے ساتھ دوسرے کمرے میں تھا۔ پاشا کا مطالبہ سن کر چکرا گیا۔ پاشا اس وقت ڈرنک کر کے مکمل مدہوش ہوا بیٹھا تھا اور وہ انیلا کے حسن کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے بے چین تھا اسی لیے جس وقت مدثر انیلا کے ساتھ وہاں پہنچا۔ تو پاشا نے جس انداز میں انہیں ویلکم کیا۔ مدثر کو ہلا دینے کے لیے کافی تھا۔ وہ انیلا کے چہرے سے نظریں چراتا ہوا اسے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر پاشا کو لے کر اس کے بیڈ روم میں آیا گیا۔ مگر وہاں پڑی خالی بوتلیں دیکھ کر اسے جھٹکا لگا کیونکہ جتنی ڈرنک پاشا کر چکا تھا اسے کل ہی ہوش آنا تھا۔ مگر پاشا نشہ کرنے کا عادی تھا۔ اس لیے ابھی اتنا بھی بے ہوش نہیں ہوا تھا بلکہ مدثر سے کہنے لگا۔

"چھوڑو کل کا اندیشہ...... آج اس وقت کو رنگین بنا لیں۔" اور مدثر کے ذہن پر اس کی باتوں نے حیرتوں کے پہاڑ توڑ دیے۔ پاشا پہلے تو پیار سے اسے قائل کر رہا تھا پھر دھمکیوں پہ اتر آیا۔

"مدثر سیدھی طرح میری بات مان لو...... ورنہ پچھتاؤ گے۔ ظفر اور شیراز کے ذمے پہلے ہی میں نے یہ کام لگا دیا ہے وہ یونیورسٹی میں مشہور کر چکے ہوں گے کہ تم اس پھلجھڑی کو کس مقصد کے لیے کہاں لے کر گئے ہو۔ اب وہ مقصد تم پورا کرو یا میں...... نام تمہارا ہی آنا ہے۔" پاشا کی اس دھمکی نے مدثر کی رہی سہی قوت مزاحمت بھی ٹھنڈی کر دی۔ وہ پریشانی سے ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا کہ کرے تو کیا کرے اور انیلا جو ڈرائنگ روم میں مدثر کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی تو اس غرض سے کہ وہ واپس کیوں نہیں آ رہا اندر کی جانب آئی وہ سمجھی تھی کہ پاشا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ اس کی سرخ آنکھوں کو وہ بخار سمجھ رہی تھی اور یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ بھیڑیا اس کے لیے یہ اہتمام کیے بیٹھا ہے۔

جب وہ بیڈ روم کے دروازہ پر دستک دینے ہی لگی پاشا کی آئی آواز نے اس کے قدموں تلے سے زمین کھینچ دی وہ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی۔ مدثر کا مکروہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چہرہ اس کے سامنے آیا۔ مگر اسے اس سے زیادہ خود سے کھن آرہی تھی کہ اسے آئے تقریباً گھنٹہ ہو گیا تھا اور ظفر، شیراز نے اب تک پوری یونیورسٹی میں یہ بات پھیلا دی ہوگی۔

وہ واپس پلٹی مگر عین اسی وقت باہر گیٹ پر کسی نے بیل دی اور شاید آنے والا بہت عجلت میں تھا کہ بیل پہ ہاتھ رکھ کر ہٹانا بھول گیا۔ انیلا کی ٹانگوں میں تو دم ہی نہیں رہا تھا کہ حرکت کرتی۔ مگر بیل کی آواز نے مدثر اور پاشا کو جگا دیا تھا پاشا حیران ہوا کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے جب کہ ظفر اور شیراز بھی یونیورسٹی میں تھے اور مدثر پریشان اور خوف زدہ کہ آنے والا وقت اس کے لیے بہت کڑی آزمائش لا رہا تھا وہ نادانیوں میں دشمن کو دوست سمجھ بیٹھا تھا اور اس کے بہکاوے میں آکر بری طرح پھنس چکا تھا۔

دونوں اکٹھے بیڈ روم سے نکلے اور بیڈ روم کے تھوڑے فاصلے پر کھڑی انیلا کے خوف سے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر مدثر بھاگ کر اس کی طرف آیا جب کہ پاشا گیٹ کی جانب بڑھا۔۔۔ پاشا کے گیٹ کھولنے پر باہر موجود دونوں نفوس بھاگ کر اندر داخل ہوئے تھے۔ سرذیشان نے پاشا کو دھکے سے پیچھے دھکیلا تھا جب کہ ضیا اسعدی اندر کی جانب بڑھا۔

☆ ☆ ☆

آفس میں اس وقت سرذیشان علی چوہدری، ضیاء اسعدی، پاشا، ظفر اور شیراز موجود تھے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر تھا کہ وہ لوگ بروقت وہاں پہنچ گئے تھے انیلا خوف سے بے ہوش ہو گئی تھی ضیا اسعدی فوراً اسے ہسپتال لے گیا اور پاشا کی حالت اور گھر میں موجود چیزوں سے اس کی طرز زندگی کا بخوبی اندازہ کرنے کے بعد سرذیشان نے انہیں اگلے دن آفس میں طلب کیا تھا۔

مدثر تو مارے شرمندگی کے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا۔ اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہو چکا تھا کہ برے دوست برے انجام تک ہی لے جاتے ہیں اور ضیا اسعدی جیسے دوست کو کھونے کا دکھ بھی تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی ذلت اور رسوائی کا خوف بھی تھا۔ جو اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اب اس کے پچھتاوے اسے کچھ نہیں دے سکتے تھے۔ اثر اگر نہیں ہوا تھا تو پاشا اور اس کے دوستوں پر۔

"میں چاہتا تو تم لوگوں کو پولیس کے حوالے بھی کر سکتا تھا۔ ڈی ایس پی جبران میرا بھائی ہے اور تم جیسے آوارہ لوگوں کو سیدھا کرنا جانتا ہے اور اگر میں چاہتا تو تم پر دو تین کیس ڈلوا کر ساری زندگی جیل میں سڑوا سکتا تھا۔۔۔ مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔۔۔ جانتے ہو کیوں؟" سرذیشان کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ پاشا اور اس کے ساتھی بھی ان سے نظریں نہ ملا سکے۔

"اس لیے کہ وہ زندگی تم لوگوں کو مزید برائی کے رستے پر لے جاتی اور تم اپنی غلطیوں سے سیکھنے کے بجائے اس پر پکے ہو جاتے اور تمہارے والدین معاشرے میں کسی سے نظریں نہ ملا پاتے۔ کیا اس دن کے لیے انہوں نے تم لوگوں کو پڑھایا کہ تم لوگوں ان کے ہاتھوں پر بدنامی کی مہر لگاؤ اور پاشا میری معلومات کے مطابق تمہاری فیملی میں ایک بیوہ ماں اور دو جوان بہنیں ہیں کیا تم چاہو گے کہ کل کوئی ان کے ساتھ۔۔۔"

"سر۔۔۔ پلیز میری بہنوں کا ذکر مت کیجیے گا۔" پاشا کا چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو گیا تھا۔ ذیشان کے منہ سے اپنی بہنوں کا ذکر سن کے۔ اس نے تو آج تک کبھی اپنے دوستوں کے سامنے نام تک نہیں لیا تھا کہ اس کی بہنیں بھی ہیں۔

"بہت خوب۔۔۔ اپنی عزت کا نام ہی لیا گیا تو تڑپ اٹھے ہو اور جن کی عزتیں سرعام نیلام کرتے پھرتے ہو۔ ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ تم چاروں میری ایک بات یاد رکھنا۔ دنیا مکافاتِ عمل ہے۔ تم جس کے ساتھ جیسا سلوک کرو گے ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کا بدلہ دیے بغیر قبر میں اتارے جاؤ۔ جو تکلیف تمہاری وجہ سے کسی کو ملی ہے وہ تمہیں ضرور ملے گی اور اگر وہ بدلہ تم سے نہ لیا گیا تو تمہارے حصے کا قرض تمہاری

بہنیں، بیٹیاں اتاریں گی۔" سرذیشان کے لفظ تھے یا انگارے۔۔۔ چاروں کے منہ پر تازیانے بن کر لگ رہے تھے۔

کہتے ہیں نا کہ زندگی کا ایک لمحہ ایسا ہوتا ہے جس میں انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ آج تک ان کی برائی کا جواب برائی سے ہی دیا گیا تھا شاید اسی لیے وہ برائی میں اور شیر ہوئے گئے مگر آج جب سرذیشان نے انہیں تصویر کا دوسرا رخ دکھایا تو انہیں احساس ہوا تھا کہ وہ اندر سے کتنے کالے ہیں ہر ایک اپنے ضمیر کی عدالت میں جا کھڑا ہوا تھا اور یہی سرذیشان علی چوہدری کا مقصد تھا۔ وہ نوجوان نسل کو یوں بھٹکتا ہوا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ بس ان کے ضمیر کو جگانا تھا اور انہیں احساس دلانا تھا کہ جو وہ کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔ باقی اللہ پہ چھوڑ دیں۔ وہ ہمیشہ اندھیرے میں اپنے حصے کی شمع جلانے کے عادی تھے اور انہوں نے وہ کام کر دیا تھا۔ چار گمراہی کے راستے پہ چلنے والوں کو بھٹکنے سے بچا لیا تھا۔ اور یہ کم کامیابی نہیں تھی۔

☆ ☆ ☆

آج رباب آویز اور قلب علی کی بارات تھی۔ قلب علی، رباب کے سنگ بہت مطمئن اور خوش نظر آرہا تھا اور رباب آویز کے دل کی خوشی اور چاہت اس کے چہرے پر نور بن کر برس رہی تھی۔ اس کی فرماں برداری اور صبر و شکر کی عادت نے آج اسے اس کی من چاہی منزل دے دی تھی۔ انیلا بظاہر تو اس فنکشن میں خوش خوش نظر آرہی تھی۔ مگر اس کے اندر جو قیامت برپا تھی وہ وہی جانتی تھی۔

اس دن کے بعد وہ یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔ حالانکہ بریرہ ضیا اسعدی اور سرذیشان علی چوہدری تک نے اسے سمجھایا تھا مگر وہ اس دنیا کو فیس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے اتنے بڑے دھوکے کے بعد کسی پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ یہ بھی سچ تھا کہ جب پاشا کے فلیٹ میں بے ہوش ہو کر وہ مدثر کی بانہوں میں گری تھی۔ مدثر اپنے کیے پہ نادم اور پشیمان تھا وہ انیلا کے ساتھ اپنے رشتے کو نام دینے کا خواہش مند تھا۔ مگر انیلا نے سرد مہری سے اس کی ہر بات، ہر صفائی سننے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ خود کو اپنی خود سری اور لالچ اور خود پسندی کی سزا دینا چاہتی تھی وہ دوبارہ ان لوگوں کا نام بھی سننا نہیں چاہتی تھی جو اسے بدنامی کے گڑھے تک لے گئے تھے۔ اس پر حقیقتیں آشکار ہو چکی تھیں اور اسے احساس ہو گیا تھا کہ ماں باپ کی نافرمان اولاد کبھی بھی سکھ نہیں پاتی۔ اس نے تو ہر رشتے کو دکھ دیا تھا۔ ہر رشتے کو دھتکارا تھا اور قلب علی کو دیکھ کر اس کا احساس زیاں اور دوچند ہو جاتا۔

رباب آویز کی بات سچ ثابت ہوئی تھی۔ وہ احساس زیاں اور احساس جرم کے پچھتاووں میں گھری جا رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ خالی تھے وہ اپنے کمرے میں آکر زار و قطار رو پڑی۔ حقیقت ہے کہ انسان جب اپنے گرد موجود لوگوں کی محبتوں اور چاہتوں کی قدر نہیں کرتا۔ تو ان کے روٹھ جانے پہ وہ یونہی تہی داماں رہ جاتا ہے۔

انیلا نے اپنی آنکھوں میں سجے سب خواب نوچ ڈالے تھے اور وہ ایک نئی انیلا کو اس معاشرے کے سامنے لانا چاہ رہی تھی کہ اس جیسی بے وقوف لڑکیاں اس طرح کی غلطیاں دوبارہ نہ دوہرائیں۔

☆ ☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے
آسیہ سلیم قریشی کے 3 دلکش ناول

کتاب کا نام	قیمت
وہ خبطی سی دیوانی سی	500/- روپے
آرزو نکھر آئی	450/- روپے
تھوڑی دور ساتھ چلو	400/- روپے

ناول منگوانے کے لئے فی کتاب ڈاک خرچ -/45 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صائمہ خان

"پھوپھو! دوپہر کے کھانے میں کیا بنانا ہے؟" ماہم گھر کی صفائی کرنے کے بعد سائرہ بیگم کے کمرے میں آگئی۔ جہاں سائرہ بیگم کو استری کرتے دیکھ کر وہ چلا اٹھی۔

"پھوپھو! یہ کیا کررہی ہیں آپ' میں کرلوں گی نا' چلیں چھوڑیں یہ سب۔" وہ انہیں شانوں سے پکڑ کر وہاں سے ہٹانے لگی۔

"ارے' ارے ماہم۔" سائرہ گھبرا کر خود کو چھڑانے لگیں۔ مگر ماہم نے انہیں بیڈ پر بٹھادیا۔

"یہ میں لنچ کے بعد کرلوں گی۔ ویسے بھی اتنی لمبی دوپہریں ہیں کہ کٹتی ہی نہیں۔"

"تھک جاؤ گی اتنے سارے کام کرکے۔" سائرہ کے لہجے میں بھتیجی کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

"یہ کوئی اچھی بات تو نہیں کہ تم سارے گھر کے کام کرو اور میں فارغ بیٹھ کر پلنگ توڑتی رہوں' ساتھ میں بور ہوتی جاؤں۔"

"بور کیوں ہونے لگیں آپ' ٹی وی پر اپنے فیورٹ پروگرام دیکھیں۔ ڈرامے یا پھر کوکنگ شوز دیکھیں اور انجوائے کریں۔ جب تک میں یہاں ہوں تب تک کے لیے فل آرام اینڈ نو کام۔" ماہم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماہم! مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تم سے یوں کام کراتے ہوئے۔ تم یہاں چند روز کی مہمان ہو اور۔۔۔"

"میں مہمان ہوں اور نہ ہی چند روز میں یہاں سے ٹلنے والی ہوں' میں تو ڈیڑھ' دو مہینے گزار کر ہی جاؤں گی۔ تب تک کے لیے آپ کو مجھے برداشت کرنا ہی ہوگا۔" ماہم' سائرہ کی بات کاٹتے ہوئے شوخ لہجے میں بولی۔

"میرا بس چلے تو میں تمہیں یہاں سے جانے ہی نہ دوں۔" سائرہ کے لہجے میں ماہم کے لیے جیسے دنیا بھر کا پیار سمٹ آیا۔ جواب میں ماہم مسکرادی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی پھوپھو اسے بے حد چاہتی ہیں۔

ماہم' سائرہ کے اکلوتے بھائی کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس لیے انہیں کچھ زیادہ ہی عزیز تھی۔ ان دنوں وہ پشاور سے یہاں رہنے کے لیے آئی تھی۔ اتفاق سے اس کے آتے ہی سائرہ بیمار ہوگئیں۔ اس وجہ سے گھر کے سارے کام ماہم نے اپنے ذمے لے لیے۔ اب وہ ٹھیک ہوچکی تھیں۔ مگر ماہم پھر بھی انہیں کوئی کام نہیں کرنے دے رہی تھی۔ سائرہ بہت کم ہی دوسروں کے کام سے مطمئن ہوتی تھیں' لیکن ماہم نے جس سلیقے اور ترتیب سے گھر سنبھالا تھا سائرہ حیران ہی رہ گئیں۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کی لاڈلی اور چلبلی بھتیجی اتنی سلیقہ مند اور گھر کے کاموں میں ماہر ہوسکتی ہے۔ ان چند ہی دنوں میں ماہم نے سب کو اپنا عادی بنالیا تھا۔ عدیم' تیمور اور ثاقب جو پہلے ماں کے اکیلے پن کی وجہ سے اپنے کافی حد تک کام خود کرلیتے تھے۔ اب ذرا' ذرا سی بات پر ماہم کو آوازیں دیتے۔ خاص طور پر صبح کے وقت گھر میں ماہم کے نام کی صدائیں ہی بلند ہوتیں۔

دوپہر کے کھانے کے بعد سائرہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئیں۔ وہ باقاعدگی سے دوپہر میں دو گھنٹے کی نیند لیتی تھیں۔ ماہم نے کچن سمیٹا اور کمرے میں آگئی۔ نماز پڑھ کر وہ بھی سونے کے لیے لیٹ گئی۔ وہ اپنے گھر میں اس وقت سونے کی عادی نہیں تھی' مگر چونکہ یہاں وہ صبح جلدی جاگ جاتی تھی' اس لیے کھانا کھاتے ہی اس پر نیند حملہ آور ہوجاتی۔

اسے سوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ دروازے پر ہونے والی بیل سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے وال کلاک پر نظر ڈالی جو چار بجا رہی تھی۔

"اس وقت کون آگیا۔" اس نے جھنجھلا کر سوچا۔ ثاقب اور تیمور گھر پر تھے۔ اس لیے اس نے اٹھنا ضروری نہیں سمجھا۔ دوبارہ سونے کی کوشش کی' لیکن نیند آنکھوں سے غائب تھی۔ اسے اپنی اس عادت سے سخت چڑ تھی۔ ایک بار آنکھ کھلتی تو پھر مشکل سے ہی نیند آتی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ یہ کون آیا ہوگا' کیونکہ انکل اور عدیم تو اس وقت آفس میں ہوتے ہیں۔ وہ اس سوچ میں تھی جب ثاقب آوازیں دیتا ہوا آیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ماہم آپی۔" ماہم جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ جاگ رہی ہیں؟" اسے دیکھ کر ثاقب نے پوچھا تو ماہم بے اختیار ہنس دی۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے۔" ثاقب جھینپ گیا۔

"وہ میرا مطلب تھا کہ میں نے آپ کی نیند تو خراب نہیں کی۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں، تم بتاؤ کوئی کام تھا؟" ماہم نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ میرے دوست آئے ہیں، اگر آپ چائے بنا دیں تو۔۔۔" ثاقب کو اب شرمندگی ہو رہی تھی یہ سوچ کر کہ اس نے ماہم کے آرام میں خلل ڈالا۔

"اچھا تو یہ تمہارے دوست تھے جن کی بیل سے میری آنکھ کھلی۔"

"ہمارے ٹیسٹ ہونے والے ہیں، تو ہم نے سوچا مل کر تیاری کریں گے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ آکر میرے موبائل فون پر مس کال کر دینا۔ میں دروازہ کھول دوں گا، مگر ان بے وقوفوں نے بیل بجا دی۔" ثاقب نے معصومیت سے کہا۔ اسے واقعی میں اپنے دوستوں پر غصہ آیا تھا، جس کا ثاقب نے اس کے سامنے اظہار بھی کر دیا۔ ثاقب کو ڈر تھا کہیں ماں کی نیند خراب نہ ہو جائے، ورنہ وہ بہت غصہ ہوں گی۔ باہر چھائی خاموشی سے لگ رہا تھا کہ بجنے والی بیل ان کی نیند پر اثر انداز نہیں ہو سکی، کیونکہ دوسری صورت میں وہ ثاقب کی کلاس لے رہی ہوتیں۔

"ٹھیک ہے، تم اپنے دوستوں کے پاس جاؤ، مگر اتنا بتا دو صرف چائے یا پھر ساتھ میں کچھ اور بھی؟"

"جیسے آپ کی مرضی۔" ثاقب مسکراتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ ماہم نے بال سمیٹ کر کیچر لگایا اور منہ ہاتھ دھو کر کچن کی جانب چل دی۔

☼ ☼ ☼

ماہم کو آئے ہوئے مہینہ ہونے کو تھا، لیکن وہ ابھی تک کہیں گھومنے کے لیے نہیں گئی تھی۔ اس بات پر سائرہ سخت برہم تھیں۔

"غضب خدا کا کسی کو ذرا سا احساس نہیں کہ کزن آئی ہے اسے ۔۔۔ کر تفریح کرا دیں۔ سب اپنے آپ میں مگن ہیں۔ بس کام کے وقت کزن یاد آتی ہے۔ ماہم یہ کر دو، ماہم وہ کر دو۔" سائرہ بہت غصے میں تھیں۔ یہ سب وہ خاص طور پر عدیم کو سنا رہی تھیں۔ کیونکہ ثاقب اور تیمور اپنی طرف سے ماہم کو کمپنی دے رہے تھے۔ تقریباً روز ہی آئس کریم کھلانے بھی لے جاتے تھے۔

"ممی! میں خود ماہم سے کئی بار کہیں باہر جانے کے لیے کہہ چکا ہوں، مگر اس کا کہنا ہے کہ اسے سیر سپاٹوں کا کوئی شوق نہیں۔ باہر جانے کے نام سے ہی اسے الجھن ہونے لگتی ہے۔" عدیم بے حد سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ ماہم حیرت سے عدیم کو دیکھنے لگی۔

"میں نے یہ کب کہا تھا؟" سائرہ عدیم کی بات سن کر کچھ حیران ہوئی تھیں۔ مگر ماہم کے چہرے پر پھیلی حیرت دیکھ کر وہ فوراً سمجھ گئیں۔ عدیم پھر سے کہنے لگا۔

"ماہم! اگر تمہیں کہیں آنا جانا پسند نہیں تو کم از کم ممی کا دل رکھنے کے لیے ہی مان جاؤ۔"

"عدیم! کہیں تم نے خواب تو نہیں دیکھ لیا؟" ماہم کو اس کے جھوٹ پر غصہ آ رہا تھا۔

"پھوپھو! نہ تو اس نے مجھے کہیں جانے کے لیے کہا ہے اور نہ ہی میں نے منع کیا ہے؟" اس نے سائرہ کو بتایا۔

ماہم کو یوں غصہ ہوتا دیکھ کر عدیم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ثاقب اور تیمور بھی مسکرانے لگے۔ ماہم کو بہت جلد غصہ آ جاتا تھا۔ جبکہ عدیم اسے تنگ کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

"عدیم! یہ بتاؤ کب لے جا رہے ہو سب کو گھمانے؟" سائرہ نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے کب انکار کیا ہے۔ بس یہ ماہم راضی ہو جائے تو چلے چلیں گے۔" عدیم کو اسے ستانے میں مزا آ رہا تھا۔

"عدیم! جھوٹ اور ڈھٹائی کی بھی حد ہوتی ہے۔"

وہ جیسے اسے دیکھے گی۔

"بھائی جان! آپ پروگرام سیٹ کر لیں۔ آپی کو ہم منا لیں گے۔" تیمور شوخی سے مسکرایا۔

"یار تیمور! اگر ماہم نہیں جانا چاہتی تو کوئی بات نہیں۔ ہم اسے سب جگہوں کے بارے میں تفصیل سے بتا دیں گے۔ پھر اسے یوں لگے گا جیسے اس نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رکھا ہو۔" عدیم نے اسے چھیڑنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے کچھ بتانے کی۔ تم مجھے نہیں لے جانا چاہتے تو مجھے بھی کوئی شوق نہیں تمہارے ساتھ جانے کا۔" وہ ناراض ہو گئی۔

"ممی! سنا آپ نے، یہ خود کہہ رہی ہے کہ اسے کوئی شوق نہیں۔"

"بہت ہو گیا مذاق، سیدھی طرح بتا دو، کب لے جا رہے ہو سب کو پکنک پر۔" اسے ناراض ہوتا دیکھ کر سائرہ نے سخت نظروں سے عدیم کو گھورا۔

سائرہ کے موڈ کو دیکھ کر عدیم سمجھ گیا کہ اب ذرا سی بھی ادھر ادھر کی بات کی تو وہ بھی ناراض ہو جائیں گی۔ اس لیے وہ ماہم کو مزید تنگ کرنے کے بجائے بڑی فرماں برداری کے ساتھ بولا۔

"جب آپ کہیں بندہ حاضر ہے۔"

"اسی سنڈے کو چلتے ہیں، کتنا وقت ہوا ہے سب گھر والے مل کر پکنک کے لیے نہیں گئے اور اب تو ماہم آپی بھی ہیں۔ سچ بڑا مزا آئے گا۔" سائرہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ثاقب نے کہا۔

"پھوپھو! مجھے کہیں نہیں جانا۔" ماہم روٹھے روٹھے انداز میں بولی۔

"لیکن کیوں۔۔۔" ثاقب نے کہا۔ وہ اس پکنک کو لے کر کافی ایکسائٹڈ ہو گیا تھا۔

"یہ اتنے نخرے جو دکھا رہا ہے۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"اور اب نخرے دکھانے کی باری تمہاری ہے۔" عدیم نے جھٹ سے کہا۔ سب بے ساختہ ہنس دیے۔

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں۔" ماہم

جھینپ گئی۔ ساتھ ہی اس نے پاس پڑا کشن اٹھا کر اسے مارا۔ ماہم کے آنے سے جہاں سائرہ بے حد خوش تھیں وہیں انہیں زندگی میں بیٹی کی کمی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ سائرہ کی بہت خواہش تھی کہ ان کی ایک بیٹی ہوتی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں کی ماں بنا دیا تو انہوں نے قسمت کے لکھے پر صبر شکر کرتے ہوئے اپنے دل میں بیٹی کے لیے موجود جذبات اور محبتوں کا رخ ماہم کی جانب موڑ دیا۔ انہوں نے ماہم کی صورت میں بیٹی کو تلاشا۔ یہ الگ بات کہ اس بیٹی کو وہ مہینوں یا سال بعد ہی دیکھ پاتیں۔

سائرہ کے شوہر جمال احمد کا بزنس کراچی میں سیٹ تھا، جبکہ بھائی اپنی جاب کے سلسلے میں پشاور میں مقیم تھے۔ البتہ ان کے درمیان موجود فاصلوں اور دوریوں نے ان کے پیار کو اور بھی بڑھا دیا تھا۔ سائرہ اب یہ سوچ سوچ کر ہی اداس ہو رہی تھیں کہ ماہم کے جانے سے گھر کتنا بے رونق اور سونا سونا ہو جائے گا۔ ماہم کے جانے کے تصور سے ہی وہ گھبرا جاتیں اور پھر ماہم چلی گئی۔ پتا ہی نہیں چلا اور دو مہینے گزر گئے۔ اسے وداع کرتے وقت سائرہ ایسے رو رہی تھیں گویا سچ مچ بیٹی کی رخصتی کر رہی ہوں۔ پھوپھو اور بھتیجی کو یوں روتا دیکھ کر عدیم نے انہیں چھیڑا۔

"آپ لوگ تو ایسے رو رہی ہیں جیسے یہ اپنے گھر نہیں گوانتاموبے جا رہی ہو۔" اس پر سائرہ نے اپنی آنسوؤں سے لبریز آنکھوں سے بڑی سختی سے اسے گھورا۔ کیونکہ رونے کی وجہ سے ان سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

سب ہی رو رہے تھے۔ ماہم نے انہیں اپنا عادی بنا دیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ برسوں اس گھر کا حصہ رہی ہو۔ اس کے بغیر گھر بہت خالی خالی لگنے لگا تھا۔ ثاقب اور تیمور جو دونوں اپنا فارغ وقت گھر میں گزارنے لگے تھے۔ ماہم کو بوریت سے بچانے کے لیے کبھی لڈو کھیلتے تو کبھی کرکٹ، تو کبھی دنیا جہان کے قصے سنتے سناتے۔ ماہم کے چلے جانے سے ان کی پرانی روٹین شروع ہو گئی تھی۔ کالج سے آتے ہی یا تو کمپیوٹر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے آگے بیٹھ جاتے یا پھر دوستوں کے ساتھ باہر نکل جاتے۔ عدیم اور جمال صاحب وہ تو اپنے بزنس میں اس قدر مصروف تھے کہ گھر کے لیے ان کے پاس بہت کم وقت بچتا تھا۔ سارا دن سائرہ گھر میں اکیلی ہوتیں۔ خالی گھر انہیں کاٹ کھانے کو دوڑتا۔ ایسے میں انہیں ماہم کی یاد ستانے لگتی۔ ان کی باتیں اس کے کانوں میں گونجتیں۔

اس روز سب کھانا کھا رہے تھے' جب ثاقب نے کہا۔

"میں ماہم آپی کو بہت مس کر رہا ہوں۔"

"صرف تم ہی نہیں... سب ہی انہیں مس کر رہے ہیں۔" پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے تیمور نے بھی حصہ لیا۔

"واقعی... مجھے خود بھی ماہم کی بہت یاد آتی ہے۔" سائرہ کے لہجے میں اداسی گھل گئی۔

"ماہم کی یا پھر اس کے کام کی۔" جمال صاحب مسکرائے۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ ماہم' سائرہ کو کوئی کام نہیں کرنے دیتی تھی۔

"میں اتنی خودغرض نہیں ہوں۔ مجھے ماہم سے محبت ہے' اس لیے مجھے اس کی یاد آتی ہے اور یہ اس کا بھی پیار ہی تھا جو اتنے دنوں مجھے آرام سے بٹھائے رکھا' ورنہ تمہاری وہ چہیتی بھانجیاں... انہیں ذرا سی توفیق نہیں ہوتی کہ بوڑھی ممانی جو اکیلے ہی ہماری خاطر داریوں میں لگی ہوئی ہیں ان کی کچھ مدد ہی کردیں۔ آتے ہی ٹی وی کے آگے بیٹھ جاتی ہیں۔ گویا انہوں نے ٹی وی کبھی دیکھا ہی نہ ہو۔" جانے کیوں جمال صاحب کی بات پر انہیں غصہ آگیا۔

"چلو اس بہانے ہی سہی' تم نے اپنے بوڑھا ہونے کا اعتراف تو کرلیا۔" جمال صاحب شرارت سے بولے۔

"یہ میں نے بات برائے بات کہا' ورنہ ایسی کوئی بات نہیں۔" سائرہ نے جھٹ سے تردید کی۔ ہر عورت کی طرح وہ بھی اپنی عمر کے بارے میں کانشس تھیں۔

"اب میں سوچ رہی ہوں کہ کچھ دن اور اسے روک لیتی۔"

"تم اسے چاہے جتنے دن بھی روکتیں' آخر کار اسے گھر جانا ہی تھا۔" جمال صاحب نے کہا۔

"کیا اچھا ہوتا اگر آپی ہمیشہ یہاں رہتیں۔" ثاقب نے اداسی سے کہا۔

"ایسا ہو بھی سکتا ہے۔" سائرہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ بہت دنوں سے دل میں دبی بات زبان پر آ ہی گئی۔ جمال صاحب پل بھر میں سمجھ گئے کہ سائرہ کا اشارہ کس جانب ہے۔

"وہ کیسے ممی؟" ثاقب بہت ہی اشتیاق سے بولا۔ تیمور بھی کھانے سے ہاتھ روک کر سوالیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھنے لگا۔

"عدیم اور ماہم کی شادی کرادیں تو۔" سائرہ نے اطمینان سے جواب دیا۔ ثاقب اور تیمور اچھل پڑے۔

"واؤ کیا آئیڈیا ہے۔"

"یہ خیال آپ کے ذہن میں پہلے کیوں نہیں آیا۔" تیمور خوش ہوتے ہوئے بولا۔

وہ دونوں اس نئے رشتے کا سن کر بے حد پرجوش ہوگئے تھے۔ جمال صاحب نے بھی رضامندی دے دی۔ سائرہ کی خوشی قابل دید تھی۔ اس کی ہمیشہ سے یہی خواہش تھی' لیکن ساتھ میں ڈر تھا کہ جانے جمال صاحب کیا کہیں گے۔ اب شوہر کی جانب سے گرین سگنل ملتے ہی وہ کہنے لگیں۔

"میں کل ہی بھائی جان اور بھابھی سے بات کرتی ہوں۔"

"میرے خیال میں ان لوگوں سے بات کرنے سے پہلے تم عدیم سے پوچھ لو تو زیادہ بہتر رہے گا۔" جمال صاحب نے کہا۔ عدیم اس وقت گھر پر نہیں تھا' اپنے کسی دوست سے ملنے گیا ہوا تھا۔

"عدیم کو بھلا کیا اعتراض ہونے لگا۔" سائرہ کے لہجے میں حیرانی در آئی۔

"اعتراض کی تو بظاہر کوئی بات نہیں' لیکن پھر بھی

احتیاط اچھی چیز ہے۔" سائرہ نے عجیب نظروں سے شوہر کی جانب دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔

"ٹھیک ہے' وہ آتا ہے تو میں اس سے بات کرتی ہوں۔" سائرہ نے پرسوچ انداز میں کہا۔

☆ ☆ ☆

"امی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" سائرہ کی بات سن کر عدیم کو جیسے کرنٹ لگا۔ وہ ابھی ابھی ہی گھر آیا تھا۔ آتے ہی سائرہ نے اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

"کیوں... کیا خرابی ہے ماہم میں۔" عدیم کے اس طرح ری ایکٹ کرنے پر سائرہ ناگواری سے بولیں۔

"ممی! ماہم میں کوئی خرابی نہیں' لیکن میں نے کبھی ماہم کے لیے ایسا نہیں سوچا۔ بلکہ میں نے ہمیشہ اسے بہن ہی مانا ہے۔" ماں کی بات سن کر وہ پریشان ہوگیا۔

"تم پاگل تو نہیں ہوگئے' وہ تمہاری کزن ہے' بہن نہیں۔ اکثر گھروں میں کزنز' بہن' بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ مگر اس سے وہ بہن' بھائی نہیں بن جاتے۔" سائرہ کو غصہ آگیا۔

"میرے اور بھی کزنز ہیں' لیکن جو احساسات میرے دل میں ماہم کے لیے ہیں وہ کسی اور کے لیے نہیں۔ بچپن سے میرے ذہن نے بہن کا جو خاکہ بنایا ہے ماہم اس پر پورا اترتی آئی ہے۔ میں اسے بہت پیار کرتا ہوں' بالکل اس طرح جیسے ایک بھائی اپنی بہن سے کرتا ہے۔" سائرہ گنگ سی کھڑی اسے دیکھنے لگیں۔ عدیم یہ کیا کہہ رہا تھا۔ ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ انکار بھی کرسکتا ہے۔

"عدیم! یہ تم کیا بے تکی اور بچکانہ سی بات کر رہے ہو۔"

"ممی! کیا آپ نہیں کہتیں کہ ماہم آپ کی بیٹی ہے۔" عدیم نے الٹا ان سے سوال کردیا۔ پریشان سی کھڑی سائرہ نے بے اختیار اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو پھر... جب میں اسے بہن مانتا ہوں تو یہ میرا بچکانہ پن کیسے ہوگیا... ممی! پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔ جو آپ چاہتی ہیں وہ پاسیبل نہیں۔ میرا ذہن اسے اس روپ میں کبھی بھی قبول نہیں کرے گا۔"

عدیم کا انکار سائرہ کے لیے بہت بڑا شاک تھا۔ انہوں نے عدیم کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی' لیکن اس کی الگ ہی سوچ تھی۔ اسے ماہم نئے رشتے کے ساتھ قبول نہیں تھی۔ سائرہ چاہتی تو زبردستی اپنی بات منوا سکتی تھیں' مگر وہ اپنی مرضی دوسروں پر مسلط نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بچوں کی خوشی کو اہمیت دی تھی' جبکہ یہاں تو معاملہ ہی عمر بھر کا تھا۔

کئی دنوں تک وہ سخت اپ سیٹ رہیں۔ ان کی شروع سے ہی یہی خواہش تھی کہ ماہم ان کی بہو بنے' مگر جب ماہم نے یہاں آکر ان کے گھر کو بہت احسن طریقے سے سنبھالا تھا تب سے انہوں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ ماہم کو ہی بہو بنائیں گی۔ ان کی نظر میں عدیم کے لیے ماہم سے بہتر کوئی لڑکی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ ماہم کی ساری خوبیاں ایک طرف کرکے بھی اس کا پلس پوائنٹ یہ تھا کہ وہ ان کی بھتیجی تھی۔ سب سے بے حد پیار کرتی تھی اور مخلص تھی۔ مگر افسوس ان کا یہ ارمان دل میں ہی رہ گیا۔ عدیم سختی سے اپنی بات پر قائم تھا' اس کا کہنا تھا۔

"ممی! آپ جس سے چاہیں میری شادی کردیں' مگر پلیز... مجھے اس رشتے کے لیے مجبور نہ کریں۔"

سائرہ ابھی عدیم کو منا ہی نہیں پائی تھیں کہ ماہم کا رشتہ اس کے پاپا نے اپنے دوست کے بیٹے کے ساتھ کردیا۔ جلد ہی شادی کی تاریخ بھی طے ہوگئی۔ یہ خبر سن کر ان کے اندر چھناکے سے کچھ ٹوٹ گیا۔

"کیا ضرورت تھی بھائی جان کو اتنی جلدی کرنے کی۔ کیا پتا عدیم مان ہی جاتا۔" انہوں نے دکھ کے ساتھ سوچا تھا۔

ماہم جس کی قسمت تھی اس کے گھر چلی گئی۔ شادی میں شرکت کے لیے سائرہ اور عدیم گئے تھے۔ ان کا دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن بھائی اور بھتیجی کی خوشی کے لیے انہیں جانا پڑا۔ ثاقب اور تیمور کے ایگزامز تھے جس کی وجہ سے وہ لوگ نہیں جاسکے۔ وہاں جاکر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماہم سے مل کر انہیں قدرے تسلی ہوئی۔ وہ اس رشتے سے بہت خوش نظر آرہی تھی۔ خوشیوں کے خوب صورت رنگ اس کے چہرے پر پھیلے ہوئے تھے۔ وقاص سے مل کر بھی انہیں اطمینان ہوا' وہ ہر لحاظ سے ماہم کے لیے موزوں تھا۔ ان کے دل میں جو کسک تھی وہ کچھ کم ہوگئی۔

سائرہ اور عدیم واپس آچکے تھے۔ وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزر رہا تھا۔ سائرہ ایک بار پھر عدیم کی شادی کے بارے میں سوچنے لگیں۔ وہ اپنی تنہائی سے گھبرا گئی تھیں۔ ان کے خیال میں بہو کے آنے سے ہی گھر کی رونق بڑھ سکتی تھی۔ خود لڑکی دیکھنے کے بجائے انہوں نے عدیم سے اس کی پسند پوچھی تھی۔

"ممی! میری زندگی میں ایسی کوئی لڑکی نہیں۔ میری پسند وہی ہوگی جسے آپ منتخب کریں گی۔" عدیم نے سب کچھ ان پر چھوڑتے ہوئے کہا۔

"اگر میری ہی مرضی سے شادی کرنی تھی تو پھر اس وقت میری پسند کو جھٹلایا کیوں تھا۔" سائرہ نے ناگواری سے کہا۔

"پتا نہیں ممی! آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ رہیں۔" عدیم کے لہجے میں بے بسی در آئی۔ سائرہ کو اس بات کا بے حد دکھ تھا کہ ماہم ان کی بہو بن نہ سکی اور اب عدیم کے لیے لڑکی ڈھونڈتے ہوئے یہ احساس اور بھی بڑھ گیا تھا ان کی نظر میں آج کل کی لڑکیاں لاپروا اور غیر ذمہ دار ہوتی ہیں اور پھر ایک دو ملاقاتوں میں کسی کے مزاج' عادت و اطوار کے بارے میں کچھ جاننا ناممکن سی بات تھی۔

دل میں طرح طرح کے اندیشے اور وسوسے لیے وہ مدیحہ کو بہو بنا کر لے آئیں یہ رشتہ ایک جاننے والوں کے توسط سے ہو رہا تھا۔ سائرہ پہلی ہی نظر میں مدیحہ کی من موہنی اور بھولی صورت سے متاثر ہوگئی تھیں۔ یہ الگ بات کہ ان کا دل مکمل طور پر مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ انہیں ڈر تھا کہ مدیحہ اس گھر میں کس طرح ایڈجسٹ کرے گی۔ وہ ان کی توقعات پر پوری اتر سکے گی بھی یا نہیں۔

مدیحہ ایک پیاری' سمجھ دار اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔ اس نے چند ہی دنوں میں سب گھر والوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ وہ بڑی بہو ہونے کے ناتے اپنی ذمہ داریاں بہ خوبی نبھا رہی تھی۔ مدیحہ کے رویے کو دیکھتے ہوئے سائرہ کو اب مطمئن ہونا چاہیے تھا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ غیر ارادی طور پر مدیحہ اور ماہم کا موازنہ کرتی رہتیں۔ ان کے خیال میں مدیحہ کچھ بھی کرلے وہ ماہم کی طرح نہیں ہوسکتی۔ اس سوچ کے ساتھ وہ مدیحہ کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی پکڑ کر تنقید کرتے ہوئے اسے ماہم کی مثالیں دیا کرتیں۔ ایسے میں مدیحہ ان کی ہر تنقید کو خاموشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ سنتی۔ سائرہ یہ بھول گئی تھیں کہ شوقیہ چند دنوں کے لیے کوئی کام کرنا الگ بات ہے اور حقیقی ذمہ داریاں اٹھانا اور بات۔۔۔

ماہم بھتیجی تھی اس لیے اس کی ہر ادا پیاری تھی وہ گھر کے کام کرتی یا پھر ثاقب اور تیمور کے ساتھ ہلا گلا مچائے رکھتی دونوں صورتوں میں سائرہ خوش تھیں۔ لیکن۔۔۔ اگر اب مدیحہ دیوروں کے ساتھ کھیلتی شور شرابا کرتی تو شاید سائرہ کو یہ سب برا ہی لگتا۔ بھتیجی اور بہو میں جو فرق ہے انہوں نے وہ فرق نظر انداز کیا ہوا تھا۔

گھر میں پوتی کی قلقاریاں گونجیں تو انہیں لگا کہ برسوں کی تمنا پوری ہوگئی' سب گھر والوں کی خوشی قابل دید تھی۔ خوب خوشیاں منائی گئیں' دعوتیں ہوئیں۔ ثاقب اور تیمور بھی چاچا بننے پر بے حد خوش تھے سارا دن ننھی بچی کے ساتھ کھیلتے رہتے۔ اس کے روئی کی طرح نرم گالوں کو چومتے تو کبھی اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھتے رہتے تھے۔

ثمن کے آجانے سے مدیحہ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں لیکن اس کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ سائرہ کو کوئی شکایت نہ ہو۔ انہی دنوں ماہم کے شوہر وقاص کا تبادلہ کراچی ہوگیا اور وہ لوگ یہیں شفٹ ہوگئے۔

اس روز سائرہ اور مدیحہ کو ماہم کے گھر جانا تھا۔ سائرہ

صبح صبح ہی تیار ہو کر بیٹھ گئیں ماہم سے عرصے بعد ملنے کی خوشی ان سے سنبھالی نہیں جارہی تھی۔ ماہم کی شادی کے بعد ان کی ملاقات نہیں ہوپائی تھی اور اب ماہم دو بیٹوں کی ماں تھی۔

"ممی! آپ عدیم کے ساتھ چلی جائیں۔ ثمن کی طبیعت ٹھیک نہیں اسی لیے میں نہیں جاسکوں گی۔" سارہ' مدیحہ کے تیار ہونے کا انتظار کررہی تھیں۔ جب مدیحہ نے آکر بتایا۔

"کیوں؟ کیا ہوا ثمن کو؟" وہ ایک دم سے پریشان ہوگئیں۔

"اس وقت تو ہلکا سا ٹمپریچر ہے مگر بعد میں طبیعت زیادہ خراب نہ ہوجائے اس وجہ سے میں نے سوچا کہ گھر پر رک جاتی ہوں۔" انہیں یوں پریشان ہوتا دیکھ کر مدیحہ جلدی سے بولی۔

"میرے خیال سے میں بھی پھر کبھی چلی جاؤں گی۔" ثمن کے معاملے میں وہ کچھ زیادہ ہی حساس ہوگئی تھیں۔

"ممی! فکر کی کوئی بات نہیں۔۔۔ آپ چلی جائیں ماہم انتظار کررہی ہوگی۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مگر۔۔۔" وہ تذبذب میں پڑ گئیں۔

"میں نے کہا نا ایسا کوئی بڑا مسئلہ نہیں اور پھر میں ہوں نا۔" مدیحہ نے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دی۔ مدیحہ کا خود بھی بہت دل چاہ رہا تھا ماہم سے ملنے کو۔ اس نے ماہم کا اتنا ذکر سنا تھا کہ اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ مگر ثمن کی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر اس کا جانا ملتوی ہوگیا۔

☆ ☆ ☆

سائرہ' ماہم کے گھر میں اس کے ساتھ بیٹھی تھیں' عدیم کچھ دیر بیٹھ کر جاچکا تھا۔ وقاص بھی آفس گیا ہوا تھا۔

"ماہم! تم خوش تو ہو نا؟" اس نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں پھوپھو! میں بے حد خوش ہوں۔ وقاص میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔" ماہم نے مان بھرے لہجے میں کہا۔

"تم واقعی ٹھیک کہہ رہی ہو؟" انہوں نے استفسار کیا جیسے ماہم کی بات پر انہیں یقین نہ آیا ہو کیونکہ وہ جب سے آئی تھیں ماہم کے حلیے کو دیکھ کر پریشان سی ہوگئی تھیں۔ الجھے بے ترتیب بال' ملگجا سا لباس اور اس پر بے ڈول سا جسم' دیکھنے میں وہ کہیں سے بھی پرانی ماہم نہیں لگ رہی تھی بس بات کرنے کا انداز اب بھی وہی تھا بلکہ بولنے کی اسپیڈ کسی حد تک بڑھ گئی تھی۔ پہلے تو اس کی حالت دیکھ کر شک ہوا کہ کہیں وقاص کے ساتھ جھگڑا نہ ہوگیا ہو مگر اس کے انداز اور چہرے کے تاثرات سے ایسا کچھ نہیں لگ رہا تھا۔

"ماہم! لگتا ہے تم اپنا بالکل بھی خیال نہیں رکھتیں۔"

"وقاص بھی یہی کہتے ہیں مگر آپ خود سوچیں کتنے کام ہوتے ہیں گھر کے۔ فرصت ہی کہاں ملتی ہے اور اب میں کسی ماڈل کی طرح بن ٹھن کر گھر میں تو نہیں رہ سکتی نا۔" بہت ہی لاپروا انداز میں کہہ رہی تھی۔

"پھر بھی بیٹا! انسان کو خود اپنے لیے بھی وقت نکالنا چاہیے۔"

"چھوڑیں پھوپھو! یہ بتائیں مدیحہ کیسی ہے۔ اس کے بارے میں بتائیں۔ مجھے بہت اشتیاق تھا اس سے ملنے کا۔" اس نے بات ہی بدل دی۔

یہ دیکھ کر سائرہ مسکرا دیں اور اسے مدیحہ کے بارے میں بتانے لگیں۔ اسی اثنا میں ماہم کا گول مٹول سا بیٹا رونے لگا۔

"لگتا ہے اسے بھوک لگی ہے۔ پھوپھو! آپ اسے تھوڑی دیر کے لیے سنبھالیں۔ میں اس کے لیے سیریلیک بنا کر لاتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے ماہم نے صمد کو انہیں پکڑایا اور خود کچن کی جانب چل دی۔

صمد چپ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ سائرہ اسے گود میں اٹھائے ماہم کے پیچھے کچن میں آگئیں۔ وہاں کی حالت دیکھ کر سائرہ حیران رہ گئیں۔ سنک گندے برتنوں سے بھرا پڑا تھا۔ سلیب پر آٹے کے ذرات پھیلے ہوئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک جانب انڈے کے چھلکے پڑے تھے۔
"ماہم! یہ برتن رات کے پڑے ہوئے ہیں۔" سائرہ نے صمد کو اسے پکڑاتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔
"جی پھوپھو! رات کو میرے سر میں درد تھا۔ اس لیے میں یہ دھو نہ سکی۔" کمال بے نیازی سے جواب دیا گیا۔
"رات تمہارے سر میں درد تھا تو صبح سے تم کیا کر رہی تھیں؟" یہ سائرہ محض دل میں کہہ سکیں۔ ڈرائنگ روم میں بھی بہت بے ترتیبی تھی لیکن کچن کی تو حالت زیادہ خراب تھی۔ سائرہ بہت ہی صفائی پسند طبیعت کی مالک تھیں۔ گندگی اور بے ترتیبی ان سے بالکل ہی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے یہ سب دیکھ کر انہیں بہت عجیب لگ رہا تھا۔
"ماہم! تم صمد کو سیریلیک کھلاؤ' تب تک میں یہ برتن دھو دیتی ہوں۔" اس سے رہا نہ گیا۔
"ارے پھوپھو! میں یہ بعد میں دھولوں گی۔" اس کا فی الحال بھی برتنوں کو دھونے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آرہا تھا۔
"کوئی بات نہیں ہم باتیں بھی کریں گے اور ساتھ میں کام بھی ہو جائے گا۔" صمد کو کھلانے کے بعد مارے شرم کے ماہم بھی کچن کی صفائی میں ان کا ساتھ دینے لگی۔ کچھ ہی دیر میں وہاں کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔
ماہم سائرہ کو لے کر اپنے بیڈ روم میں آگئی۔ وہاں کی حالت بھی باقی گھر سے مختلف نہیں تھی۔ گیلا تولیہ ابھی تک بیڈ پر پڑا تھا۔ سائرہ کو ماہم پر بے انتہا حیرت ہو رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ آج ان لوگوں نے آنا تھا پھر بھی اس نے نہ تو گھر صاف کیا اور نہ ہی خود پر کوئی توجہ دی تھی۔
کھانے کا وقت قریب ہونے کو تھا مگر ماہم کو جیسے کوئی فکر ہی نہیں تھی۔ سائرہ سے اس بار بھی صبر نہ ہوا تو انہوں نے پوچھ ہی لیا۔
"وقاص لنچ گھر پر کرتا ہے؟"
"نہیں پھوپھو! لنچ تو وہ آفس میں ہی کرتے ہیں لیکن آج میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ کھانا باہر سے لے آئیں۔ میری پھوپھو آرہی ہیں۔ میں ان کے ساتھ ڈھیر ساری باتیں کروں گی۔" ماہم ان سے پیار جتاتے ہوئے بولی۔
"اچھا... میرا تو خیال تھا کہ آج میں اپنی بیٹی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھاؤں گی۔"
"چلیں پھر کبھی سہی... ویسے بھی میرے ہاتھ میں ذائقہ بالکل بھی نہیں۔ شاید اس لیے کہ مجھے کھانا پکانے میں ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔ وقاص اکثر باہر سے تیار کھانا ہی لے آتے ہیں۔" ماہم نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"لیکن پہلے تو تمہیں بے حد شوق تھا کوکنگ کا..." وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔
"وہ تو چند دنوں کا شوق تھا جس سے میں جلد ہی بور ہو گئی تھی۔" ماہم' صمد کا ڈائپر بدلتے ہوئے بولی۔ ساتھ میں اس نے گندہ ڈائپر بیڈ کے ساتھ نیچے کارپٹ پر رکھ دیا۔ آج اپنی ہر بات سے ماہم حیران کر دینے پر تلی ہوئی تھی۔ وہ ٹکر ٹکر اسے دیکھے جا رہی تھیں۔
"ماہم! گندہ ڈائپر رکھنے کی یہ جگہ تو نہیں تھی۔"
"اس وقت میرا اٹھنے کا موڈ نہیں ہے۔ جب کسی کام سے اٹھوں گی تو اسے بھی دیکھ لوں گی۔" بہت ہی لاپروا انداز میں جواب ملا۔ سائرہ یہ سوچ کر ہی رہ گئیں کہ کم از کم ہاتھ تو دھولو۔ ساتھ میں انہیں ماہم کے موٹاپے کی طرف مائل جسم کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔ سارا دن ماہم کے ساتھ گزار کر جب شام کو وہ واپس جا رہی تھیں تو ایک ہی بات ان کے ذہن میں تھی۔
"شکر ہے آج مدیحہ میرے ساتھ نہ آسکی ورنہ وہ دل میں کیا سوچتی کہ یہ ہے وہ ماہم جس کی میں اسے مثالیں دیا کرتی تھی۔" ایک بار پھر وہ ماہم اور مدیحہ میں موازنہ کرنے لگیں' مگر اب ان کے سوچنے کا انداز بدل گیا تھا۔ ماہم کی محبت جو ان کے دل میں تھی ہرگز کم نہیں ہوئی تھی وہ اب بھی اس سے بے انتہا پیار کرتی تھیں مگر اسے بہو نہ بنانے کی جو پھانس اب تک دل میں چبھی ہوئی تھی وہ نکل گئی تھی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام آپکو تمام ڈائجسٹ ناولز اور عمران سیریز بالکل مفت پڑھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک کے ساتھ ڈاؤنلوڈ کرنے کی سہولت دیتا ہے۔
اب آپ کسی بھی ناول پر بننے والا ڈرامہ آنلائن دیکھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک سے ڈاؤنلوڈ بھی کر سکتے ہیں۔
For more details kindly visit
http://www.paksociety.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فرحت شوکت

دنامیری ضد

"ہیلو۔" وہ ابھی ابھی آفس سے گھر لوٹا تھا اور گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے لاؤنج کی طرف بڑھ رہا تھا جب دائیں ہاتھ میں موجود سیل پر ماما کا نمبر دیکھ کر اس نے فوراً فون کان سے لگالیا۔

"کیسے ہو عدید؟" دوسری طرف اس کی آواز سنتے ہی ماما نے بے تابی سے اس کی خیریت دریافت کی۔

"ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں اور پاپا کا بلڈ پریشر لیول نارمل ہوا یا نہیں؟"

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے ہاتھ میں پکڑے کوٹ کو صوفے کی طرف اچھالتے ہوئے پوچھا پھر خود بھی سنگل صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گیا اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرنے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا اور اللہ کا شکر ہے اب تمہارے پاپا بھی پہلے کی نسبت بہت بہتر ہیں۔ تم سناؤ تم تو ٹھیک ہو نا؟" ان کے انداز میں خالصتاً ماؤں والی فکر نمایاں تھی۔

"کہا تو ہے میں ٹھیک ہوں پھر بار بار کیوں پوچھ رہی ہیں آپ؟" پتا نہیں کیوں اس وقت ان کی یہ تشویش اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

"تمہاری ماں ہوں بیٹا اور تم ہم سب سے دور اکیلے ہو تو کیا میں پریشان نہیں ہوں گی؟" اس کے لہجے سے چھلکتی ناراضی کو وہ با آسانی محسوس کر سکتی تھیں تب ہی نرمی سے بولیں۔

"سوری۔" جلد ہی اسے اپنے رویے کا احساس ہو گیا تھا سو فوراً معذرت کر ڈالی۔

"عدید ایک بات کہوں؟" تھوڑی دیر بعد باتوں کے دوران انہوں نے استفساریہ انداز میں محبت سے بھرپور لہجے میں کہا مبادا وہ ہمیشہ کی طرح ہتھے سے نہ اکھڑ جائے۔

"جی کہیے۔" وہ تھکی تھکی بند آنکھوں کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے دھیرے دھیرے سہلاتے ہوئے بولا۔

"تم جرمنی ہمارے پاس آجاؤ بیٹا اور یہیں آکر اپنا بزنس....." ان کی بات پر اس کی بند آنکھیں یکدم کھل گئیں۔ ہمیشہ کی طرح وہ ان کی اس بات پر چڑ سا گیا تھا تب ہی ان کی بات کاٹ کر تیزی سے گویا ہوا۔

"میں نے آپ سے پہلے بھی کئی بار کہا ہے میں پاکستان میں بالکل ٹھیک ہوں اور میں یہیں رہوں گا۔ اس کے علاوہ میرا بزنس یہاں اچھی طرح Stable ہو چکا ہے ایسے میں سب کچھ ختم کر کے جرمنی آجاؤں یہ کہاں کی عقلمندی ہے اینڈ یو نو ویری ویل ماما میں یہاں کس کی وجہ سے ہوں؟"

آخری بات کہتے ہوئے اس کا لہجہ کچھ ٹوٹ سا گیا تھا وہ مزید کچھ نہ بول سکا اور خاموش ہو گیا۔

یقیناً ماما کو بھی اس کی کیفیت کا بخوبی علم ہو چکا تھا اسی لیے وہ بھی چپ ہو گئیں پھر چند ثانیے بعد وہ کمزور سی آواز میں گویا ہوئیں۔

"اس کا کچھ پتا نہیں ہے وہ کہاں ہے پھر بھی تم اسے۔"

"ماما پلیز کلوز دس ٹاپک ناؤ۔ میں آپ سے بعد میں بات کرتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے اتنا کہہ کر فوراً" کال ڈس کنیکٹ کردی اور پھر دکھتے سر کو صوفے کی پشت پر گرا کر آنکھیں موندلیں۔

اسے پاکستان آئے تقریباً" دو سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور ان دو سالوں میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں آیا تھا جب وہ اس کی تلاش میں ادھر ادھر نہ بھٹکا ہو لیکن نتیجہ وہی..... خالی نظر اور خالی ہاتھ۔

"صاحب جی کھانا لگادوں؟"

وہ اگلے کئی لمحوں تک صوفے کی پشت پر سر گرائے آنکھیں موندے بے ترتیبی سے ایک ہی پوزیشن میں نیم دراز تھا جب بشیر کی آواز پہ اس نے اسی حالت میں رہتے ہوئے بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو اس کے بالکل سامنے مودبانہ انداز میں دونوں ہاتھ آگے کی جانب باندھے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

خالی خالی نظروں سے کچھ دیر وہ بشیر کو تکتا رہا پھر ایک گہرا سانس لیتا سیدھا ہو بیٹھا اور کف لنکس کھولتے ہوئے گویا ہوا۔

"نہیں یار بھوک نہیں ہے مجھے۔ تم ایسا کرو میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ایک فائل رکھی ہوگی وہ لے کر آجاؤ۔" اس نے ٹیبل پر رکھی گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھائی جس کو بشیر نے آگے بڑھ کر تھاما اور لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر صوفے پر پڑا کوٹ اور سنٹرل ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھا کر سست روی سے چلتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

"چائے پیو گے؟" آج صبح سے ہی وہ طبیعت میں عجیب سا بوجھل پن محسوس کر رہا تھا جس کے باعث آفس میں بھی وہ پوری توجہ سے کام نہیں کر پا رہا تھا اس لیے وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر احسن کی طرف چلا آیا کہ شاید طبیعت کچھ بہل جائے لیکن احسن کے ساتھ معمول کی طرح باتیں کرنے کے بجائے وہ بس ہوں ہاں میں جواب دیے جا رہا تھا۔

"نہیں موڈ نہیں ہے۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کچھ زیادہ ہی ڈسٹرب دکھائی دے رہے ہو آج' رات بھر جاگتے رہے ہو؟" احسن نے نیند کی کمی کے باعث اس کی سرخ پڑتی آنکھوں اور تھکے تھکے سے وجود کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جواباً" اس نے محض ایک نظر اٹھا کر احسن کو دیکھا پھر دوبارہ ہاتھ میں پکڑے پیپر ویٹ کی جانب متوجہ ہو گیا جس کو وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرنے کے شغل میں مصروف تھا۔

"شیریں آنٹی نے جو ایڈریس دیا تھا وہاں گئے تھے؟"

اسے مستقل خاموش دیکھ کر احسن نے اگلا سوال کیا جس پر اس نے ہاتھ میں پکڑا پیپر ویٹ ٹیبل پر رکھا اور دھیمے مگر یاسیت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"گیا تھا۔"

"کیا ہوا؟"

"دو ماہ پہلے وہ لوگ وہاں سے کہیں اور شفٹ کر گئے ہیں۔" وہ تفکر سے پیشانی مسلتے ہوئے بولا۔

"جو اب وہاں رہتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے کہاں شفٹ کیا ہے؟" احسن کمپیوٹر آف کر کے پوری طرح اس کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

"نہیں۔ انہیں کچھ نہیں پتا۔" اس کے بتانے پر احسن بھی ایک لمحہ کے لیے مایوس سا ہو گیا۔ لیکن اس کی حالت دیکھ کر وہ قدرے عام سے لہجے میں بولا۔

"کوئی بات نہیں یار اور ویسے بھی مہران انکل نے بتایا تھا نا کہ پچھلے مہینے....."

"اوکے میں چلتا ہوں۔" وہ احسن کی بات سنے بغیر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ون منٹ عدید۔" احسن کے روکنے پر وہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا ہے یار یوں اچانک کیوں چل پڑے ہو' کوئی بات بری لگی ہے تو بتاؤ۔" احسن اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے بس دل گھبرا رہا ہے اس لیے۔"

"جھوٹ مت بولو۔" احسن نے ٹوکا تو وہ ایک لمحہ کے لیے چپ ہو گیا پھر آزردہ لہجے میں گویا ہوا۔

"اور کیا کروں احسن' دو سال سے پاگلوں کی طرح پورے شہر کو چھان رہا ہوں لیکن..... لیکن کچھ اتا پتا نہیں ہے اس کا جس نے جہاں بتایا ہے وہاں لمحے سے پہلے پہنچ جاتا ہوں مگر خالی ہاتھ ہی گھر لوٹتا ہوں۔ کسی بھی رشتہ دار سے کانٹیکٹ میں نہیں ہے وہ۔ آخر ایسی کون سی جگہ ہے جہاں میں پہنچ ہی نہیں پا رہا ہوں۔" وہ بہت دلگرفتہ دکھائی دے رہا تھا۔ احسن نے تسلی آمیز انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور حوصلہ دیتے ہوئے بولا۔

"تمہاری لگن سچی ہے عدید اور تم دیکھنا ان شاءاللہ اسے ضرور پالو گے۔" احسن کی بات پر وہ ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

"چلو باہر چلتے ہیں کھانا وانا کھاتے ہیں۔ تھوڑی واک بھی ہو جائے گی کم آن۔" اس کا موڈ بحال کرنے کی خاطر احسن زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر آفس سے باہر لے آیا۔

"تم جرمنی کب جا رہے ہو؟" کھانا کھانے کے دوران احسن نے پوچھا۔

"کل صبح کی فلائیٹ ہے۔" پانی کا گلاس منہ کی طرف لے جاتے ہوئے اس نے بتایا۔

"ہوں اور واپسی کب ہو گی؟" احسن نے اگلا سوال کیا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا بٹ مے بی مہینہ لگ جائے۔" اس نے جواب دیا۔

"اتنے دن' خیریت تو ہے نا؟" احسن ایک مہینہ کا سن کر حیران ہوا تھا۔

"ہاں خیریت ہی ہے جرمنی تو ماما کے بلانے پر جا رہا ہوں۔ وہ کئی دنوں سے مسلسل فون کر رہی تھیں اور جرمنی آنے پر اصرار کر رہی تھیں سو میں نے سوچا ان سے مل کر واپسی میں آسٹریلیا بھی چلا جاؤں گا وہاں سے کال آ رہی ہے دو ہفتے بعد میٹنگ ہے تب تک ماما پاپا کے ساتھ وقت گزار لوں گا۔ بس دعا کرنا یار وہ انٹرنیشنل کمپنی آرڈر پاس کر دے۔"

وہ کھانا کھا کر فارغ ہو چکا تھا اور اب احسن کو اپنی نیکسٹ پلاننگ سے آگاہ کر رہا تھا۔ پہلے کی نسبت وہ اب کافی حد تک ریلیکس دکھائی دے رہا تھا۔

"ہاں بالکل یار۔ اللہ تمہیں ضرور کامیاب کرے گا ان شاءاللہ۔"

بل پے کرتے ہوئے احسن نے صدق دل سے دعائیہ انداز میں کہا تو وہ ممنون نظروں سے احسن کو دیکھنے لگا۔ جو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ تھا۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے احسن نے اسے گھر ڈراپ کر دیا۔

احسن اسے بہت اچھی طرح جانتا تھا تب ہی اس کی اداسی اور پریشانی کو بھانپ کر اسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا اور آج بھی اس نے ایسا ہی کیا تھا۔ احسن اپنی اس کوشش میں اکثر ہی کامیاب بھی ہو جاتا تھا جیسے آج ہوا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ جب بھی اس کو تلاش کرنے کے بعد تنہا گھر لوٹتا تھا تو دنوں تک اپنے ٹوٹتے دل اور وجود کو بکھرنے سے بچانے کی کوشش میں ہلکان رہتا تھا اور آج بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ جب سے وہ شیریں آنٹی کے بتائے ایڈریس پر گیا تھا اور وہاں سے بھی کوئی نشان نہ پا کر واپس آیا تھا دل عجیب سی کیفیت میں گھر گیا تھا۔

لیکن اب وہ پہلے کی نسبت خود کو بہتر محسوس کر رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں احسن کا شکریہ ادا کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جو اسے مایوسی کی حد پر جانے سے پہلے واپس لے آتا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہمیشہ کی طرح گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے آج بھی وہ ارادی و غیر ارادی طور پر سڑک کے دائیں بائیں جانب دیکھ رہا تھا۔ اس امید پر کہ کہیں بالکل اچانک روڈ کراس کرتے ہوئے شاپنگ مال سے نکلتے ہوئے یا پھر ٹریفک سگنل پر رکتی ٹیکسی میں سے کسی ایک میں بیٹھی وہ اسے نظر آجائے۔ لیکن ان دو سالوں میں ایک بار بھی وہ اسے دکھائی نہیں دی تھی۔

"کاش ایک بار..... صرف ایک بار وہ اسے مل جائے پھر چاہے اپنا آپ گنوا کر بھی اسے پانا پڑا تو وہ گریز ہرگز نہیں کرے گا۔ اس کے بغیر تو اسے اپنا وجود بھی بہت بے معنی سا لگنے لگا تھا۔ ایک اس کی تلاش ہی تھی جو اسے جینے اور سانس لینے پر مجبور کیے ہوئے تھی ورنہ....."

آفس آچکا تھا۔

سوچوں میں گم کب آفس آیا اسے پتا ہی نہ چلا۔ اس نے فوراً" گاڑی کو بریک لگایا اور ونڈ اسکرین سے دکھائی دینے والے اپنے آفس کی بلڈنگ پر ایک نظر دوڑائی۔ کتنی محنت اور لگن کے بعد وہ شہر کے اس مصروف ترین ایریا میں اپنا آفس اور ملک بھر میں بزنس اسٹیبلش کرنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔ یہ وہی جانتا تھا لیکن جس کے لیے اس نے یہ سب کچھ پایا تھا اسے ہی کھو چکا تھا۔

"نہیں، میں نے اسے نہیں کھویا۔ وہ میرے پاس ہے اور رہے گی جیسے ہمیشہ سے تھی۔"

اس نے اپنے خیال کی سختی سے نفی کی۔ اسے کھونے کے احساس کو وہ اپنے اندر کہیں محسوس کرنا ہی نہیں چاہتا تھا سو جلدی سے اپنی سوچ کو رد کرتا فرنٹ سیٹ کی بیک پر رکھا اپنا کوٹ اٹھائے گاڑی سے باہر نکل آیا اور گاڑی لاک کر کے ڈرائیونگ ایریا کو کراس کرتا بلڈنگ کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا۔

لفٹ کے ذریعے تھرڈ فلور پر پہنچتے ہی اس نے بائیں ہاتھ میں بندھی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑائی۔

صبح کے آٹھ بجے تھے۔

وہ شروع سے ہی بہت پنکچوئل تھا اسی لیے ٹائم پر آفس پہنچنا اس کی عادت میں شامل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا پورا اسٹاف آن دا ٹائم آفس میں موجود ہوتا تھا۔ آگے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے دائیں بازو پر رکھا کوٹ پہنا اور ٹائی کی ناٹ کو درست کرتا چند قدم کے فاصلے پر موجود اپنے آفس میں داخل ہو گیا۔

"گڈ مارننگ سر۔" جیسے ہی اس نے اپنے شاندار آفس میں قدم رکھا۔ دائیں اور بائیں جانب بنے کیبن میں کام کرتے ورکرز ایک دم حرکت میں آچکے تھے اور اپنی سیٹ سے اٹھ کر اسے سلام کرنے لگے۔

ایک سیکنڈ کے لیے اس نے آفس میں موجود تمام لوگوں پر ایک طائرانہ سی نظر دوڑائی پھر مضبوط قدموں سے چلتا ہوا پراعتماد انداز میں سر کے اشارے سے سب کے سلام کے جواب دیتا اپنے روم کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر دائیں جانب رو میں بنے کیبن میں سے ایک کیبن پر جا پڑی۔ بے ساختہ اس کے قدم زمین پر جم گئے تھے وہ محض لمحہ بھر کو ہی اسے دیکھ پایا تھا اور اس ایک لمحے میں جتنی بار اس کا دل زور زور سے دھڑک سکتا تھا دھڑک اٹھا تھا۔ اسٹاف کی موجودگی کا احساس شدت سے غالب آچکا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس پر دوسری نظر ڈالے بغیر اسی رفتار اور پروقار انداز سے چلتا ہوا اپنے روم کا ڈور کھول کر اندر چلا آیا۔

دروازہ بند کر کے وہ کئی ثانیے تک دروازہ کے ساتھ لگا کھڑا رہا اور اس ایک لمحے کو سوچنے لگا۔ اس نے صرف چند قدموں کے فاصلے پر اسے اب سے چند منٹ پہلے دیکھا ہے خود کو یہ یقین دلانا اسے بہت دشوار ہو رہا تھا۔ مگر یہ ایک حقیقت تھی۔ خوب صورت حقیقت۔

بے ترتیب سانسوں اور سرشار وجود کو بمشکل سنبھالے وہ اپنی چیئر کی طرف بڑھ گیا اور کوٹ اتار کر سیٹ کی بیک پر پھیلا دیا۔ پھر خوشی سے بھرپور انداز میں چیئر پر بیٹھ گیا۔ دونوں کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے، نظریں ایک نقطہ پر مرکوز کیے نہ جانے کتنی دیر تک وہ اس پل کو سوچتا اور محسوس کرتا رہا جب بالکل اچانک اس نے اسے دیکھا تھا۔ اسے اپنے بدن میں رواں خون تیزی سے دوڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے ابھی اور اسی وقت اپنے سامنے لا کھڑا کرے اور خود پر گزری اذیت کا احوال اسے کہہ سنائے لیکن ابھی یہ ممکن نہیں تھا۔

وہ جانتا تھا اس کی شکایت اور ناراضی کو ایک دم دور نہیں کیا جا سکتا سو اراوہ ملتوی کر دیا۔ وہ اس سے بے حد خفا تھی اس کا اندازہ اسے تھوڑی دیر پہلے اس کے چہرے کے تاثرات سے بخوبی ہو چکا تھا۔ بہرحال کچھ بھی تھا اس کی روح کو تو جیسے اب قرار سا مل گیا تھا۔ سو جتن کر کے بھی اسے منانا پڑا تو ہرگز پیچھے نہیں ہٹتا کہ اب وہ اسے خود سے دور کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ جو دو برسوں سے یہاں سے وہاں اسے ڈھونڈ رہا تھا وہ تو اس کے بے حد قریب تھی اس کے اپنے آفس میں..... یہ احساس کس قدر خوشگوار تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔

اس نے طمانیت بھرا سانس اپنے اندر اتارا اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اسے سوچنے لگا۔ مسکراہٹ تھی کہ خود بخود اس کے چہرے پر بکھری جا رہی تھی۔ اپنی یہ کیفیت اسے بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہو سکتا ہے تسمینہ آنٹی نے اس کی شادی کردی ہو اللہ نہ کرے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو کیا کرو گے؟" چند دن پہلے کہے گئے احسن کے لفظوں کی بازگشت نے اس کے ہلکے پھلکے ہوتے وجود کو یکدم بوجھ تلے دبا ڈالا تھا۔

جس وقت احسن نے یہ بات کی تھی تب بھی وہ اندر تک لرز اٹھا تھا اور اب تھوڑی دیر پہلے والا اطمینان اور اندر تک اترتی سرشاری کہیں معدوم ہو چکی تھی۔ لمحے بھر میں وہ حد درجہ پریشان اور مضطرب ہو کر رہ گیا تھا۔

اضطراب کے عالم میں وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بے چینی سے یہاں سے وہاں چلنے لگا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

کیسے اس کے بارے میں معلوم کرلے؟

"مے آئی کم ان سر؟" اسی اثناء میں پینتالیس سالہ توقیر صاحب دروازے پر دستک دے کر اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

تو وہ خود کو سنبھالتا دوبارہ اپنی چیئر پر جا بیٹھا۔

"یس کم ان توقیر صاحب۔" وہ کل رات ہی آسٹریلیا کے ٹور سے واپس آیا تھا اور اب توقیر صاحب اسے آفس سے متعلق گزشتہ ایک ماہ کے دوران ہونے والی تفصیلات سے آگاہ کر رہے تھے جن کو وہ غائب دماغی سے سن رہا تھا۔

"اس کے علاوہ آپ کی غیر موجودگی میں میں نے دو ایمپلائیز کو کمپیوٹر سیکشن کے لیے اپائنٹ کیا تھا۔ ان میں سے ایک جہان خان ہیں جبکہ دوسری ایمپلائے ماہین عزیز ہیں اور فیکٹری کے....."

"دونوں ایمپلائیز کا ڈیٹا ہے آپ کے پاس؟" ماہین عزیز کے نام پر اس نے یکدم چونک کر سامنے بیٹھے توقیر صاحب کو دیکھا جو فائل میں درج تمام پوائنٹ کو باری باری پڑھ کر سنا رہے تھے۔

"یس آف کورس سر۔" توقیر صاحب نے خاصے پُراعتماد انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے آپ مجھے ان کا ڈیٹا بھجوا دیجیے میں ان ایمپلائیز کے بورڈنگ ریکارڈز کو چیک آؤٹ کرنا چاہتا ہوں۔ باقی تفصیل میں آپ سے بعد میں معلوم کرلوں گا۔"

اپنے چہرے کے تاثرات اور اندرونی حالت کو بمشکل چھپاتے ہوئے عام سے انداز میں کہا پھر ٹیبل پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ توقیر صاحب اٹھ کر جا چکے تھے جبکہ وہ اضطراری کیفیت میں چیئر کی پشت سے ٹیک لگائے توقیر صاحب کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ توقیر صاحب ہاتھ میں دونوں ڈیٹا فائلز اٹھائے اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تو اس نے تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ ہاتھ بڑھا کر فائلز تھام لیں۔

"تھینک یو توقیر صاحب۔" وہ اتنا کہہ کر ماہین عزیز کی ڈیٹا فائل کی جانب متوجہ ہو گیا۔

توقیر صاحب جا چکے تھے۔

"میں ایم سی ایس کر کے رہوں گی' دیکھ لینا۔"

کوالیفیکیشن پروفائل میں درج ماہین عزیز کی کوالیفیکیشن پر نظر پڑتے ہی اس کے کانوں میں اس کی یقین سے بھرپور آواز سنائی دی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ شروع سے ہی کمپیوٹر میں انٹرسٹڈ تھی اور اسی لیے ایم سی ایس کرنا چاہتی تھی لیکن پھپھو بالکل نہیں چاہتی تھیں کہ وہ ایم سی ایس کرے کیونکہ وہ تو پہلے ہی اس کی کمپیوٹر میں حد درجہ دلچسپی سے خائف رہتی تھیں۔ اگر وہ ایم سی ایس کرنے کا ارادہ کرتی تو یقیناً" اس کی صورت کسی کو بھی دیکھنے کو نہ مل پاتی۔ لیکن وہ ماہین ہی کیا جو کہہ کر پیچھے ہٹ جاتی۔

اس کے ارادے کی مضبوطی پر وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ پھر اچانک کچھ یاد آنے پر وہ انتہائی عجلت میں مطلوبہ پروفائل پر پہنچا۔ پرسنل پروفائل میں موجود Marital Status (ازدواجی درجہ) پر اس کی نظر ٹھہر سی گئی تھی۔ نہ جانے آگے کیا لکھا ہو گا؟ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ آگے پڑھنے کی سکت وہ خود میں ہرگز پیدا نہیں کر پا رہا

تھا۔ اگر۔۔۔ اگر وہ میرڈ ہوئی تو۔۔۔؟

"نہیں' نہیں۔" اس خیال کے ساتھ ہی اس نے غیر ارادی طور پر ڈیٹا فائل بند کی اور تیز چلتی سانسوں کی رفتار کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"وہ صرف میری تھی اور میری ہی ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں خود سے مخاطب ہوا۔ پھر ٹیبل پر رکھی ماہین عزیز کی فائل کو اٹھا کر دیکھنے لگا اور اس بار بھی اس کا دل انجانے خدشے کے تحت زور سے دھڑک اٹھا تھا لیکن کبھی تو یہ عقدہ کھلنا تھا نا تو پھر ابھی کیوں نہیں؟

یہی سوچ کر اس نے فائل کے صفحے پلٹنے شروع کر دیے اور کوالیفکیشن پروفائل پر اس کی نظر ٹھہر گئی۔ Marital Status کی لائن میں Unmarried کا لفظ پڑھتے ہی گویا اس کا دل اپنی جگہ پر آ رکا تھا اور بے ترتیب سانسوں کو یکدم قرار سا مل گیا تھا۔

اس نے انتہائی اطمینان بھرا سانس اپنے اندر اتارا پھر زیر لب مسکراتے ہوئے فائل بند کر کے ٹیبل پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سر کے پیچھے باندھتے ہوئے چیئر سے مطمئن انداز میں ٹیک لگائے اسے سوچنے لگا جس کو وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر پایا تھا اب اچانک اسے اپنے سامنے دیکھنے کی خواہش اس کے سینے میں مچلنے لگی تھی۔

وہ بے تابی سے سیدھا ہو بیٹھا اور اس سے ملنے' اس سے باتیں کرنے اور اسے جی بھر کر دیکھنے کا طریقہ سوچنے لگا۔

"مس کرن ابھی پورے اسٹاف کو میٹنگ روم میں کلیکٹ کیجیے ایک ارجنٹ میٹنگ کرنی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد اس نے کچھ سوچ کر انٹر کام پر اسسٹنٹ کو ہدایت دی پھر اس کی فائل اٹھا کر پیپر پر لکھے اس کے نام کو محبت سے تکنے لگا۔

"ماہین عزیز۔" اگلے دس منٹ بعد جس وقت وہ میٹنگ روم میں داخل ہوا لمبی میز کے آمنے سامنے ۔۔۔ رکھی چیئرز پر کمپنی کا پورا اسٹاف براجمان اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کو میٹنگ روم میں داخل ہوتے دیکھ کر سب یک لخت اپنی اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"پلیز سیٹ۔" وہ سائیڈ پر رکھے ڈائس کی طرف بڑھتے ہوئے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا تو اس کے ڈائس پر پہنچتے ہی سب اس کی پریشن پر اپنی اپنی چیئرز پر بیٹھ گئے۔

"آپ سب کو اچانک کال کرنے کا مقصد آپ کو انفارم کرنا تھا کہ آسٹریلیا کی جس کمپنی سے ہماری کمپنی کا دو سالہ معاہدہ ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔" وہ بڑی روانی سے انگلش لب و لہجے میں باری باری سب کی جانب دیکھتے ہوئے مخاطب تھا۔ جبکہ اس کے بتانے پر سب کے چہروں پر خوشی پھیل گئی اور اس سمیت سب ایک دوسرے کو اتنی بڑی کامیابی پر مبارکباد دینے لگے۔ اس دوران اس نے اپنے بائیں رو میں تیسری سیٹ پر بیٹھی ماہین عزیز کو بڑی محتاط نظروں سے دیکھا جو ٹیبل پر رکھے پیپرز پر توجہ مرکوز کیے گرد و پیش سے لاتعلق سی بیٹھی تھی۔

ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد دوسری نظر اس نے پورے اسٹاف پر دوڑائی پھر دوبارہ اپنے سابقہ انداز میں گویا ہوا تو پورا اسٹاف اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مجھے آپ کی محنت اور کمپنی سے آپ کی محبت آپ کے بہترین کام کی صورت میں نظر آجاتی ہے لیکن اس بار میں اگر ان دونوں چیزوں پر زور دے رہا ہوں تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آسٹریلیا کی کمپنی سے ہونے والا ہماری کمپنی کا یہ پہلا کانٹریکٹ ہے۔ فرسٹ امپریشن از دا لاسٹ امپریشن سو میری آپ سب سے بہت زیادہ توقعات ہیں جن پر آپ کا پورا اترنا میرے لیے اور کمپنی کے لیے نہایت اہم اور فائدہ مند ہے۔"

پندرہ منٹ کی اسپیچ دینے کے بعد اب وہ اپنی چیئر پر آ بیٹھا تھا۔

بے اختیار اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور یہی وہ لمحہ تھا جب وہ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ وہ فوراً" نظریں جھکا گئی۔

"ماہین عزیز آئی وانٹ ٹو ٹیک یور انٹرڈکشن اینڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یور اوپنین اباؤٹ آر کمپنی پلیز۔" (میں آپ کا تعارف اور کمپنی کے بارے میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔)

اس کے مخاطب کرنے پر وہ لمحہ کی تاخیر کیے بغیر اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور نہایت مطمئن انداز میں چلتی ہوئی اس کی چیئر کے بائیں جانب رکھے ڈائس پر جا کھڑی ہوئی اور دھیمے مگر پر اعتماد انداز میں اپنا انٹروڈکشن کرانے لگی۔

بولتے بولتے اس نے ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی جو اپنی ریوالونگ چیئر کا ہلکا سا رخ اس کی جانب موڑے دائیں ہاتھ کی کہنی ٹیبل پر ٹکائے بند مٹھی کو ٹھوڑی کے نیچے رکھے اس کے چہرے پر نظریں جمائے انتہائی وارفتگی سے اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔ اسے یوں مسلسل اپنی جانب دیکھتا پاکر ______

ایک لمحہ کے لیے اسے اپنی آواز میں ہلکی سی لرزش محسوس ہوئی مگر جلد ہی اس نے اس پر قابو پاتے ہوئے انٹروڈکشن کمپلیٹ کیا اور دوبارہ اپنی سیٹ پر جا بیٹھی تو اس نے فوراً "میٹنگ اوور کردی۔

"ماہین عزیز۔" ایک ایک کرکے سب روم سے باہر نکل رہے تھے جب اس نے اسے پکارا۔

اس کی آواز پر بے اختیار اس کے قدم اپنی جگہ پر جم سے گئے تھے۔ چند ثانیے بعد اس نے پلٹ کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھا جو ٹیبل پر رکھی فائل پر سائن کرنے میں مصروف تھا۔ اسی لمحے اس نے فائل بند کی اور سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی پھر چیئر چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے بالکل سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کیسی ہو؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے دھیمے لہجے میں اس کی خیریت دریافت کی۔

"ٹھیک ہوں۔" اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے اس نے مختصر جواب دیا۔

"تمہیں یہاں اس طرح اچانک دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں۔"

"تمہیں مجھے دیکھ کر خوشی ہوتی تو یوں سب کے سامنے مجھے کنفیوز کرنے کی کوشش نہ کرتے۔" وہ اس کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولی تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"میں تمہیں کنفیوز کیوں کروں گا بھلا میں تو جسٹ آفیشل فارملیٹی پوری کررہا تھا کیونکہ ۔۔۔"

"ڈائس پر کھڑے شخص کو مسلسل دیکھتے رہنا تمہاری کون سی فارملیٹی میں شامل ہے مسٹر عدید مہران۔"

ایک بار پھر اس کی بات پوری سنے بغیر وہ قدرے طنزیہ لہجے میں بولی۔ تو وہ اس کی بات پر یکدم امڈ آنے والی مسکراہٹ کو نہ دبا سکا اور خاموش ہوگیا پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد قدرے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"تمہیں دیکھنے کا اور دیکھتے رہنے کا اختیار تو تم کیا خود میں بھی اپنے آپ سے نہیں چھین سکتا۔ کیونکہ تمہیں نہ دیکھوں تو سانس رک رک کر آنے لگتا ہے میرا۔" نہ جانے اس کے دھیمے لہجے میں کیا بات تھی کہ وہ ایک لمحے کے لیے کچھ بھی نہ کہہ پائی پھر خاصے چبھنے والے انداز میں بولی۔

"جن کو دیکھے بغیر سانس رک رک کر آنے لگتا ہے نا ان سے اتنا عرصہ دور نہیں رہا جاتا۔ مائنڈ اٹ۔" اتنا کہہ کر کہ وہ جانے کے لیے آگے کی جانب بڑھ رہی تھی جب وہ ایک بار پھر اس کے سامنے آکھڑا ہوا تو وہ یکدم رک گئی اور ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر اپنا رخ دوسری جانب پھیر لیا۔

"پانچ سال تم سے دور رہا ہوں تو وہ صرف تمہاری وجہ سے۔ تمہاری مرضی کے مطابق کیا جو بھی کیا۔ کیونکہ تم ہم تو میری شکل ہی نہیں دیکھنا چاہتی تھیں۔ یہی کہا تھا نا تم نے مجھ سے تو ایسے میں کیا کرتا میں کہاں جاتا میرا تو ہر راستہ تمہاری طرف ہی جاتا تھا اور تم نے میرے لیے تمام راستے بند کرڈالے تھے۔ تم سے دور میں نہیں ہوا تھا بلکہ 'بلکہ تم نے مجھے خود سے دور کردیا تھا۔" وہ ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا جبکہ لہجے میں دکھ پنہاں تھا۔

"میں نے کہا تھا تمہیں دور رہو اور تم ہوگئے تھے تو اب کیا پرابلم ہے کیوں بات کررہے ہو مجھ سے اس بار بھی ایک بار دور کیا تھا نا تو دور ہی رہو۔" وہ قطعی انداز میں کہہ کر تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

اسے اس کے سخت رویے کی توقع تھی اس کے باوجود اس کے الفاظ نے بے حد تکلیف پہنچائی تھی۔ اگلے کئی لمحوں تک وہ اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا پھر آہستگی سے قدم اٹھاتا اپنے آفس کی طرف چل پڑا۔

☼ ☼ ☼

"ماہین۔" جب سے وہ آفس سے آئی تھی کچھ چپ چپ سی تھی۔ کسی سے بھی زیادہ بات نہیں کر رہی تھی اور اب پچھلے آدھے گھنٹے سے ٹیبل پر رکھے کھانے کو کھانے سے زیادہ غور سے دیکھنے پر اکتفا کر رہی تھی جب فاطمہ بجو کی آواز پر اس نے چونک کر سامنے کی جانب دیکھا۔ فاطمہ بجو زین کے لیے چولہے پر رکھے گرم دودھ کو گلاس میں انڈیل رہی تھیں۔

"جی۔" اس نے ہاتھ میں لیا نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے جب سے آفس سے آئی ہو کھوئی کھوئی سی ہو' خیریت تو ہے نا۔" بجو نے تشویش سے اس کی طرف دیکھا۔

"بالکل خیریت ہے بجو آپ پریشان مت ہوں۔" وہ مسکرا کر کہتی دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"پریشان کیسے نہ ہوں پہلے تم آفس سے آنے کے بعد ایک ایک گھنٹہ زین اور ہانی کے ساتھ کھیلتی تھیں امی سے ڈھیروں باتیں کرتی تھیں لیکن آج ہاف ڈے تھا اس کے باوجود تم ۔۔۔"

"وہ اصل میں بجو آج کام بہت زیادہ تھا میں تھک گئی تھی بس اسی وجہ سے ٹائم نہیں دے پائی۔" وہ ان کی بات پوری سنے بغیر جلدی سے وضاحت دینے لگی۔

"تو مت کیا کرو نا اتنا کام میری جان۔" انہوں نے محبت سے بھرپور لہجے میں اس کے معصوم سے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ ان کی بات سن کر وہ محض مسکرا کر رہ گئی۔

"تم ایسا کرو تھوڑی دیر ریسٹ کرلو' شام کو فریش اٹھو گی۔ ٹھیک ہے؟"

انہوں نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پیار سے کہا تو وہ فوراً" ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے یہ کیا پہلے کھانا تو مکمل کرلو۔" اسے ہاتھ میں لیے نوالے کو پلیٹ میں رکھتے دیکھ کر انہوں نے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"نہیں بجو مجھے بھوک نہیں ہے اتنا بھی میں نے بہت مشکل سے کھایا ہے۔ رات کو فل ڈنر کرلوں گی آپ کے ساتھ 'اوکے؟"

اس نے منانے والے انداز میں ان کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ چپ ہوگئیں۔

"اچھا تم اپنے کمرے میں جاؤ میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔" ان کے کہنے پر وہ خاموشی سے کچن سے باہر نکل آئی اور اپنے کمرے میں آکر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔

جب سے اس کا سامنا عدید سے ہوا تھا وہ ذہنی طور پر ڈسٹرب ہوکر رہ گئی تھی۔ اتنے برسوں بعد اچانک اسے دیکھ کر ایک دم سے وہ سب یاد آنے لگا تھا جس کو وہ کب سے بھلانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ لیکن اسے دیکھ کر لگا کہ وہ تو کچھ بھی بھول نہیں پائی تھی۔ سب کچھ پہلے دن کی طرح اس کے ذہن کے خاکے پہ نقش تھا۔

عدید مہران کے ساتھ گزارا ایک ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے اسکرین کی مانند چل رہا تھا۔ کس قدر خوب صورت تھے وہ دن جب وہ اس کے ساتھ تھا اور صرف اس کا تھا لیکن پھر نہ جانے ایسا کیا ہوا تھا جس کے باعث وہ اس سے اتنی دور چلا گیا تھا کہ وہ کبھی تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔

وہ پژمردہ قدموں سے چلتی ہوئی کمرے میں موجود واحد کھڑکی کے پاس آکھڑی ہوئی اور آسمان کو تکنے لگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ماہین کہاں ہو تم میں کب سے تمہارا نمبر ٹرائی کر رہی ہوں لیکن تم ہو کہ..... نہ جانے کن خیالوں میں گم ہو۔ میرا فون ہی ریسیو نہیں کر رہیں۔"

وہ بالکل خالی ذہن کے ساتھ آسمان پر نظریں جمائے ڈھلتی شام اور فضا میں پرندوں کی بجتی پازیب کو سننے میں محو تھی جب سویرا کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر سویرا کی جانب دیکھا جو ہاتھ میں پکڑی چائے کی ٹرے کو ٹیبل پر رکھ رہی تھی جو بجو نے اسے تھمادی تھی۔

"تمہیں ہوں اور مجھے کہاں ہونا ہے؟" وہ سویرا کی طرف بڑھتے یاسیت سے مسکرا کر بولی پھر اس کے گلے لگ گئی۔

"کیا ہوا' سب ٹھیک تو ہے نا؟" اسے یوں اپنے گلے لگتے دیکھ کر سویرا تشویش سے بولی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بہت پریشانی میں بے اختیار اس کے گلے لگ جاتی تھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" وہ سویرا سے الگ ہوتے ہوئے بمشکل مسکرا کر بولی۔

"لیکن مجھے تو لگ رہا ہے کہ کچھ ہے جو ٹھیک نہیں ہے۔" سویرا نے جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم بیٹھو نا چائے پیو۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور ایک مگ سویرا کی طرف بڑھا دیا جس کو اس نے خاموشی سے تھام لیا۔

"اب تم مجھے بتاؤ گی کہ کیا ہوا ہے تم ٹینس کیوں ہو؟"

وہ چائے کے گھونٹ اپنے حلق میں اتار رہی تھی جب سویرا کو کھدبد ہونے لگی۔ اس نے مگ ٹیبل پر رکھ دیا اور پھر دن بھر کی روداد اسے سنا ڈالی۔ جس پر سویرا حیرت سے اس کو تکنے لگی۔

"وہاٹ۔" سویرا بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یو مین تم نے ابھی ایک ماہ پہلے جس کمپنی کو جوائن کیا ہے اس کو عدید مہران اون کر رہا ہے۔" سویرا نے استفسارانہ انداز میں اس کی جانب دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں اور مجھے یہ بات آج معلوم ہوئی ہے وہ پچھلے ایک مہینے سے آؤٹ آف کنٹری تھا اور اس کی غیر موجودگی میں تو قیر صاحب جو کہ کمپنی کے ایم ڈی ہیں وہی سب دیکھ رہے تھے۔ مجھے اسی لیے یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی کہ کمپنی کا اونر کون ہے اور کہاں ہوتا ہے؟ اب جب مجھے پتا چل گیا ہے تو میں ..... یہ جاب چھوڑ دوں گی۔"

"وائے' تم' تم ایسا کیوں کرو گی ماہین۔" اس کا ارادہ جان کر سویرا نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا۔ جو قدرے لاپرواہی سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر لگی کیوٹکس کو دیکھنے میں مصروف تھی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اس وقت پورے گھر کی ذمہ داری تم پر ہے۔ اگر تم ہی جاب چھوڑ کر گھر پر بیٹھ جاؤ گی تو تمام گھر والوں کا کیا ہو گا۔ آنٹی' فاطمہ بجوان کے بچے اور مریم۔ سب تم پر ڈیپینڈ کرتے ہیں اور تم ہو کہ....."

"تو میں کون سا اپنی ذمہ داریوں سے انکار کر رہی ہوں۔ میں تو اس جاب کو چھوڑنے کی بات کر رہی ہوں کیونکہ....."

"کیونکہ کیا؟" سویرا ایک بار پھر تیزی سے اس کی بات کاٹ کر بحث کرنے والے انداز میں بولی۔

"کیونکہ جس کمپنی میں تم جاب کر رہی ہو اس کو عدید مہران اون کر رہا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا ریزن ہے تمہارے پاس اتنی اچھی جاب چھوڑنے کا تو بتاؤ۔" سویرا کی بات سن کر وہ ایک لمحے کے لیے بالکل خاموش ہو گئی۔ پھر آہستگی سے بولی۔

"تم مجھے نہیں سمجھ سکتیں سویرا۔"

"ہاں تمہاری بے وقوفیوں کو میں واقعی نہیں سمجھ سکتی۔ لیکن یاد رکھنا یہ جاب چھوڑ کر تم بہت بڑی غلطی کرو گی۔ تمہیں پتا ہے نا کتنی مشکل اور تگ و دو کے بعد تمہیں یہ جاب ملی تھی اب اتنی آسانی سے اس کو چھوڑنا عقلمندی نہیں ہے ماہین۔" اسے چپ دیکھ کر سویرا نے قدرے نرمی سے اسے سمجھایا۔ جواب ابھی

بھی سی لگ رہی تھی۔

"تمہارا پرابلم کیا ہے؟" اسے تذبذب کا شکار ہوتے دیکھ کر سویرا نے محبت سے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا تو اس نے ایک نظر اس کی جانب دیکھا پھر آنکھوں میں آئی نمی کو ایک ہاتھ کی مدد سے صاف کرتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"تم جانتی تو ہو میں اسے ہر روز فیس نہیں کر سکتی۔ میں ..... میں اپنا بھرم نہیں کھونا چاہتی اس کے سامنے۔"

"بی بریو ماہین۔ وہ وہی عدید مہران ہے جس کی موجودگی تمہیں Protect کرتی تھی۔" سویرا نے پیار سے اس کی آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا لیکن اس نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ پرے کر دیے اور تیزی سے گویا ہوئی۔

"وہ وہی عدید مہران ہی تو نہیں ہے سویرا جبھی تو اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔ جس طرح اس نے میرا مان توڑا ہے میں کبھی نہیں بھلا سکتی۔ مجھے اس وقت بالکل تنہا۔ چھوڑ کر چلا گیا وہ جب مجھے اس کی ضرورت تھی۔ لیکن اب کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے اس کی۔"

آخری بات کہتے ہوئے اس نے سختی سے آنکھوں میں آئے آنسو ـــــ رگڑ کر صاف کیے اور خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اس کی یہ کنڈیشن دیکھ کر سویرا فوراً" کچھ بھی نہ بول سکی پھر تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد سمجھانے والے انداز میں قدرے نرمی سے گویا ہوئی۔

"آئی انڈر اسٹینڈ ماہین۔ لیکن میں پھر بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ اس وقت ان سب باتوں سے ہٹ کر صرف اپنے گھر والوں کے بارے میں سوچو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بالفرض تم یہ جاب چھوڑ بھی دیتی ہو تو کیا گارنٹی ہے کہ تمہیں اگلے ہی دن اچھی سی جاب مل جائے گی۔ ایسے میں گھر کا کرایہ' گھر کا خرچ' بچوں کی اسکول فیس اور مریم کی شادی یہ سب کس طرح پاسبل ہے پلیز سوچنا ضرور اس بارے میں۔ تم بھول جاؤ کہ تم کہاں جاب کر رہی ہو اوکے؟" سویرا کی بات سن کر وہ خاموش ہو گئی تھی۔

وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔ پچھلے کئی ماہ اس کے گھر والوں نے جتنی تکلیف میں گزارے تھے اس کا احساس اب بھی باقی تھا۔ جبکہ اس جاب کی سیلری اتنی اچھی تھی کہ ایک ماہ میں ہی بہت سی ضروریات پوری ہو گئی تھیں۔ بچوں کی اسکول فیس سے لے کر امی کی دوائیاں اور مریم کے لیے بھی وہ تھوڑا بہت پس انداز کر چکی تھی۔

"اچھا میں اب چلتی ہوں ماما انتظار کر رہی ہوں گی۔"

سویرا اسے سوچتا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی تو وہ اپنے آپ میں الجھ کر رہ گئی۔

کیا کرے' کیا نہ کرے کی پوزیشن میں وہ کافی دیر تک ایک ہی جگہ پر بیٹھی رہی۔ سویرا کی باتوں نے اسے شش و پنج میں مبتلا کر دیا تھا۔ جب وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی تو سر جھٹک کر بیڈ پر آ لیٹی۔

"خالہ جانی۔" وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی جب چھ سالہ ہانی اور چار سالہ زین اسے پکارتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر آ بیٹھے تو وہ فوراً" ان کی جانب متوجہ ہو گئی اور انہیں اپنے قریب بٹھا لیا۔ انہیں دیکھتے ہی وہ تھوڑی دیر پہلے والی ساری کلفت دور ہو گئی تھی۔ ان کی معصوم سی باتوں نے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

"خالہ جانی آپ میرے لیے ایپل لائیں گی نا۔"

"اور میرے لیے بارنی۔" اچانک باتوں کے دوران زین اور ہانی باری باری اپنی فرمائشیں سنانے لگے تو وہ بے اختیار ان کے گالوں پر پیار کرنے لگی۔

"جی ہاں ضرور لاؤں گی میری جان۔"

"ماہین امی کی میڈیسن لیتی آنا کل آفس سے واپسی پر۔" اسی وقت بجو کمرے میں داخل ہوئیں اور اس کی طرف نسخہ بڑھایا اور مزید گویا ہوئیں۔

"ماہین تم ان کی فضول فرمائشوں پر ذرا کان مت دھرا کرو ان کا بس چلے تو یہ.....

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اونہہ بجو' ایسی باتیں مت کیا کریں پلیز ان کی چھوٹی چھوٹی سی خواہشیں پوری کرکے مجھے جتنی خوشی ملتی ہے اس کا آپ کبھی اندازہ نہیں لگا سکتیں۔" اس نے ان کی پوری بات سنے بغیر جلدی سے کہا۔ اس کے لہجے میں ان دونوں کے لیے جھلکتی محبت کو وہ با آسانی محسوس کر سکتی تھیں لیکن آئے دن کی فرمائشوں کے باعث وہ اسے اکثر منع کرتی تھیں پر اس بارے میں وہ ان کی ایک نہیں سنتی تھی۔

"میں اس لیے کہتی ہوں ماہین کہ....."

"جی نہیں آپ کچھ نہیں کہیں گی یہ بتائیں مریم کے سسرال والے کب آرہے ہیں کھانے پر؟" اس نے بات کا رخ پلٹ دیا۔

"اسی جمعہ کو آرہے ہیں میں نے چیزوں کی لسٹ بنا دی ہے صبح یاد سے لیتی جانا۔ میں چاہ رہی ہوں جمعہ آنے میں ابھی تین دن باقی ہیں تو کچھ تیاری پہلے سے ہی مکمل کرلوں تاکہ وقت پر کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔ آخر کو وہ لوگ پہلی بار آرہے ہیں۔ سب کچھ بہت اچھا ہونا چاہیے نا۔" جب سے مریم کی بات پکی ہوئی تھی ای اور بجو بے حد خوش تھیں۔ رضوان ہر لحاظ سے مریم کے لیے بہترین لڑکا تھا۔ ای اور بجو دونوں جلد سے جلد مریم کی شادی کی خواہش مند تھیں۔ بجو کے چہرے سے چھلکتی خوشی کو دیکھ کر وہ اندر تک سرشار ہو گئی تھی۔

"آپ بالکل فکر نہ کریں بجو ان شاء اللہ سب کچھ بہت اچھا ہی ہوگا۔ آپ مجھے وہ لسٹ دے دیجیے گا میں سارا سامان لے آؤں گی۔" وہ انہیں تسلی دینے والے انداز میں بولی تو بجو محبت بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"اللہ تمہیں بہت خوش رکھے۔ میں سوچتی ہوں اگر تم نہ ہوتیں تو ہمارا کیا بنتا' کتنا مشکل ہو جاتا ناوقت گزارنا؟" بجو آبدیدہ ہو رہی تھیں۔ وہ بے چین ہو اٹھی۔

"بجو پلیز ایسا مت کہیں۔ اگر آج ہم خود کو اچھے طریقے سے اسٹیبلش کر پائے ہیں تو اس میں صرف میرا ہی نہیں ہم سب کا ہاتھ ہے۔ میں وہ وقت نہیں بھولی جب آپ محض چند سو روپوں کی خاطر اسکول جاب کرتی تھیں جس کی پرنسپل اتنی سخت تھیں اس وقت اگر میری ایجوکیشن کمپلیٹ ہوتی تو میں کبھی بھی آپ کو وہ جاب کرنے نہ دیتی۔"

"تو اب کون سا کرنے دیتی ہو؟" بجو نے شکایتی انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں کرنے دوں۔ میں ہوں نا پھر کیا ضرورت ہے۔ کسی کو کچھ کرنے کی۔" اس نے محبت سے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تو بجو دھیرے سے مسکرا دیں۔

وہ جانتی تھیں کہ وہ انہیں جاب کیوں نہیں کرنے دیتی۔ ان کی کمر میں مسلسل رہنے والے درد نے جہاں انہیں ادھ موا کر ڈالا تھا وہیں اسے بھی اپنی ذمہ داریوں سے باور کرا دیا تھا ورنہ ابھی تو وہ نہ جانے کیا کیا پڑھنا چاہتی تھی لیکن بدلتے حالات نے اس کے اندر پنپتے سارے خوابوں کو اس کی آنکھوں سے کوسوں دور کر ڈالا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہیں بجو؟" اس کی آواز پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں پھر آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کچھ نہیں تم اب آرام کرو' صبح آفس بھی جانا ہے تمہیں۔ چلو ہانی' زین آجاؤ بیٹا خالہ کو ریسٹ کرنے دو اٹھو شاباش۔" وہ اسے کہہ کر ان دونوں سے مخاطب ہوئیں جو اس کے قریب ہی بیڈ پر ایک دوسرے کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھے۔ ان کے کہنے پر فوراً" بیڈ سے نیچے اتر آئے اور بجو کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔

ان کے جانے کے بعد وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے ہاتھ میں پکڑے اس نسخے کو تکنے لگی جو تھوڑی دیر پہلے بجو نے اسے تھمایا تھا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اس وقت پورے گھر کی ذمہ داری تم پر ہے۔ اگر تم ہی جاب چھوڑ کر گھر بیٹھ جاؤ گی تو تمام گھر والوں کا کیا ہوگا۔ آنٹی' فاطمہ بجوان کے بچے اور مریم سب تم پر ڈیپنڈ کرتے ہیں اور تم ہو کہ۔" تھوڑی دیر پہلے کہے گئے سویرا کے الفاظ اس

کے کانوں میں گونجے۔

"خالہ جانی آپ میرے لیے ایرو پلین لائیں گی نا۔"

"اور میرے لیے باربی۔"

زین اور ہانی کے معصوم سے چہرے اس کی نظروں کے سامنے آ ٹھہرے جو کہتے ہوئے بڑی آس سے اسے دیکھ رہے تھے۔ یکدم اس کے دل کو نہ جانے کیا ہوا وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"ٹھیک کہتی ہے سویرا مجھے بھول جانا چاہیے کہ میں کہاں جاب کر رہی ہوں۔ مجھے تو اپنے کام سے غرض ہونی چاہیے ناں" وہ خود سے ہمکلام تھی۔

تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد مطمئن انداز میں بیڈ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندے نیم دراز ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

"چل یار' اب میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا ابھی اٹھ اور مجھے میرے فیورٹ ہوٹل میں کھانا کھلا۔ اٹھ جا شاباش۔"

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی احسن نے با آواز بلند جوش سے معنی خیز انداز میں کہا پھر آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانا چاہا تو اس نے سوالیہ نظروں سے احسن کی جانب دیکھا۔

"کس خوشی میں؟"

"کمال کرتے ہو یار تمہیں تو میرے کہنے سے پہلے شاندار سی پارٹی کا اہتمام کر دینا چاہیے تھا میرے لیے۔ لیکن تم ہو کہ خوشی کی وجہ پوچھ رہے ہو؟" احسن شکوہ کرتے اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

"چار سال بعد تمہیں ماہین ملی ہے اور تم خوشی کی وجہ پوچھ رہے ہو اسٹرینج۔" احسن نے باقاعدہ طور پر اسے گھورا۔

"وہاٹ یو مین ملی ہے؟" وہ ریموٹ سے ٹی وی آف کر کے احسن کی طرف دیکھ کر تصحیح کرنے والے انداز میں گویا ہوا۔

"وہ مجھے ابھی صرف دکھائی دی ہے' ملی نہیں ہے یار۔"

"دکھائی دی ہے تو ان شاء اللہ مل بھی جائے گی۔ تم دکھائی دینے کی تو ٹریٹ دو جب ملے گی تو اس کے بدلے میں تو دیکھنا میں تم سے کتنی بار ٹریٹ لیتا ہوں۔" احسن کی بات پر وہ آہستگی سے مسکرا دیا۔

"ہوں، تمہاری مسکراہٹ دیکھ کر لگتا ہے منزل قریب قریب ہی ہے' ہے نا؟" اتنے دنوں بعد اسے خوش دیکھ کر احسن کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"ہاں شاید۔" تھوڑی دیر پہلے والی مسکراہٹ اس کے چہرے سے معدوم ہو چکی تھی۔

"شاید کیوں' یقیناً" کیوں نہیں؟" احسن نے الجھے سے اسے دیکھا جس کے لہجے سے چھلکتی یاسیت کو وہ با آسانی محسوس کر سکتا تھا۔

"میں اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ مجھے بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی۔ ایون وہ میرے روم میں آنے سے بھی گریز کرتی ہے۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا میں کیسے اسے کنوینس کروں؟" وہ حقیقتاً" پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"آئی تھنک تمہیں کچھ زیادہ ٹائم spend کرنا پڑے گا اسے کنوینس کرنے کے لیے۔" احسن نے کہا۔

"کچھ زیادہ نہیں بہت زیادہ۔" اس نے تپ کر ایک بار پھر احسن کی تصحیح کرتے ہوئے کہا تو احسن اپنی ہنسی نہ دبا سکا اور بے ساختہ ہنس پڑا۔ تو وہ اسے گھورے بغیر نہ رہ سکا۔

"تمہیں مجھ پر غصہ آرہا ہے یا ماہین پر سچ بتانا یار۔" احسن دوستانہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے استفسارانہ انداز میں بولا۔

"بہت بہتر ہوگا اگر تم اس وقت مجھ سے بات نہ کرو تو۔" اس نے اپنے کندھے پر رکھے احسن کے ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے ناراضی سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سوری یار مذاق کر رہا تھا۔ غصہ نہ کھا چل کسی اچھی سی جگہ پر چلتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں غصے میں کیا رکھا ہے؟" احسن زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے آرام سے کہا پھر اسے باہر لے آیا۔

"عدید یار تم اسے کہیں باہر لے جا کر بات کرو۔ ہو سکتا ہے۔"

"بہت خوب احسن بہت خوب۔" اس نے جلے جلے سے انداز میں اسے سراہا۔

"وہ مجھ سے آفس میں بات کرنا پسند نہیں کرتی۔ غلطی سے اگر میں اسے نظر آجاؤں تو وہ مجھے اس طرح اگنور کرتی ہے جیسے مجھے جانتی ہی نہ ہو اور تم کہہ رہے ہو میں اسے کہیں باہر لے جاؤں۔ آئی ایم شیور وہ یہ سب میرے ساتھ باہر جانے کے لیے ہی تو کر رہی ہے۔"

وہ گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہوئے بولا۔ وہ بری طرح کھولا ہوا تھا احسن کی بات پر۔

"سوری یار میں نے تو بس یونہی کہہ دیا تھا۔" احسن اس کی حالت سے اچھی طرح محظوظ ہو رہا تھا۔ اسے یوں بات بات پر چڑتے دیکھ کر احسن کو خوامخواہ ہنسی آرہی تھی۔

"ارے یہ کیا یار یہاں گاڑی کیوں روک دی؟" احسن کی ہنسی کو یکدم بریک لگ گئے تھے۔

"تم نے کھانا نہیں کھانا؟" اس نے بدستور اسی انداز میں احسن سے پوچھا۔

"کھانا ہے یار لیکن تم جانتے ہو میں چائنیز شوق سے نہیں کھاتا پلیز تم کسی اچھے سے ہوٹل میں لے چلو۔" احسن نے التجا کی جس کو اس نے فوراً" نظرانداز کر دیا۔

"اتنی دیر سے لطف اٹھا رہے ہو میرے دوست تھوڑا سا لطف اور سہی۔" وہ جانتا تھا احسن کو چائنیز کھانے کچھ خاص پسند نہیں تھے لیکن اب وہ احسن کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا جس کی شکل اتر سی گئی تھی اور اب وہ اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ابھی تو وہ مجھے دکھائی دی ہے اس لیے یہاں لایا ہوں جب وہ مجھے مل جائے گی ناں تو پرامس یار شہر کے سب سے بہترین چائنیز ریسٹورنٹ میں لے کر آؤں گا۔ چلو باہر آؤ اب اس طرح بیویوں والی نظروں سے نہ دیکھو مجھے جو صرف شوہر کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ نکلو باہر۔"

احسن کی حالت دیکھ کر وہ اب قدرے پرسکون تھا جو پچھلے آدھے گھنٹے سے بات بے بات اس پر ہنسے جا رہا تھا جبکہ احسن مظلوم ـــ نظروں سے کبھی اسے اور کبھی اس ریسٹورنٹ کی بلڈنگ کو تک رہا تھا۔

"بہت برا لگ رہا تھا نا' میں تمہیں ہنستے ہوئے۔" احسن اس کے ساتھ اندر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بے چارگی سے بولا۔ تو وہ کھل کر ہنس پڑا پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شگفتہ لہجہ میں گویا ہوا۔

"تم پوچھ رہے تھے کہ مجھے تم پر غصہ آرہا ہے یا اس پر تو مجھے اب سمجھ میں آیا ہے کہ مجھے تم پر غصہ آرہا تھا۔" وہ اب کی بار ہنستے ہوئے احسن سے مخاطب تھا۔

"اگر میری حالت تمہیں خوش رکھ سکتی ہے تو ہو جاؤ خوش۔" احسن ٹیبل پر رکھے جگ میں سے پانی گلاس میں انڈیلتے ہوئے بولا۔ جبکہ وہ مسکراتے ہوئے مینو کارڈ دیکھنے لگا۔

☆ ☆ ☆

وہ کتنی ہی دیر سے ہاتھ میں پکڑی فائلز کو مسلسل دیکھے جا رہی تھی۔ جن پر سائن کرانا بے حد ضروری تھا لیکن وہ اپنے اندر اس کا سامنا کرنے کی ہمت مجتمع نہیں کر پا رہی تھی۔ اس وقت بھی شدید ضرورت کے باوجود وہ دوبار اس کے روم کے باہر سے ہی واپس پلٹ آئی تھی۔

"طوبیٰ۔" وہ پریشان پریشان سی اپنی سیٹ پر بیٹھی تھی جب اس نے اپنے کیبن ڈور کے سامنے سے گزرتی طوبیٰ کو پکارا جو غالباً" اسی کے آفس روم کی طرف جا رہی تھی۔

"ہاں۔" طوبیٰ رک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"تم سائن کرانے جا رہی ہو؟" طوبیٰ کے ہاتھ میں پکڑی فائلز کو دیکھ کر اس نے پوچھا تو طوبیٰ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں بولو۔" طوبیٰ نے کہا۔

"یہ میری فائلز پر بھی سائن کرا دینا پلیز مجھے ابھی کچھ کام ہے اس لیے میں ـــ"

"نو پرابلم میں لے جاتی ہوں۔" اس کی بات پوری سنے بغیر ـــ بھرپور خلوص کے ساتھ مسکرا کر کہا اور اس کے ہاتھ سے فائلز لے کر آگے کی جانب بڑھ گئی تو اس نے صد شکر ادا کیا اور اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔

"ماہین۔" کچھ ہی دیر بعد طوبیٰ کی آواز پر اس نے کمپیوٹر پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا۔

"سوری ماہین میں سائن نہیں کرا سکی۔ ایکچوئلی عدید سر بہت غصے میں ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں جس کا کام ہو وہ خود چیک کرائے آکر۔"

طوبیٰ نے فائلز اس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا پھر اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی تو وہ شش و پنج میں مبتلا کافی دیر تک یونہی بیٹھی رہی پھر اپنے اندر اپنی ساری ہمت جمع کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آخر کب تک وہ اس کا سامنا کرنے سے گریز کرے گی؟

جس وقت وہ ڈور ناک کر کے ادھ کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئی وہ ٹیبل پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ پر انتہائی محویت سے نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"مے آئی کم ان؟" اس نے اجازت طلب کی۔

"یس ـــ" مصروف مصروف سے انداز میں اس پر ایک نظر ڈال کر وہ دوبارہ اپنے کام کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

اس کی اجازت ملنے پر وہ متناسب قدم اٹھاتی اس کی ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چیئر پر بیٹھنے کو کہا جس کو اس نے فوراً" نظرانداز کر دیا۔

"ان پیپرز پر سائن چاہیے تھے۔" اس کے سامنے ٹیبل پر فائلز رکھتے ہوئے اس نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو وہ لیپ ٹاپ پر سے نظریں ہٹا کر مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔

"بیٹھو۔" اس نے فائلز کھولتے ہوئے ایک بار پھر بیٹھنے کو کہا مگر وہ انکار کر گئی۔

"میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ قدرے خشک سا تھا۔ اس نے پیپرز پر سائن کرتے ہوئے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر دوڑائی۔

بلیک کلر کے جارجٹ سوٹ میں سلیقے سے دوپٹہ شانوں پر پھیلائے' سلکی بالوں کو کیچر میں قید کیے' جھکے سر کے ساتھ سیاہ لانبی گھنی پلکیں بچھائے' کسی بھی قسم کی مصنوعی آلائش سے پاک اس کے صبیح چہرے پر پھیلی ناراضی پر اس کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا۔

وہ زیادہ دیر اس کی طرف نہ دیکھ سکا اور ایک گہرا سانس اپنے اندر اتارتا ایک کے بعد دوسری فائل میں موجود پیپرز کو چیک آؤٹ کرنے لگا۔

"پھپھو کیسی ہیں؟" پیپرز پر سائن کرتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اس سے مخاطب ہوا۔

"ٹھیک ہیں۔" اس نے ناچار جواب دیا۔

"فاطمہ بجوا دو ـــ"

"سب ٹھیک ہیں۔" اس کی بات مکمل سنے بغیر اس نے تیزی سے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ اس کے اس طرح کرنے پر اس نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا جو یقیناً" اس سے ہرگز بات کرنے کی روادار نہ تھی وہ خاموشی سے دوبارہ پیپرز سائن کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"ماہی۔" وہ فائلز چیک آؤٹ کر چکا تھا اور اب وہ فائلز سمیٹ کر پلٹ رہی تھی جب وہ بالکل اچانک اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ تو بے اختیار وہ اپنی جگہ پر رک گئی۔

"ڈونٹ کال می ماہی پلیز۔" اس کے لہجے میں سختی نمایاں تھی۔

"تمہیں ہمیشہ اسی نام سے پکارا ہے اور پکارتا رہوں گا تم یا کوئی اور مجھے اس حق سے دستبردار نہیں کر سکتا۔" وہ اس کے چہرے کو اپنی نظروں کی گرفت میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولا۔

اس نے اس سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور آگے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"ون منٹ ماہی۔" وہ ایک بار پھر اس کے مقابل تھا۔

"میں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سوری۔" وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے روکنا چاہا۔

"پلیز ماہی ڈونٹ بی ہیو لائک اسٹرینجرز تم جانتی ہو تمہارا یہ رویہ مجھے کتنی تکلیف دیتا ہے؟" اس نے دکھ سے کہا۔

"تو میں کیا کروں؟" اس نے تنگ کر کہا۔

"تمہیں دوسروں کی تکلیف کا کتنا احساس ہوتا ہے جو دوسرے تمہارے درد کو محسوس کریں۔"

"ایسا کیا کیا ہے میں نے؟" وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر استفسارانہ انداز میں بولا۔

"تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ تم نے کیا کیا ہے؟" جواباً" اس نے تاسف سے اس کی طرف دیکھا پھر سر جھٹکتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"ماہی پلیز مجھ سے بات کرو۔" وہ دو قدم تیزی سے آگے کی طرف بڑھا اور ڈور ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے روکنا چاہا۔

"مجھے جانے دو۔" اب کی بار اس کے لہجے میں قدرے سختی در آئی تھی۔

اس نے بغور اس کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں صرف غصہ تھا۔ وہ یقیناً" اس وقت اس کی کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں تھی لہٰذا اس نے خاموشی سے ہینڈل پر سے اپنا ہاتھ ہٹایا اور اسے راستہ دیتا ایک سائیڈ پر ہو گیا تو وہ فوراً" باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

"امی کیا پکایا ہے آج؟" وہ ابھی ابھی آفس سے آئی تھی اور اب ہاتھ منہ دھو کر امی کے پاس صحن میں رکھے تخت پر آبیٹی تھی۔

"آج کوفتے بنائے ہیں فاطمہ نے، تمہیں پسند ہیں نا؟" امی دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے محبت سے بولیں۔

"ہوں پھر تو مزا آجائے گا۔" اس نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔

"مریم کے سسرال والے آئے تھے آج۔" باتوں کے دوران امی نے اسے بتایا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور بغور ان کی باتیں سننے لگی۔

"وہ اگلے مہینے کی دس تاریخ تک شادی کرنے کے خواہش مند ہیں۔" ان کے بتانے پر خوشی کی لہر اس کے چہرے پر دوڑ گئی۔

"سچ امی یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ بہت پرجوش دکھائی دے رہی تھی۔

"میری تو خواہش تھی کہ تم دونوں ہی اپنے اپنے گھروں کی ہو جاؤ تاکہ میری ساری فکریں ختم ہو جائیں۔"

امی یکدم متفکر نظر آنے لگیں۔ ان کی بات سن کر وہ چپ ہو گئی تھی۔

"جی امی بالکل اگر ماہین راضی ہو جاتی تو دونوں ساتھ ہی اپنے گھروں کو رخصت ہو جاتیں اور......" بجو ابھی ابھی چائے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے وہاں آئی تھیں جب انہوں نے امی کی بات سن کر ان کا ساتھ دیا تو وہ خاموشی سے پاؤں میں سلیپر پہنے اندر جانے کی تیاری کرنے لگی۔ لیکن بجو نے اسے وہیں روک دیا۔

"بیٹھو ماہین۔" بجو کے روکنے پر وہ وہیں رک گئی۔

"تم اس موضوع پر بات کیوں نہیں کرتیں؟ امی ٹھیک کہہ رہی ہیں اگر تم بھی شادی کے لیے راضی ہو جاتیں تو امی کو تمہاری طرف سے بھی بے فکری ہو جاتی۔" بجو آرام سے سمجھا رہی تھیں۔

"بجو ابھی جلدی کیا ہے۔ شادی ایک نہ ایک دن تو ہونی ہے نا' ہو جائے گی۔ آپ خود سوچیں اگر میں شادی کرنے کے چکر میں پڑ جاؤں تو گھر کے اخراجات اور ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے وضاحت دی۔

"اللہ مالک ہے بیٹا۔" امی نے محبت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اللہ تو مالک ہے امی لیکن یہ بھی دیکھیں نا ابھی ہم لوگ پوری طرح اسٹیبلش نہیں ہوئے۔ گھر کی مختلف ضروریات کے علاوہ زین اور ہانی کی اسکول فیس اور اسکول کے دوسرے اخراجات کہاں سے پورے ہو سکتے ہیں؟ آپ کے پاس صرف زیور ہے جو آپ نے ہمارے لیے رکھا ہوا ہے جبکہ شادی میں صرف زیور کی ہی ضرورت نہیں پڑتی۔ دوسرے اور بھی کام ہوتے ہیں جن میں پیسہ چاہیے ہوتا ہے۔ ابھی جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ مریم کے لیے ہی ناکافی ہے پھر ایسے میں میرے لیے سوچنا کیا معنی رکھتا ہے؟ پلیز امی ابھی ڈیڑھ دو ماہ ہیں مریم کی شادی خیریت کے ساتھ ہو جائے اور زین ہانی اچھے اسکول میں اچھی تعلیم حاصل کرلیں۔ آپ کی میڈیسن وقت پر آجایا کریں۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی۔ سب کچھ دیکھتے ہوئے میں اپنی آنکھیں بند نہیں کر سکتی۔ پلیز بجو مجھے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ میں کسی کو بنیادی ضروریات سے محروم نہیں دیکھ سکتی۔ اسے میری کمزوری سمجھ لیجیے گا۔ بس یہی وجہ ہے کہ میں اس ٹاپک پر بات نہیں کرتی کیونکہ ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے۔ آپ کی پریشانی اپنی جگہ لیکن میری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں جن کو میں احسن طریقے سے پورا کرنا چاہتی ہوں مجھے کرنے دیجیے پلیز۔" وہ بجو کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولی۔

امی اور بجو اس کی باتیں سن کر چپ ہو گئی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے لیکن ان کی پریشانی بھی فطری تھی۔

"اگر بھائی جان نے میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ نہ کیا ہوتا تو آج ہم خالی ہاتھ ہرگز نہ ہوتے۔" امی آنکھوں کے گوشوں میں پھیلتی نمی کو دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے بولیں۔ وہ بہت غمزدہ دکھائی دے رہی تھیں۔

"ان لوگوں کی وجہ سے ہی تو ہم پر یہ دن آئے ہیں امی۔" اس نے امی کے گرتے آنسوؤں کو دیکھ کر تنفر سے کہا۔

"بس امی اب اس بات کو جانے دیں۔ بار بار یاد کر کے اپنا دل دکھانے سے کیا فائدہ۔ ایسا ہونا ہماری قسمت میں تھا اسی لیے یہ تمام مشکلات ہمیں برداشت کرنا پڑیں اس میں کسی اور کا کیا قصور؟" بجو نے کھلے دل سے ماموں جان کو مورد الزام ٹھہرانے کے بجائے اپنی قسمت کو اس کا سبب بنایا۔

"پلیز بجو آپ لوگوں کی کی گئی زیادتیوں کو قسمت پر ڈال کر مطمئن رہنے کی کوشش مت کیا کریں۔ جو کچھ ماموں جان اور مامی جی نے کیا ہے وہ آپ بھول سکتی ہیں لیکن ہم نہیں۔" ماموں جان اور مامی جی کا ذکر آتے ہی اس کے پورے جسم میں یونہی کڑواہٹ سی گھل جاتی تھی جبکہ بجو اتنے عرصے میں نہ اس کا ان کے لیے غصہ ٹھنڈا کر سکی تھیں اور نہ ہی اس کی سوچ بدل پائی تھیں۔ وہ اس کی اس شدت پسندی سے گھبرا جاتی تھیں۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ چائے پیو پھر میں کھانا لگاتی ہوں۔" بجو اسے اس موضوع پر سے ہٹانے کے لیے اس کی توجہ چائے کی جانب مبذول کرانے لگیں تو اس نے بے دلی سے چائے کا کپ اٹھا لیا۔ امی کو چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے انہوں نے ایک نظر اس کو دیکھا جو بگڑے موڈ کے ساتھ چائے کے سپ لے رہی تھی۔ وہ محض سر ہلا کر رہ گئیں۔

☆ ☆ ☆

اپنے آفس سے نکل کر وہ باہر کی طرف بڑھ رہا تھا جب اس کے کیبن کی لائٹ آن دیکھ کر وہ غیر ارادی طور پر اس طرف چلا آیا اور کیبن ڈور کو ہلکا سا ناک کیا۔

وہ جو کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے اپنے کام میں مصروف تھی' اس نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔ وہ دروازے میں ایستادہ تھا۔

"تم ابھی تک گھر نہیں گئیں' خیریت؟" اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حیرت سے پوچھا۔
"تھوڑا سا کام رہتا تھا وہ مکمل کر رہی تھی۔" اسے بتا کر وہ دوبارہ کمپیوٹر اسکرین کی جانب متوجہ ہو گئی۔
"رات کے نو بج رہے ہیں پورا آفس خالی ہو چکا ہے۔ کام صبح بھی مکمل کیا جا سکتا تھا۔" اس نے بائیں ہاتھ کی کلائی پر بندھی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑاتے ہوئے تشویش سے کہا۔
"چلی جاؤں گی تھوڑی دیر تک۔" وہ کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے اس کی طرف دیکھے بغیر بولی۔
"کوئی پرابلم ہے کیا؟" اسے پریشان دیکھ کر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا اور آہستگی سے چلتا ہوا اس کی ٹیبل کے پاس جا کھڑا ہوا اور کمپیوٹر اسکرین کو دیکھنے لگا جہاں فائل Accept نہیں ہو رہی تھی اور وہ غالباً" اس کوشش میں غلطاں تھی۔
"کیا میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں؟" اس کا جواب نہ پا کر ایک بار پھر اس نے اجازت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
وہ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے اس فائل میں الجھ رہی تھی مگر اتنی کوششوں کے باوجود بھی ناکام تھی اور اب اس کا دل اکتا رہا تھا لیکن صبح پہلی ہی شفٹ میں اسے فائل توقیر صاحب کو ہینڈ اوور کرنی تھی لہٰذا وہ جلد سے جلد مکمل کرنا چاہتی تھی اور اسی عجلت میں اسے اتنی دیر ہو چکی تھی کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا اور اب امی کی پریشانی کا خیال آتے ہی اسے یکدم فکر ستانے لگی تھی۔
بے اختیار ہی اس نے اپنے بائیں جانب اسے دیکھا جو منتظر نظروں سے اسے تک رہا تھا۔ وہ لمحہ بھر میں کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی موجودگی اسے بری طرح نروس کر رہی تھی۔ کی بورڈ پر چلتی اس کی انگلیوں میں واضح ارتعاش پیدا ہو چکا تھا۔ اپنی اس کیفیت پر وہ جھنجھلا سی گئی۔ اگر اسے ذرہ برابر بھی علم ہوتا کہ وہ بھی آفس میں موجود ہے تو وہ کسی بھی فائل کی پروا کیے بغیر اس وقت گھر میں ہوتی لیکن..... واہ رے بے خبری۔
وہ جوں کا توں کھڑا تھا۔
اب وہ کیسے اسے اپنا مسئلہ بتائے؟ وہ سوچوں کا تانا بانا بن رہی تھی جب اس کی آواز سنائی دی۔
"میں دیکھتا ہوں کیا پرابلم ہے؟" ہمیشہ کی طرح اس کے کہے بغیر وہ آج بھی اس کے دل کی بات جان چکا تھا۔ پل بھر کو وہ بالکل ساکت ہو گئی لیکن جلد ہی نارمل ہونے کی کوشش کرنے لگی۔
اس نے کچھ سوچ کر کی بورڈ پر سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے۔ جو یقیناً" اس کی طرف سے ملنے والی اجازت تھی وہ فوراً" ٹیبل پر جھک گیا۔
"تم بیٹھو میں ٹھیک ہوں۔" اسے جگہ دینے کے لیے وہ اٹھنے لگی تھی جب اس کے کہنے پر بلا ارادہ وہیں بیٹھی رہ گئی۔
وہ کمپیوٹر اسکرین کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ اس نے بھی اپنی نظریں اسکرین پر جما دیں تب ہی بالکل اچانک اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر دوڑائی۔
اسکائی بلیو شرٹ پر ڈارک نیوی بلیو اور بلیک کامبینیشن کلر کی ٹائی جو اب ڈھیلے ڈھالے سے انداز میں گلے میں پڑی تھی' کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی آستینیں مضبوط ہاتھوں کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر متحرک تھیں جبکہ چہرے پر پھیلی سنجیدگی و متانت اس کے وقار کو مزید بڑھا رہی تھی۔
وہ اس سے محض بالشت بھر کے فاصلے پر تھا یکدم گھبرا کر وہ چیئر کی پشت سے چپک گئی تھی۔ وہ اٹھنا چاہ رہی تھی مگر۔
"اٹس ڈن۔" وہ کہتا ہوا سیدھا ہو گیا۔ اس کی آواز پر وہ فوراً" کمپیوٹر کی جانب متوجہ ہو گئی۔
وہ کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر کے کیبن سے باہر نکل چکا تھا۔
"آئندہ سات بجے تک گھر چلی جایا کرو۔" وہ اپنا پرس سنبھالے کیبن کی لائٹ آف کر کے باہر نکل رہی تھی جب اس کی بات سن کر وہ لمحہ بھر کو رکی پھر اس کی جانب دیکھے بغیر خاموشی سے آگے کی جانب چل پڑی۔
"ماہی کم از کم تم مجھ سے بات تو کیا کرو۔ تمہاری

خاموشی سے میں یہ کیسے جان سکتا ہوں کہ تمہارے دل میں میرے لیے کیا ہے؟" وہ اس سے ذرا فاصلے پر قدم سے قدم ملا کر چلتے ہوئے نرمی سے بولا۔
"تمہیں اب تک میرے رویے سے پتا نہیں چلا کہ میرے دل میں تمہارے لیے کیا ہے؟" جواباً" اس نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔
"جانتا ہوں' تمہارے دل میں میرے لیے غصہ ہے کیونکہ میں تمہیں انفارم کیے بغیر ملک سے باہر چلا گیا تھا۔" وہ بغور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔
"نفرت بھی ہو سکتی ہے۔" اس نے بے دردی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا پھر دوبارہ آگے کی جانب بڑھ گئی تو وہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔
"اتنی تکلیف دہ باتیں مت کیا کرو ماہی پلیز۔" اس کا لہجہ ملتجی تھا جسے وہ مکمل نظر انداز کر کے لفٹ کی طرف مڑ گئی تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔
"لفٹ خراب ہے سیڑھیوں سے جانا پڑے گا۔"
وہ ابھی لفٹ کے دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ اس کی آواز پر وہیں رک گئی پھر پلٹ کر نچلی منزل کی جانب اترتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تو وہ بھی اس کی تقلید میں اس کے پیچھے چل پڑا۔
ابھی وہ دوسری منزل پر ہی پہنچے تھے کہ اچانک لائٹ چلی گئی جس کے باعث سیڑھیوں میں مکمل اندھیرا پھیل چکا تھا۔ اس نے فوراً" موبائل ٹارچ آن کر لی تھی۔ اس وقت وہ اس سے آگے سیڑھیاں اتر رہا تھا جب اچانک اس کا پاؤں اگلی سیڑھی کے کنارے پر رکھے جانے کی وجہ سے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی۔ اسی لمحہ اس نے فوراً" ریلنگ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ گرتے گرتے بچ گئی تھی۔
اس کی لڑکھڑاہٹ پر اس نے فوراً" پلٹ کر اسے دیکھا۔
"تم ٹھیک تو ہو نا؟" اس کے لہجے سے چھلکتی تشویش کو وہ واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی۔
"ہاں۔" اس نے جواب دیا۔
"ہاتھ دو۔" اس نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ مگر اس نے اس کی کھلی چوڑی ہتھیلی کو نظر انداز کر دیا اور مزید ایک سیڑھی نیچے اتر آئی۔
"میں نے کہا ہاتھ دو۔" اب کی بار اس نے درشتگی سے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔ اس وقت وہ غصے میں دکھائی دے رہا تھا۔ غیر ارادی طور پر اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا جواب بھی اس کے سامنے پھیلا ہوا تھا۔
وہ اس کا ہاتھ تھامے بڑی احتیاط سے سیڑھیاں اتر رہا تھا کہ تب ہی فون بجنے پر اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑا سیل کان سے لگا لیا۔
"ہیلو۔" وہ فون پہ باتیں کرنے میں مصروف ہو چکا تھا۔
وہ خاموشی سے اس کی پیروی میں سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ جب آخری منزل کی آخری سیڑھی پر پہنچتے ہی اس نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا جو بڑے مگن سے انداز میں ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھامے اور دوسرے ہاتھ سے فون کان پر لگائے باتوں میں محو بلڈنگ سے باہر نکل رہا تھا اور وہ میکانکی انداز میں اس سے دو قدم کے فاصلے پر چل رہی تھی۔
بدستور باتیں کرتے کرتے وہ پارکنگ ایریا تک آ پہنچا اور اب رک کر دوسری طرف موجود شخص کی کسی بات پر ہنس رہا تھا۔ اس نے تپ کر ایک نظر اسے اور دوسری نظر اس کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ کو دیکھا جس کو اس نے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ وہ ایک بار پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی سعی کرنے لگی مگر ندارد۔
"چلیں ٹھیک ہے اجمل صاحب پھر کل آپ سے آپ کے آفس میں ملاقات ہو گی ان شاء اللہ او کے اللہ حافظ۔"
مسکرا کر فون آف کرتے ہوئے اس نے ایک نظر اسے دیکھا جو اپنے غصے کو بمشکل دبائے اس کے ساتھ کھڑی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا ہوا؟" پتا نہیں وہ واقعی اس کے غصہ کی وجہ نہیں جانتا تھا یا انجان بن رہا تھا لیکن کچھ بھی تھا اس وقت وہ اپنے لہجے کی تلخی پر قابو نہیں رکھ پائی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ قدرے بلند آواز میں بول پڑی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" اس کے کہنے پر اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود اس کے نرم ہاتھ کو دیکھا اور دوسری نظر اس کے تنے چہرے پر ڈالتے ہوئے آہستگی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر فوراً" پلٹ کر ہاتھ میں موجود چابی سے پاس کھڑی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولنے لگا۔

اسی دوران وہ دوسری جانب مڑ چکی تھی۔ اسے پلٹتے دیکھ کر وہ فوراً" اس کی جانب بڑھا اور اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں گویا ہوا۔

"کہاں جارہی ہو؟" اس کے سوال پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی پھر اپنے لفظوں پر زور دیتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔

"گھر جارہی ہوں اور کہاں؟"

"گاڑی میں بیٹھو میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"تھینکس میں چلی جاؤں گی۔" اتنا کہہ کر وہ آگے کی جانب بڑھ گئی۔ لیکن وہ اس کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا۔

"رات کے دس بجنے والے ہیں اس وقت تم اکیلی کیسے جاؤ گی؟"

اس کے لہجے میں پریشانی واضح تھی۔

"تمہیں میری فکر کب سے ہونے لگی؟" جواباً" اس نے طنزیہ پوچھا۔

"کیا مطلب؟" وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

"جو شخص رات کے دس بجے سنسان اور ویران سڑک پر تنہا چھوڑ کر چلا جائے اسے آج میری فکر کیسے لاحق ہوگئی؟" اس نے بدستور اسی انداز میں کہا تو وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قدرے دھیمے مگر سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"تمہاری بات سن کر میری جو حالت ہوئی تھی اس کے بعد مجھے کچھ بھی سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ مجھے کم از کم تم سے ایسی توقع نہیں تھی کہ تم مجھ سے ایسی بات کرو گی جو۔۔۔"

"کیا بات کی تھی میں نے؟" وہ اس کی پوری بات سنے بغیر تڑخ کر بولی۔

"وہی جو سب کہہ رہے تھے اگر میں نے کہہ دیا تھا تو کون سا برا کر دیا تھا۔"

"تم نے برا نہیں ماہی بلکہ بہت برا کیا تھا میرے ساتھ۔ کیونکہ دوسرا کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ میں تمہارے بغیر رہ سکتا ہوں یا نہیں لیکن تم، تم تو جانتی تھیں ناکہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور تم ہی مجھے مشورہ دے رہی تھیں کہ میں زریں سے شادی کر لوں جبکہ ایسا کرنا تو دور سوچنا بھی میرے لیے ممکن نہیں تھا اسی لیے تمہاری بات سن کر دکھ کے ساتھ ساتھ مجھے غصہ بھی آگیا تھا اور میں نے ۔۔۔"

"اپنی گاڑی سے اتر جانے کو کہہ دیا تھا۔ ہے نا؟" اس نے تاسف سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی بات مکمل کی۔

"سوری فار دیٹ، مجھے اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

اس کا انداز معذرت خواہانہ تھا۔ جس کا اس پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سر جھٹکتی وہاں سے ہٹ گئی۔

"ہے ماہین۔" وہ اس کی طرف بڑھنا ہی چاہ رہا تھا کہ پارکنگ ایریا کے بائیں جانب سے ان کی طرف آتی گاڑی نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی جس کو سویرا ڈرائیو کر رہی تھی۔ سویرا کی آواز پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوگئی اور پھر تیزی سے اس کی جانب بڑھ گئی۔

"تم آفس سے اب فری ہوئی ہو؟" سویرا نے ایک نظر اس پر ڈالتے ہوئے ماہین سے پوچھا جو یاسیت سے اپنی گاڑی کی طرف پلٹ رہا تھا۔

"تھینکس تم آگئیں ورنہ میں بہت پریشان ہو رہی تھی کہ اتنی رات کو کیسے گھر جاؤں گی؟" گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے تشکر آمیز نظروں سے سویرا کو دیکھ

کر کہا پھر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"تمہیں عدید مہران کے ہوتے ہوئے پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی میری جان؟" سویرا معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھ کر بولی پھر گاڑی کو آگے بڑھا لے گئی۔

"وہاٹ ڈو یو مین؟" اس نے سویرا کو گھورا۔ جو بڑے مزے سے ڈرائیونگ کر رہی تھی۔

"ویسے ماہین ایک بات ہے۔" تھوڑی دیر بعد سویرا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"عدید مہران اچھا انسان ہے اور وہ تمہارے ساتھ بہت جچتا بھی ہے اس کے علاوہ وہ تمہارے ساتھ بہت مخلص بھی ہے۔ اسے اگنور مت کرو پلیز۔" سویرا نے ناصحانہ انداز میں سنجیدگی سے کہا۔

"لیوائٹ، یہ بتاؤ تم اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں؟" اس موضوع پر بات کرنے سے بچنے کی خاطر اس نے اس کا دھیان دوسری طرف کرنا چاہا۔

"آفس کی طرف سے آئی تھی۔ کچھ ضروری کام تھا۔" سویرا نے بتایا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرنے میں مگن ہو چکی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"ایکسکیوزمی سر۔" آج اس نے ایک امپورٹنٹ میٹنگ کال کی تھی اور اب جب وہ میٹنگ اوور کر کے اپنی چیئر سے اٹھنے ہی لگا تھا تو طوبیٰ کی آواز پر وہ فوراً" اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔

"یس۔"

"سر آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" طوبیٰ نے اجازت طلب کی۔ جبکہ ٹیبل کے گرد چیئرز پر بیٹھے تمام ایمپلائیز بھی طوبیٰ کو دیکھنے لگے۔

"جی کہیے۔"

"ایکچوئلی سر ہم سب نے ڈیسائیڈ کیا ہے کہ اس دفعہ اینول آفس ٹرپ پر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔"

"سوری مس طوبیٰ آپ سب تو جانتے ہی ہیں میں ٹرپس، پکنکس وغیرہ پر نہیں جایا کرتا، آپ لوگ جائیں اور انجوائے کریں پلیز۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"لیکن سر ہم سب کی خواہش ہے کہ اس سال ہم آپ کے ساتھ ٹرپ پر جائیں اور آپ کے ساتھ انجوائے کریں سو پلیز سر انکار مت کیجیے۔" جبران نے بھی طوبیٰ کی تائید کی۔

"یس سر ہم سب چاہتے ہیں کہ آسٹریلیا کے پروجیکٹ پر کام کر کے جو کامیابی ہمیں ملی ہے وہ ہم آپ کے ساتھ شیئر کریں۔"

اس کا خوشگوار موڈ دیکھ کر یکے بعد دیگرے سب اس کو قائل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

"اس سال پہلی دفعہ آفس ٹرپ شہر سے باہر جارہا ہے آپ ہمارے ساتھ ہوں گے تو ہمیں بہت حوصلہ ملے گا۔ پلیز سر مان جائیے۔" میٹنگ روم میں بیٹھے تمام افراد کا اصرار بڑھتا جارہا تھا وہ چیئر کی بیک سے ٹیک لگائے خاموشی سے باری باری سب کو دیکھنے میں مصروف تھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"ان فیکٹ میں اپنی فیملی کے بغیر کسی طرح بھی تفریحی غرض سے کہیں گیا نہیں اس لیے میرا جانا بہت مشکل ہے۔ آپ سے ریکویسٹ ہے کہ آپ سب لوگ ٹرپ پر جائیں اور خوب انجوائے کریں اگر ممکن ہوا تو اگلی بار ان شاء اللہ میں ضرور آپ کا ساتھ دوں گا۔"

اس کے انکار پر اسٹاف تقریباً" مایوس ہونے کو تھا کہ توقیر صاحب کی آواز پر سب ان کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"سب لوگ اتنا زور دے رہے ہیں تو پلیز چلیے سر۔"

"آپ نے بھی میرا ساتھ نہیں دیا توقیر صاحب۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"یس سر کیونکہ سب یہی چاہتے ہیں۔ کیوں مس ماہین۔ پلیز آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کر دیں تاکہ ایک ووٹ بھی سر کے حق میں نہ جائے۔"

صفدر نے ماہین کو مخاطب کر کے کہا تو وہ جو ارد گرد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے بے نیاز سر جھکائے ٹیبل پر نظریں مرکوز کیے بیٹھی تھی، چونک کر بے ساختہ اسے دیکھنے لگی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اپنی اس بے ساختگی پر وہ خود کو دل ہی دل میں سرزنش کرنے لگی۔

"ماہین تم بھی بولو نا کچھ کہ سر کو بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے یا نہیں؟" نادیہ نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"آں ہاں..... بالکل۔"

وہ اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی تپش کو با آسانی محسوس کر سکتی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اس وقت اس کی نظروں کو خود پر بری طرح محسوس کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس وقت اس کو ہرگز نہیں دیکھ رہا ہو گا۔ کچھ بھی تھا وہ اسٹاف کی موجودگی کا ہر صورت خیال رکھتا تھا اور بلا ضرورت اسے کسی بات میں نہیں گھسیٹتا تھا۔ یہ بات اس کے لیے انتہائی قابل اطمینان تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ سب کی موجودگی میں کافی حد تک ایزی فیل کرتی تھی لیکن اب اچانک اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ کچھ گھبرا سی گئی تھی۔

اتنا کہہ کر اس نے دوبارہ سر اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔

"پلیز سر اب تو چلیے نا ہمارے ساتھ اب ایک ووٹ بھی آپ کے حق میں نہیں ہے۔" نصیر نے بھی اپنی رائے کا اظہار کیا تو وہ ایک لمحے کے لیے بالکل خاموش رہ گیا پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔

"چلیے ٹھیک ہے اگر آپ سب کی یہی مرضی ہے تو مجھے بھی آپ کی بات ماننی پڑے گی۔"

اس کا جواب سن کر وہاں پر موجود تمام افراد کے چہرے کھل اٹھے جس کی وجہ اس کا اسٹاف کے ساتھ بہترین رویہ تھا۔ وہ اپنے تمام اسٹاف ممبرز کے ساتھ انتہائی نرمی اور محبت سے پیش آتا تھا۔ بلاوجہ کا سخت رویہ اسے شدید ناپسند تھا اسی لیے اسے خوامخواہ کا پریشر ڈالنا ہرگز گوارہ نہیں تھا۔ وہ اپنے ہر ایمپلائے کے ہر مسئلے سے بخوبی واقف رہتا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ ہر شخص اسے خود سے قریب سمجھتا تھا اور اس سے اپنا ہر پرابلم با آسانی ڈسکس کر لیتا تھا۔ جبکہ وہ ان کی ہر ممکن مدد کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ ان سب کے باوجود اس کی شخصیت میں ایسا کچھ ضرور تھا کہ اس سے بات کرنے سے پہلے مخاطب ایک بار سوچنا نہ بھولتا تھا۔ وہ اپنی حد میں رہنا اور دوسروں کو ان کی حدوں میں رکھنے کا فن بخوبی جانتا تھا۔ اگر وہ سب کے قریب تھا تو ایک نہ محسوس ہونے والا فاصلہ بھی اس نے قائم رکھا ہوا تھا۔ اس کی شخصیت کا وقار لہجے کی متانت اور بات کرنے کا انداز اسے دوسروں سے ممتاز کرتا تھا۔

"ایم ریڈی بٹ ایک شرط ہے۔" وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید بولا۔

"پورا اسٹاف اس ٹرپ پر چلے گا کوئی Absent نہیں ہو گا۔ اگر آپ سب ایگری ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ..... سوری۔"

اس نے ایک سرسری سی نظر اس کے جھکے سر پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں سر ہم سب تیار ہیں۔ آپ فکر مت کریں تو قیر صاحب نے یقین دلایا۔

"سر مقام بھی آپ ڈیسائیڈ کیجیے پلیز۔" زارا نے تجویز دی۔

"یہ تو بہت مشکل کام ہے مس زارا۔" اس نے تھوڑا پس و پیش سے کام لیا۔

"آپ سب مل کر کوئی بھی اچھی سی جگہ سوچ لیجیے وہیں چل پڑیں گے۔"

"نو سر ہم سب آپ کے فیورٹ مقام پر جائیں گے ہم نے یہی ڈیسائیڈ کیا ہے۔" ظفر کے کہنے پر وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد گویا ہوا۔

"پھر ایسا کرتے ہیں ہم لوگ کاغان چلتے ہیں آپ اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔" وہ اتنا کہہ کر مزید کچھ کہے بغیر آخری نظر اس پر ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا تو سب لوگ اس کی تقلید میں اپنی سیٹ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔

اس کے روم سے نکلتے ہی وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔ جبکہ وہ بالکل خاموش تھی۔ اس نے ایک طائرانہ سی نظر سب

پر دوڑائی ہر شخص اپنی جگہ پر بے حد خوش و مسرور دکھائی دے رہا تھا۔

وہ سب مختلف باتوں اور پلانز میں مگن تھے جب وہ غیر محسوس طریقے سے وہاں سے چلی آئی اور اپنے کیبن میں آ بیٹھی یکدم دل کچھ بوجھل بوجھل سا ہونے لگا تھا۔ اس نے دائیں ہاتھ میں بندھی نازک سی رسٹ واچ پر نگاہ دوڑائی۔

شام کے پانچ بجے تھے۔ آفس ٹائم ختم ہونے والا تھا۔ اس نے جلدی جلدی کام نبٹایا اور پرس سنبھالے بلڈنگ سے باہر نکل آئی۔

☆ ☆ ☆

"ماہین۔" وہ صحن میں رکھی چیئر پر پاؤں اوپر کیے آرام دہ انداز میں ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ جب بجو کی آواز پر ان کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"میں نے تمہارے کپڑے پریس کر کے بیگ میں رکھ دیے ہیں اور ضرورت کی دوسری چیزیں بھی رکھ دی ہیں تم ایک دفعہ بیگ چیک کر لینا کچھ کم ہو تو بتا دینا۔" بجو اس کے قریب رکھی چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔ جواباً وہ خاموش تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" اسے مسلسل چپ دیکھ کر بجو پوچھے بغیر نہ رہ سکیں۔

"کچھ نہیں بجو بس ویسے ہی۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"دور جانے کے خیال سے پریشان ہو؟" بجو نے محبت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔" اس کی بات پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیوں؟" انہوں نے پوچھا۔

"بس ویسے ہی بجو میرا ٹرپ پر جانے کو بالکل دل نہیں کر رہا۔" اس نے بجھے بجھے دل سے کہا۔

"لیکن کیوں، ابھی کل ہی تو تم اتنی ایکسائیٹڈ تھیں اب اچانک کیا ہوا ہے؟"

ان کے سوال پر وہ چند لمحوں کے لیے بالکل چپ ہو گئی۔

اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ کل تک اسے یہی پتا تھا کہ آفس ٹرپ پر عدید مہران نہیں جایا کرتا جبکہ اس دفعہ وہ بھی ٹرپ جوائن کر رہا ہے اور نا صرف یہ بلکہ ..... کاغان۔

اس کا دل یاسیت سے پر ہو گیا تھا۔

ایک عجیب سی کیفیت تھی جو اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟

"تم نے بتایا نہیں کیا بات ہے ماہین؟" بجو نے دوبارہ استفسار کیا تو وہ چونک سی گئی۔

"بجو ٹرپ کاغان جا رہا ہے اور آپ کو پتا تو ہے میں کاغان پہلے بھی جا چکی ہوں بس اس لیے میرا دل نہیں کر رہا۔" اس نے بے زاری سے جواب دیا۔

"ارے واہ تمہارا ٹرپ کاغان جا رہا ہے اتنی خوب صورت جگہ پر اور تم انکار کر رہی ہو یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ تمہیں یاد ہے جب ہم سب لوگ کاغان گئے تھے تو کتنا مزا آیا تھا وہاں پر۔" اس نے گردن کو ہلکا سا موڑ کر بجو کو دیکھا جو کاغان کا نام سنتے ہی پرجوش دکھائی دینے لگی تھیں ان کا چہرہ پرانی یادوں کو یاد کر کے جگمگانے لگا تھا۔

"سچ ماہین وہ دن، بہت خوب صورت اور یادگار تھے جب ہم سب ساتھ رہتے تھے اور ساتھ کھاتے تھے۔ تمہیں یاد ہے نا ہم کاغان عدید کی ضد پر گئے تھے۔ اسے بہت شوق ہوا کرتا تھا برف پوش پہاڑیاں دیکھنے کا جبکہ ماموں جان سخت خفا ہوئے تھے اس کی اس ضد پر۔ لیکن وہ بھی عدید مہران ہی کیا جو اپنی بات سے ایک انچ پیچھے ہٹ جائے۔" بجو گزرے دنوں کو بڑے پر لطف انداز میں یاد کر رہی تھیں۔ وہ محض ان کو دیکھتی رہی۔

"مجھے ماموں کا گھر اور عدید بہت یاد آتے ہیں ماہین۔ کتنی اپنائیت اور کتنی محبت ہوتی تھی نا ہم سب کے درمیان پھر پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی۔" ذکر کرتے کرتے بجو افسردہ سی ہو گئی تھیں۔ جبکہ اس کا ذہن ان کی پہلی بات میں اٹک کر رہ گیا تھا۔ بجو کی بات ختم ہوتے ہی وہ ان کی طرف مڑ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بجو وہ صرف ماموں کا گھر نہیں تھا وہ ہمارا بھی تھا آپ یہ بات کیوں بھول جاتی ہیں؟" وہ زچ سی ہو گئی تھی بجو کی فراخ دلی سے۔

"ماہین پلیز چھوڑ دو یہ سب' تم آخر وہ سب بھلا کیوں نہیں دیتیں؟" بجو نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"میں کبھی بھی نہیں بھلا سکتی بجو جو کچھ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ آخر ہمارا قصور کیا تھا جس کے نتیجے میں انہوں نے ہمیں یوں دربدر کر دیا۔ ماموں نے دھوکے سے ہمارا حصہ اپنے نام کرایا آخر کیوں کیا انہوں نے ہمارے ساتھ ایسا؟" وہ تقریباً رو دینے کو تھی۔ بجو نے ایک نظر اسے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور اسے پیار سے چمکارنے لگیں۔ وہ بس ایسی ہی تھی رویوں اور لہجوں کو شدت سے محسوس کرنے والی اور اس کی یہ شدت اب غصہ میں بدل گئی تھی۔ وہ جو بڑی سے بڑی بات کو آسانی سے نظر انداز کر دیا کرتی تھی اس بار اتنا سمجھانے کے باوجود وہ کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ اس سے زیادہ انہوں نے اس سے کوئی بات نہ کی مبادا اس کا موڈ مزید خراب نہ ہو جائے۔

"اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو یہ بتاؤ تم آفس ٹرپ پر جا رہی ہو یا نہیں؟" انہوں نے اس کا سر اوپر کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میرا مشورہ ہے ماہین تم چلی جاؤ۔ اچھا ہے تھوڑی ہوا تبدیل ہو جائے گی جو تمہارے ذہن کو بالکل فریش کر دے گی۔" بجو نے مشورہ دیا۔ لیکن جواباً وہ کچھ نہ بولی اور پھر جلد ہی اپنا موڈ درست کرتے ہوئے خوشگوار لہجے میں بجو سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی اور جلد ہی بجو بھی سب بھول بھال کر اس سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئیں۔

☆ ☆ ☆

"آئی تھنک ماہین تمہیں چلے جانا چاہیے۔" وہ آج کئی دنوں بعد سویرا سے ملنے اس کے گھر آئی تھی جب اس نے باتوں کے دوران آفس ٹرپ کا ذکر اس سے کیا تھا جواباً" سویرا اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"تم بطور ایمپلائے ٹرپ پر جاؤ اس میں اتنا سوچنے یا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہیں اپنی جاب سے غرض ہونی چاہیے اور بس۔"

سویرا نے چائے کا مگ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں کہا جو اس نے خاموشی سے تھام لیا۔

"کوئی پرابلم ہے کیا؟" سویرا نے مستقل اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں؟" وہ کچھ الجھی الجھی سی تھی۔

"کیا مطلب؟" سویرا نے پوچھا۔

"میں کانان جانا نہیں چاہتی سویرا! اس جگہ کا نام سنتے ہی مجھے گزرا ہوا وہ وقت یاد آنے لگتا ہے جو سب سے حسین اور خوب صورت تھا جس کا ایک ایک پل میرے ذہن میں محفوظ ہے اور میں وہاں جا کر کسی کمزور لمحے کی گرفت میں نہیں آنا چاہتی سویرا! میں نے خود کو مشکل سے اس وقت سے نکالا ہے جب عدید سمیت ماموں اور ممانی کی محبت میرے پورے وجود میں سرائیت کرتی تھی جب میری پوری زندگی کا محور ان سب کی محبت تھی۔ لیکن جب اعتبار ٹوٹتا ہے نا تو پلٹ کر دوبارہ وہیں جانا مشکل ہو جاتا ہے اور میں پلٹنا نہیں چاہتی کیونکہ میرے دل سے ان سب کی محبت ختم ہو چکی ہے' میں کبھی ان سے ملنا نہیں چاہتی۔" کافی عرصے بعد وہ سویرا سے اس متعلق بات کر رہی تھی ورنہ وہ اس موضوع پر نہ کوئی بات سننے کو تیار ہوتی تھی اور نہ دوسرے کو کرنے دیتی تھی۔ سویرا اسے ٹوکے بغیر سنتی رہی اور وہ بولتی چلی گئی۔

"میرے لیے پریشانی کی بات یہ ہے کہ اگر میں اس ٹرپ پر نہیں جاتی تو مجھے علم ہے کہ وہ یہ ٹرپ کینسل کر دے گا اور میں نہیں چاہتی کہ آفس کے باقی لوگ محض میری وجہ سے اس ٹرپ سے محروم ہو جائیں۔ وہ سب تو مجھے ہی قصوروار سمجھیں گے نا' اب مجھے کچھ سمجھ

نہیں آ رہا کہ میں اسے کس طرح کنوینس کروں۔"

"ماہین تم خوامخواہ اس کو ایشو بنا رہی ہو۔" سویرا اس کی پریشانی کے خیال سے اس کی پوری بات سنے بغیر بول اٹھی۔

"تم وہاں جاب کرتی ہو اور تمہیں وہی سب کرنا پڑے گا جو وہاں پر موجود دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ تم بالکل پریشان مت ہو۔ ہاں وہاں پہنچ کر اگر کوئی خوشگوار سا خیال دل کو ستانے لگے تو ایک نظر عدید پر ڈال لینا۔ یہ میرا مشورہ ہے تمہیں۔"

سویرا نے آخری بات شرارتی انداز میں مسکراہٹ دبا کر کہہ ڈالی مبادا وہ اکھڑ نہ جائے۔ جبکہ سویرا کی اس بات پر وہ اسے گھور کر دیکھنے لگی پھر مگ میں موجود چائے کے سپ لینے لگی۔ تو سویرا دل ہی دل میں اس کے لیے ڈھیروں دعائیں کرنے لگی جس کی حساسیت حد درجہ شدت اختیار کر چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ مضطربانہ انداز میں کبھی بائیں ہاتھ پر بندھی رسٹ واچ کو اور کبھی ونڈو سے نظر آنے والے اس راستے کو تک رہا تھا۔ جہاں سے اس کی آمد متوقع تھی۔

"پتا نہیں وہ آئے گی یا نہیں؟" یہ سوچ اسے پریشان کیے ہوئے تھی۔ اس کا سب نہیں چل رہا تھا کہ وہ سڑک کے کنارے کھڑی اس لگژری وین سے نیچے اتر کر بے قراری سے ادھر ادھر چکر لگاتے ہوئے اس کی راہ دیکھے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اسٹاف کی موجودگی کا خیال بہرحال ساتھ رہتا تھا۔

وہ بے چینی کے عالم میں کئی بار پہلو بدل چکا تھا۔ غالباً" سب ہی منتظر نظروں سے وین سے باہر دیکھنے میں مصروف تھے۔

"زارا تم ماہین کا نمبر تو ٹرائی کرو پلیز۔" طوبیٰ نے زارا کو مشورہ دیا کیونکہ پورے اسٹاف میں زارا ہی اس کے بہت کلوز تھی۔

"وہ سیل نہیں رکھتی یار۔" زارا کی حالت بھی طوبیٰ سے مختلف نہیں تھی۔

"ہو سکتا ہے ماہین کا ارادہ بدل گیا ہو۔" کرن نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تو وہ جو غیر ارادی طور پر ان کی باتیں سن رہا تھا بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا۔

"اللہ نہ کرے کرن اگر ماہین کا ارادہ بدلا تو عدید سر کا ارادہ بدلنے میں بھی دیر نہیں لگے گی۔" طوبیٰ نے کرن کو دھیمی آواز میں کہا تو کرن مزید کچھ کہنے سے باز ہی رہی۔

"اوہ تھینک گاڈ۔" زارا کی خوشی سے بھرپور آواز پر سب ہی نے اس کا ساتھ دیا اور اسے وین کی طرف بڑھتا دیکھ کر بے اختیار ان سب نے سکون کا سانس بھرا۔

اسے وین میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے طمانیت سے اپنا سر سیٹ کی پشت پر ٹکا دیا۔ تمام بے چینی اور بے قراری وجود سے گویا یکدم رفع ہو چکی تھی۔

اپنا پرس سنبھالتی وہ آہستگی سے چلتی ہوئی زارا کے پاس جا پہنچی جس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔ زارا کو بہت سردی لگتی تھی۔ اس لیے اس کے کہنے پر وہ ونڈو والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"چلو نواز۔" اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ سر پر دوپٹہ جمانے میں مصروف تھی جب قریب سے آتی اس کی آواز پر چونک کر اس نے اگلی سیٹ پر اسے بیٹھا دیکھا تو پل بھر کے لیے اس کے ہاتھ سر پر ہی رک گئے تھے۔ وہ فرنٹ سیٹ پر براجمان تھا اور وہ اس کے بالکل پیچھے والی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

وین میں داخل ہوتے وقت وہ اپنے گرد و پیش سے قطعی بے خبر تھی جبھی غور نہیں کر سکی تھی کہ وہ کہاں بیٹھا ہے؟ گویا اب تمام سفر وہ عجیب سی کیفیت میں ہی گھری رہے گی۔

بہرحال وہ سارے خیالات جھٹک کر آنکھیں بند کیے زیر لب قرآنی آیات کا ورد کرنے لگی۔

"میں کیا مانگوں یار' مجھے تو دعاؤں میں صرف تمہیں مانگنا آتا ہے اور ویسے بھی تم ہو نا میرے لیے دعائیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مانگنے کے لیے اور مجھے یہ بھی پتا ہے کہ یہ جو تم اتنی ساری سورتیں آنکھیں بند کرکے دل ہی دل میں پڑھ رہی ہو نا یہ صرف میری حفاظت کے لیے پڑھ رہی ہو کیونکہ میں تمہارے لیے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ اہم ہوں۔"

دل ہی دل میں مختلف آیتوں کا ورد کرکے وہ اب دعا مانگ رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے بہت قریب اس کی مدھم آواز سنائی دی۔ وہی انداز' وہی لب و لہجہ' وہی اپنائیت۔

جب وہ سب کا غان جا رہے تھے اور وہ شہزینہ آپی کو زبردستی اس کے پاس سے اٹھا کر خود اس کے قریب والی سیٹ پر جا بیٹھا تھا اور پھر تمام راستے مسلسل اسے تنگ کرتا رہا تھا۔

اسے لگا اس وقت بھی وہ اس کے بالکل قریب بیٹھا ہے' اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور گردن موڑ کر اپنے ساتھ والی سیٹ پر دیکھنے لگی جہاں زارا کانوں پر ہیڈ فون لگائے آنکھیں بند کیے انگلش گانوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

تب ہی اسے اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی تپش محسوس ہوئی' بلا ارادہ اس نے ویو بیک مرر کی جانب دیکھا جہاں نہایت سنجیدگی سے بھرپور دو آنکھیں پورے استحقاق کے ساتھ اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ زیادہ دیر ان آنکھوں کو نہ دیکھ سکی اور کھڑکی کی طرف رخ کر گئی۔

دشوار گزار مگر حسین سفر خوب صورت راستوں کی بھول بھلیوں میں کھو کر کئی گھنٹوں کے بعد اب بالآخر مکمل ہو چکا تھا۔

وین سے اترتے ہی سب کو اپنے قدم گویا فرش جنت پر محسوس ہوئے تھے۔ فضا میں پھیلی ٹھنڈک اور بھینی بھینی خوشبو سے سب ہی لطف اٹھا رہے تھے۔ جبکہ سامان ہوٹل میں شفٹ کیا جا رہا تھا۔

شدید سردی کے باعث دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر گرم کرتی وہ سائیڈ پر کھڑی تھی۔

ایک سرسری سی نظر اس نے اپنے اطراف میں دوڑائی ہر منظر بہت شناسا سا تھا وہی برف سے ڈھکی بلند پہاڑیاں' وہی نیلگوں بہتا پانی' وہی آسمان سے اترتے ننھے ننھے برف کے ذرے' وہی سرسراتی گنگناتی ہوا' وہی خوشبوؤں میں بسی معطر فضا۔ سب کچھ پہلے جیسا تھا کچھ بھی نہیں بدلا تھا لیکن اگر کچھ بدلا تھا تو وہ وقت تھا۔ ایک ٹیس تھی جو اس کے دل میں محض پل بھر کے لیے اٹھی تھی اور وہ سسک کر رہ گئی تھی۔ درد کے باعث آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

اور یہی وہ لمحہ تھا جب توقیر صاحب سے بات کرتے کرتے اچانک اس کی نظر درخت کے ساتھ ٹیک لگائے دوپٹہ کے پلو سے آنکھوں کے کنارے صاف کرتی ماہی پر جا پڑی تھی۔ اسے یوں دیکھ کر وہ بے چین ہو اٹھا تھا اس نے ارد گرد ایک طائرانہ سی نظر دوڑائی جہاں سب ایک دوسرے کے ساتھ گروپس کی صورت میں کھڑے ماحول سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ خوش گپیوں میں مگن تھے۔

بے اختیار اس کا دل چاہا کہ وہ اس کے پاس جائے اور اپنی انگلیوں کی پوروں میں اس کے تمام آنسوؤں کو جذب کر لے اور اس کے تمام دکھوں کو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں میں قید کر لے تاکہ وہ پرسکون ہو جائے بالکل ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح غیر ارادی طور پر اس نے دو قدم اس کی جانب بڑھا دیے لیکن تیسرا قدم اٹھانے سے پہلے ہی وہ اپنی جگہ پر رک گیا۔

طوبیٰ اور زارا اس کے پاس جا پہنچی تھیں اور اب اس کا ہاتھ پکڑ کر سفیدے کے درخت کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ وہ وہیں سے واپس پلٹ آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

انہیں یہاں آئے تین دن گزر چکے تھے۔ وہ سب صبح ہی صبح سیر کے لیے نکل کھڑے ہوتے اور پھر شام ڈھلنے پر ہی لوٹتے تھے۔ پورا اسٹاف اس سفر سے خوب لطف اٹھا رہا تھا۔ ہر چہرہ کھلا کھلا اور ہر آنکھ خوش دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سب کتنے مطمئن اور مسرور تھے۔

اس نے ایک نظر سب پر دوڑائی اور ایک گہری

سانس لے کر رہ گئی۔ اس کے اپنے اندر اور باہر تو بس اداسی ہی اداسی تھی جس کو یہ خوب صورت جگہ بھی دور نہیں کر سکتی تھی بلکہ یہاں آکر تو وہ مزید خود کو اکیلا اور مضطرب سا محسوس کرنے لگی تھی۔

یہی وہ جگہ تھی جہاں آکر اس نے خود کو بے حد خوش اور خوش نصیب تصور کیا تھا' شاید یہ اس شخص کی ہمراہی کا اعزاز تھا جو اسے چاہنے کا دعوےدار تھا تب ہی تو اس کی چاہت میں وہ پور پور ڈوب چکی تھی اور پھر اس نے اس وقت اس کا ساتھ چھوڑ دیا جب وہ اس کے بغیر ایک لمحہ سانس لینے کی بھی متحمل نہیں تھی۔ اسے بتائے بغیر کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے اتنی دور چلا گیا کہ کتنی دیر تک اسے یقین ہی نہیں آیا تھا کہ عدید مہران اسے چھوڑ بھی سکتا ہے جس کے لفظ لفظ سے یقین چھلکتا تھا جس کے حرف حرف میں سچائی گندھی محسوس ہوتی تھی وہ اسے چھوڑ کر محض اپنے برائٹ فیوچر کی خاطر اس کا اعتماد' بھروسہ اور مان سب کچھ توڑ کر خاموشی سے چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے خود کو کس طرح سنبھالا تھا' کیسے اپنے ٹوٹتے وجود کو بکھرنے سے بچایا تھا' کیا کیا جتن نہیں کیے تھے اس نے اپنے دل سے اس کی یاد کے ہر نقش کو مٹانے کے لیے لیکن جب وہ اس کوشش میں کامیاب ہونے لگتی تھی یونہی بالکل اچانک اس کی بات' اس کا انداز یا اس کا دھیما لب و لہجہ اسے کمزور کرنے لگتا تھا اور وہ خود کو مضبوط بنانے کی خاطر اپنے دل میں اس کے لیے کوئی نرم گوشہ رکھنے کی ہرگز روادار نہیں تھی۔

اس وقت بھی اس کا دل یونہی بھر آیا تھا نہ جانے کون سا احساس تھا جو اس کی آنکھوں کو بھگو دیا کرتا تھا کہ ہر منظر دھندلا دکھائی دینے لگتا تھا۔ اس نے پلکیں جھپک کر آنکھوں میں تیرتی نمی کو اندر دھکیلتے ہوئے اپنے اطراف میں دیکھا۔

ہر نظارہ نہایت دلکش تھا۔ بدن میں جھرجھری پیدا کرتی نرم ہوا' فضا میں محو رقص ننھے منے بادل' نیلے کنچوں جیسا شفاف پانی' ماحول کو پاکیزہ بناتی پورے چاند کی سفید شعاعیں اور اطراف میں پھیلا گہرا سکوت ماحول کو حسین بنا رہے تھے لیکن اسے کسی بھی منظر میں دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ہر شے میں افسردگی اور یاسیت کا عنصر بے طرح نمایاں ہو رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے ماہی' میں تمہیں بالکل اداس یا پریشان نہیں دیکھ سکتا بلکہ مجھ سے یہ بھی برداشت نہیں ہوتا کہ تمہارے ارد گرد ایسا ماحول ہو جو تمہاری آنکھوں کو افسردہ کر دے۔" وہ بہت نرمی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولا تھا۔

وہ جو اب فضا میں پھیلی معطر اور بھینی خوشبو کو آنکھیں بند کیے اپنے اندر اتار رہی تھی۔ اپنے قریب سے آتی اس کی آواز پر جھٹکے سے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی۔

وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

وہ محض ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

یکے بعد دیگرے ذہن پر جھلملانے والی اس کی باتیں اسے اضطراب میں مبتلا کر رہی تھیں۔ وہ سر جھٹک کر کھڑکی بند کرکے اپنے بیڈ کی طرف بڑھ گئی اور ایک نظر قریب ہی دوسرے بیڈ پر سوئی زارا پر ڈالی جو پرسکون سو رہی تھی۔ وہ حسرت سے اسے دیکھتی رہی۔ وہ بھی تو اسی طرح ہر شے سے بے خبر طمانیت بھری نیند سونا چاہتی تھی لیکن وہ جب سے یہاں آئی تھی ایک لمحہ کے لیے بھی اطمینان سے نہیں سو سکی تھی۔

وہ اب مزید یہاں رہنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے لگتا تھا۔ اگر وہ کچھ دن اور یہاں رہی تو اپنی انا' اپنی خودداری سب کچھ ختم کر ڈالے گی۔ وہ ایسے کسی کمزور لمحے کی زد میں آنا نہیں چاہتی تھی جو اسے خود سے دور کر دے اور اس کی شناخت کھو دے۔ وہ بہت مشکل سے خود کو سنبھال پائی تھی اب اتنی آسانی سے اپنی ذات کے غرور کو زمین بوس ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

سوچتے سوچتے اسے شدید گھبراہٹ ہونے لگی۔ خود کو ریلیکس کرنے کی خاطر سونے کی کوشش کرنے لگی اور پھر جلد ہی وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆ ☆ ☆

"سر ہماری واپسی کب تک ہے؟" ایک تفریحی مقام پر وہ سب کھانا کھانے میں مصروف تھے جب زارا نے اسے مخاطب کرکے پوچھا۔

"خیریت مس زارا' اتنی جلدی گھبرا گئیں آپ؟" جواباً" اس نے قدرے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"نو سر ایم آل رائٹ بٹ ماہین کچھ گھبرائی ہوئی ہیں رات بھی ٹھیک طرح نہیں سو پائیں اور پریشان سی رہتی ہیں' غالباً" یہ گھر والوں کو بہت مس کر رہی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کئی بار جلدی واپس چلنے کو کہا تو میں نے سوچا آپ سے پوچھ لوں تاکہ یہ ریلیکس ہو جائیں۔"

اس کے سوال کے جواب میں زارا نے تفصیل سے جواب دیا جس کو سن کر وہ اس کے جھکے سر کو دیکھنے لگا جو زارا کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

"آر یو شیور کہ آپ گھر والوں کو مس کر رہی ہیں"۔ اس نے لفظ "گھر والوں" پر زور دیتے ہوئے پوچھا تو مجبوراً" اسے سر اٹھا کر اسے دیکھنا پڑا۔ جو سوالیہ انداز میں اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

پتا نہیں اس کی مسکراتی آنکھوں میں ایسا کیا تھا کہ وہ جواب میں کچھ بھی نہ کہہ سکی اور دوبارہ سر جھکا گئی۔

وہ بھی کھانے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ ٹیبل پر مکمل خاموشی تھی۔ یہ بھی شکر تھا کہ اس نے جواب دینے پر زور نہیں دیا تھا ورنہ۔۔۔ پتا نہیں وہ کیا کہہ دیتی؟ اور پھر شاید وہ اس اندرونی کیفیت کو ہمیشہ کی طرح بھانپ گیا تھا جبھی اگلے دن اس نے ایک امپورٹنٹ ڈیلی گیشن سے ملنے کا بہانہ بنا کر سب کو پیکنگ مکمل کرنے کا آرڈر دے ڈالا تھا۔

وہ اپنی تمام تیاری مکمل کرکے ہوٹل کے پچھلے حصے میں جہاں ایک چھوٹی جھیل بنی تھی وہاں چلی آئی۔ اسے یہ جگہ شروع سے ہی بے حد پسند تھی وہ الوداعی نظروں سے اس جھیل میں تیرنے والی بطخوں کو تک رہی تھی جب وہ غیر محسوس طریقے سے اس کے قریب آ کھڑا ہوا اور اس کی تقلید میں سفید بطخوں کو دیکھنے لگا۔

"تمہیں یاد ہے جب ہم پہلے آئے تھے تو اس جھیل میں صرف چار بطخیں تھیں اور اب تیرہ ہو چکی ہیں۔"

اس نے چونک کر اپنے بائیں جانب دیکھا جو بطخوں پر سے نظر ہٹا کر اب اس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ وہ یہاں کب آیا اسے پتا ہی نہیں چلا' کس قدر گم ہو گئی تھی وہ گزرے وقتوں کی خوب صورتی میں کہ اس کی آمد سے بے خبر ہی رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم کچھ بھی نہیں بھولیں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ تم یہاں آکر ان لمحوں کو یاد کرکے افسردہ ہو جاؤ جب ہم۔۔۔"

اس کی بات مکمل سنے بغیر وہ تیزی سے مڑی اور ہوٹل کی طرف چل پڑی۔

اس کے اس طرح کرنے پر وہ خاموشی سے اسے جاتا دیکھتا رہا جو اس سے بات کرنا تو دور بات سننا گوارہ نہیں کر رہی تھی۔ یہاں آکر بھی اس نے کتنی ہی بار اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسے اس طرح نظر انداز کر دیتی تھی کہ اسے اپنی کم مائیگی کا احساس شدت سے ہونے لگتا تھا۔

کاش وہ ایک بار اس کی بات سن لے۔ لیکن وہ تو اسے دیکھتے ہی بے زار نظر آنے لگتی تھی۔

کچھ بھی تھا یہاں آنے کے بعد وہ یہ تو جان گیا تھا کہ بظاہر وہ جو بھی کرے اپنے اندر اس کے لیے بے چینی ضرور محسوس کرتی ہے۔ یہ سوچتے ہی وہ قدرے مطمئن ہو گیا اور ایک گہرا سانس بھرتا ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

☆ ☆ ☆

"سنائیے کیسا ٹرپ رہا جناب کا؟" احسن پچھلے کئی دنوں سے شہر سے باہر تھا اور اب کراچی پہنچتے ہی وہ اس سے ملنے اس کے آفس آپہنچا تھا۔ اس سے مصافحہ کے بعد چیئر پر بیٹھتے ہوئے احسن نے خوشدلی سے پوچھا۔

"اچھا تھا۔" اس نے مختصر جواب دیا تو احسن نے بغور اس کی جانب دیکھا جو کچھ اپ سیٹ دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا مطلب تمہارا صرف اچھا تھا؟" احسن نے کریدا۔ وہ کچھ سیریس سا تھا۔

"کچھ نہیں یار۔ عموماً" جس طرح کے ٹرپ ہوتے ہیں یہ بھی ویسا ہی تھا۔" انٹر کام پر چائے کا آرڈر دیتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کچھ بات نہیں بنی۔" حسن نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں وہاں بات بنانے گیا تھا؟" اس نے گھور کر احسن کو دیکھا۔

"پھر کس لیے گئے تھے؟" احسن پتا نہیں کیا سننا چاہ رہا تھا وہ ایک نظر اسے دیکھ کر گویا ہوا۔

"جانا تو ضروری تھا یار اور اس جگہ اس لیے گیا تھا تاکہ اس کے ساتھ اس خوب صورت وقت کو یاد کروں جب وہ صرف مجھے سوچتی تھی مجھے دیکھتی تھی۔ میں بس اتنا چاہتا تھا کہ وہ پہلے کی طرح وہاں صرف میری ہو کر رہے لیکن۔۔۔" وہ پتا نہیں کیا کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پا رہا تھا سو خاموش ہو گیا۔ احسن نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ وہ بہت مضمحل۔ اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا بات ہے عدید' کچھ ڈسٹرب لگ رہے ہو۔" احسن پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"نہیں یار ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے احسن کو ٹالنا چاہا مگر وہ بضد تھا۔

"کیا بتاؤں یار مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟" بالآخر وہ بول ہی پڑا تھا مگر کچھ الجھا الجھا سا تھا۔

"میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں' اسے منانا چاہتا ہوں' اس سب کے لیے جو میں نے اس کے ساتھ کیا جو میرے گھر والوں نے کیا لیکن وہ میری ایک بات بھی سننا پسند نہیں کرتی میں کس طرح اسے کنوینس کروں یار' میں بہت الجھن میں ہوں مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا ہر وقت ایک عجیب سی بے زاریت سوار رہتی ہے۔ میں اکتا گیا ہوں اس ساری سچویشن سے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے بات کرے مجھے سمجھنے کی کوشش کرے۔ میں اتنا غلط نہیں ہوں جتنا وہ مجھے سمجھتی ہے یار' میرا خیال تھا وہاں جا کر اس کے رویے میں کچھ تبدیلی آئے گی لیکن۔۔۔" اس کے لہجے سے بے بسی چھلک رہی تھی۔ اس کی بات سن کر احسن خاموش ہو گیا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اسے کس طرح تسلی دے؟ جبکہ اب وہ پہلے کی نسبت مزید حساس ہو گیا تھا اور ماہین کو لے کر انتہائی حد تک سنجیدہ ہو رہا تھا۔ اس وقت اسے کچھ بھی کہنا یا سمجھانا بے معنی تھا۔

تقریباً" آدھے گھنٹے بعد احسن جا چکا تھا اس کے جاتے ہی اس نے تھکے تھکے انداز میں سر سیٹ کی بیک پر گرا دیا اور اسے سوچنے لگا جسے اس کے احساسات کی قطعاً" پروا نہ تھی۔ وہ خود کو عجیب کیفیت میں گھرا محسوس کر رہا تھا بہت مجبور اور بے بس۔ ایک کوفت سی تھی جو اس کے اعصاب پر سوار اس کے حواس کھو رہی تھی۔

اس نے دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور مسئلے کا حل سوچنے لگا مگر اسے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا تب ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور کان سے لگایا اور کرن کو میسج دینے کے بعد سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنی سیٹ کی پچھلی جانب قد آدم گلاس ونڈو سے باہر نظر آنے والی لمبی کشادہ اور پر رونق سڑک پر تیزی سے چلتی ٹریفک پر نظریں جما دیں۔

"مے آئی کم ان؟" دروازہ کو ہلکا سا ناک کرکے اس نے اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا جو پہلے دن کی طرح آج بھی اس کے دل میں بڑے کروفر سے براجمان تھی اور ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔ اس کی بے اعتنائی اور حد درجہ بے رخی کے باوجود وہ اس کا اسی شدت سے طلب گار تھا جس طرح پہلے تھا۔

کاش وہ اپنا دل اس کی طرف سے بالکل صاف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرلے تو وہ خود کو کتنا ہلکا پھلکا سا محسوس کرے گا۔ اپنے دل اور کندھوں پر نظر نہ آنے والے بوجھ کو اتر جانے سے وہ اپنی نظروں میں کتنا معتبر ہو جائے گا لیکن

"مجھے بلایا تھا؟" اسے اپنی طرف مسلسل دیکھتا پا کر اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا تو اسے بھی اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا اور فوراً بول پڑا۔

"ہاں، بیٹھو۔" آہستہ آہستہ چلتا وہ ٹیبل کے پاس آ کھڑا ہوا اور چیئر کی طرف اشارہ کیا مگر وہ بدستور کھڑی رہی تو اس نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا۔

"ماہی تم جانتی ہو نا میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" کچھ ہی فاصلے پر کھڑا وہ استفسارانہ انداز میں بولا تو اس کی بات پر اس نے تیز نظروں سے اسے دیکھا جو خطرناک حد تک سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ پل بھر کے لیے وہ کچھ بھی نہ بول سکی اور خاموش ہی رہی جبکہ وہ سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر جمائے جوں کا توں کھڑا تھا۔ وہ اپنے اندر موجود ساری ہمت کو جمع کر کے مضبوط لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں تم سے یہاں اس قسم کی باتیں کرنے نہیں آئی اور اگر تم نے مجھے یہاں اس مقصد کے لیے بلایا ہے تو میں....."

"ہاں میں نے اسی مقصد کے لیے بلایا ہے تمہیں یہاں اور تمہیں بھی مجھ سے آج بات کرنی ہو گی ماہی۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ دوٹوک انداز میں بولا۔

اس کے تیور کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے لہٰذا اس نے اس سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور پلٹ کر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے لیکن اسی لمحے اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر اپنے سامنے لا کھڑا کیا۔

اس کی اس حرکت پر وہ ششدر رہی رہ گئی اور کتنی ہی دیر تک حیرت سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ اس نے پہلے کبھی اس کا اس طرح ہاتھ نہیں پکڑا تھا بلکہ وہ تو ہمیشہ اس سے ایک مخصوص فاصلہ رکھ کر بات کرتا تھا جبکہ آج وہ اس سے صرف ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس سے مخاطب تھا۔

"تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے، کیوں مجھ سے بات نہیں کرتیں تم۔ تمہیں شکایت ہے نا مجھ سے تو کرو ماہی۔ لیکن میرے ساتھ اس طرح بی ہیو مت کرو میں مزید تمہارا اس طرح کا رویہ برداشت نہیں کر سکتا۔" اس نے یاسیت سے کہا۔

"تم سے کس نے کہا کہ مجھے تم سے شکایت ہے؟" اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں پر سے ہٹاتے ہوئے اس نے تڑخ کر مزید کہا۔

"اور اگر تمہیں میرا اس طرح کا رویہ برداشت نہیں ہے تو میں تمہیں مزید اس مشکل میں نہیں ڈالوں گی کہ تمہیں مجھے برداشت کرنا پڑے۔" وہ اتنا کہہ کر تنتناتی ہوئی تیزی سے باہر نکل گئی مبادا وہ دوبارہ اس کے سامنے نہ آ کھڑا ہو۔

اس کا چبھتا ہوا انداز اسے تشویش اور الجھن میں مبتلا کر گیا تھا۔ کتنی ہی دیر تک وہ اضطراری کیفیت میں ادھر سے ادھر ٹہلتا رہا۔ اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اس سے بات کرے اور کس طرح اس کے اندر موجود کڑواہٹ کو شیرینی میں تبدیل کرے؟ وہ تو اس کی کوئی بات بھی سننے کو تیار نہیں تھی۔

وہ متفکر سا چیئر پر آ بیٹھا اور خالی خالی نظروں سے لیپ ٹاپ کو تکنے لگا۔ اس کا کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا مگر ٹیبل پر فائلز کا ڈھیر دیکھ کر مجبوراً وہ ہر خیال کو ذہن سے جھٹک کر خود کو فائل میں گم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

☆ ☆ ☆

وہ جس وقت گھر پہنچی اس کی اندرونی حالت بہت بری تھی۔ عدید مہران کے ہاتھوں کا لمس اسے اب بھی اپنے بازوؤں پر محسوس ہو رہا تھا اس کی اس حرکت نے اسے اندر تک ہلا ڈالا تھا اور شاید وہ یہی چاہتا تھا تاکہ وہ

ٹوٹ جائے اور پھر اس کے آگے بکھر کر اپنی انا کھو دے، اپنی ذات کے غرور کو فنا کر دے۔ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی تھی اس نے بہت مشکل سے اپنا آپ بچا کر رکھا تھا۔ خود کو کس طرح اس تکلیف سے نکالا تھا جو اس کے رویے نے اسے پہنچائی تھی یہ وہی جانتی تھی۔ اور اب وہ ایسے کسی لمحے کی زد میں آنا نہیں چاہتی تھی جو اسے خود سے اس حد تک بے گانہ کر دے کہ وہ اس اذیت کو بھلا دے جو اس نے اسے دی تھی۔

وہ کچھ بھی کھائے پیے بغیر اپنے کمرے میں جا گھسی اور خود کو ریلیکس کرنے کی سعی کرنے لگی۔ اسی کوشش میں اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں پھر یکدم وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

وہ اس کے سامنے خود کو جتنا مضبوط ظاہر کرتی تھی اندر سے اتنی ہی کمزور ہو رہی تھی لیکن وہ اپنا بھرم اس کے سامنے ہرگز کھونا نہیں چاہتی تھی اسی لیے اس سے بات کرنے سے حتی الامکان گریز کرتی ورنہ وہ بھربھری مٹی کی طرح بکھرتی چلی جاتی اور وہ اسے روندتا آگے بڑھ جاتا۔ پتا نہیں کیوں اب وہ اس پر اعتبار کرتے ہوئے ڈرنے لگی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو ایک بار پھر وہ اس کے بھروسے کو توڑتا آگے نکل پڑے اور وہ دوبارہ شاید اٹھ بھی نہ سکے اور پھر خود کو کہیں دفن ہی نہ کر ڈالے جبکہ ماہین عزیز کی ذات اور اس کا وجود اتنا ارزاں نہیں تھا کہ وہ جب مرضی اس کو تضحیک کا نشانہ بنا کر پلٹ جاتا۔

شاید یہی وہ خوف تھا جو اسے اس کے سامنے مضبوط بنائے رکھتا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے پرسوچ نظروں سے چھت کو تکنے لگی۔

☆ ☆ ☆

اگلے دن وہ مقررہ وقت پر اپنے آفس میں داخل ہوا تھا۔ اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی معمول کے مطابق ای میلز چیک کر رہا تھا جب اس کی نظر ایک ٹائپ شدہ ریزگنیشن لیٹر پر جا پڑی۔

اس نے یکے بعد دیگرے تین بار اس لیٹر کو پڑھا جو ماہین عزیز کی طرف سے تھا۔ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا اور اعصاب مکمل طور پر تن گئے۔ غصے سے اس وقت اس کا برا حال تھا۔ کتنی ہی دیر تک وہ اس کاغذ کو گھورتا رہا پھر زور سے چیئر پیچھے کی جانب دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ میں کچھ پیپرز پکڑے تیزی سے باہر نکل گیا۔

"ایکسکیوزمی اسٹاف۔" تمام ایمپلائز سر جھکائے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے جب اچانک اس کی کرخت آواز اور سخت لہجے پر سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے اور یک لخت اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا سمجھتے ہیں آپ لوگ، یہ کمپنی آپ کے بغیر نہیں چل سکتی یا میں نہیں چل سکتا؟" وہ باری باری سب پر نظر ڈالتے ہوئے درشتگی سے مزید بولا۔

"جس کا جب دل چاہتا ہے وہ لیو (چھٹی) پر چلا جاتا ہے اور جب دل چاہتا ہے وہ آفس چھوڑ کر جانے کی دھمکی دے دیتا ہے، کیوں؟" اس کا انداز سوالیہ جبکہ لہجہ وہی تھا۔

"جاب کرنے کے کچھ رولز ہوتے ہیں کچھ ریگولیشنز ہوتی ہیں جن کے مطابق چلنا آپ کا فرض بنتا ہے کمپنی کے ساتھ کیے گئے ایگریمنٹس کی خلاف ورزی کی صورت میں میں آپ کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہوں لہٰذا محتاط رہیے گا اور ایک بات جو میں آپ سب کو بتا رہا ہوں کہ آپ کے اپنے ذاتی مسائل جتنے بھی ہوں ان کا اثر آپ کے کام یا آپ کی جاب پر نہ پڑے تو بہت بہتر ہو گا ورنہ جو چھوڑ کر جانا چاہتا ہے جائے۔"

آخری بات کہتے وقت اس نے محض ایک نظر اس پر ڈالی تھی پھر ہاتھ میں پکڑے پیپرز قریب رکھے کاؤنٹر پر پٹخنے والے انداز میں رکھتا واپس پلٹ گیا۔

اس کے جاتے ہی پورے اسٹاف میں چہ مگوئیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شروع ہو گئی تھیں۔ سب لوگ اس کے رویے کو لے کر بات کر رہے تھے۔ کیونکہ اب سے پہلے اس نے کبھی ان سے اس طرح بات نہیں کی تھی۔ آفس میں موجود ہر شخص ہی حیران ہو رہا تھا اور وہ بظاہر کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے خاموشی سے اپنا کام کرنے میں محو ہو چکی تھی۔ لیکن ذہن اس کی باتوں میں اٹکا ہوا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ شدید غصے میں اپنے روم سے باہر نکلا اور تیز قدموں سے چلتا ہوا آفس چھوڑ آیا۔ اس کا دماغ بری طرح گھوم رہا تھا سو یہی بہتر تھا کہ وہ آفس سے ہی نکل آئے ورنہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے اس طرح کرنے پر وہ اس کی طبیعت ہی صاف کر دے۔ لیکن وہ آفس میں کسی قسم کا تماشا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

وہ اس وقت خود کو ریلیکس کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا سو لانگ ڈرائیو پر نکل کھڑا ہوا۔ اس دوران وہ مسلسل اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تب ہی یکدم ذہن میں در آنے والے ایک خیال نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔

"اگر واقعی وہ کل نہ آئی تو اسے کہاں ڈھونڈے گا؟" نہ تو اسے اس کا ایڈریس معلوم ہے اور نہ کوئی فون نمبر۔ یہ بات پہلے اس کے ذہن میں ہی نہیں آئی اس نے جھٹکے سے گاڑی ایک سائیڈ پر روکی۔ اس کا دماغ سن ہو گیا تھا۔ وہ تو بے وقوفی کر رہی تھی لیکن اسے تو دانش مندی سے کام لینا چاہیے تھا۔ اس نے بائیں ہاتھ کی کلائی پر بندھی رسٹ واچ کی جانب دیکھا۔

شام کے ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ آفس ٹائم بھی ختم ہونے کو تھا۔ یقیناً "بہت سے ایمپلائز آفس سے نکل چکے ہوں گے کچھ سوچتے ہوئے اس نے آفس کا نمبر ملایا۔

دوسری طرف کرن موجود تھی۔ وہ اس سے آفس سے متعلق دو تین باتیں پوچھ کر اصل مقصد کی طرف آگیا۔

"مس کرن مجھے یہ بتائیے کہ آفس میں موجود تمام ایمپلائز کے ایڈریسز اور فون نمبرز فیڈ کیے ہوئے ہیں آپ نے؟" اس۔ نے اپنے اندر کی گھبراہٹ کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر سب کچھ فیڈ ہے۔" کرن نے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

"اوکے تھینکس۔" وہ سکون کا سانس بھر کر رہ گیا۔ پھر دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا لے گیا۔ پتا نہیں وہ کل آفس آئے گی یا نہیں؟ یہی سوچ اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

ہر روز اسے دیکھ کر' اس کی آواز سن کر اسے جو اطمینان اور سکون ملتا تھا وہ کسی طور اسے کھونے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسے یقین تھا وہ یونہی کسی دن اسے ضرور منالے گا لیکن اس کے جاب چھوڑنے کا سن کر تو اس کے حواس ہی گم ہونے کو تھے۔

اسے کل صبح کا بے چینی سے انتظار تھا' معلوم نہیں وہ آئے گی یا نہیں؟

☆ ☆ ☆

"آئی رئیلی ڈونٹ نو ماہین کہ تم چاہتی کیا ہو؟" سویرا قدرے تعجب اور پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"حالانکہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ مریم کے سسرال والے کسی بھی وقت شادی کی ڈیٹ فکس کرنے پر زور دے سکتے ہیں پھر ایسے میں تم اتنی بڑی حماقت کیسے کر سکتی ہو؟ مجھے واقعی تم سے ایسی امید نہیں تھی ماہین اور تمہیں پتا ہے آج صبح ہی مریم کے سسرال والے آئے تھے' مجھے فاطمہ بجو نے بتایا ہے۔" وہ چپ چاپ سویرا کی باتیں سن رہی تھی۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ یوں اچانک مریم کے سسرال والے اگلے دو ہفتوں تک شادی کرنے کا عندیہ دے سکتے ہیں اور ایسے میں وہ یہ جاب بھی چھوڑ کر گھر بیٹھ جائے گی تو اتنا انتظام کیسے ہو سکے گا۔

اپنی جلد بازی پر وہ خود بھی پچھتا رہی تھی کیا تھا اگر کچھ عرصہ مزید وہ عدید مہران کو برداشت کر لیتی؟ کم از کم

اتنی بڑی پریشانی کا سامنا تو نہ کرنا پڑتا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے تھے۔

"تم نے یہی سوچا تھا نا کہ تم مریم کی شادی سے پہلے کمپنی سے لون لو گی پھر تم نے یہ اسٹیپ لینے سے پہلے کیوں نہیں سوچا کہ جاب چھوڑ کر کرو گی کیا؟" سویرا کو اس پر حقیقتاً "بہت غصہ آرہا تھا اور وہ غصے میں بولے جا رہی تھی اور وہ خاموشی سے اس کی باتیں سنے جا رہی تھی کہ وہ صحیح ہی تو کہہ رہی تھی۔

"بائے داوے ماہین یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ تم اب بھی عدید کو پسند کرتی ہو اسے چاہتی ہو اور جو کچھ بھی اس نے کیا یا ہوا وہ اس سب کے لیے تم سے سوری بھی کر چکا پھر تمہاری ضد کیا معنی رکھتی ہے میں سمجھ نہیں سکی۔ عدید مہران جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں ماہین ورنہ پانچ سال کا عرصہ انگلش کنٹری میں گزارنے کے بعد کون واپسی کا راستہ اختیار کرتا ہے اور کون اپنی محبت کو یاد رکھتا ہے لیکن تم ہو کہ فضول سی ضد میں خود بھی تکلیف میں رہتی ہو اور اسے بھی۔"

"میں کسی تکلیف میں نہیں رہتی سویرا! کیونکہ مجھے جتنی تکلیف ہونی تھی وہ بہت پہلے ہی سہہ چکی ہوں۔" وہ سویرا کی بات کاٹ کر تیزی سے بولی۔

"اوکے' اوکے پلیز ریلیکس' چھوڑو اس بات کو اور اب یہ سوچو تم نے کرنا کیا ہے۔" سویرا جانتی تھی وہ اس موضوع پر اس سے ٹھنڈے دل سے کبھی بات نہیں کرے گی اور اب بھی اصل بات اس کے مزاج کی نذر ہو جاتی سو اس نے بات ہی بدل دی سویرا کی بات پر وہ ایک بار پھر چپ ہو گئی تھی۔ اسے تو خود کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟

"غلطی تو تم سے ہو گئی ماہین اور اس کا ازالہ بھی تم ہی نے کرنا ہے۔ اور ویسے بھی کمپنی نے تو تمہیں ایگزٹ نہیں کیا تھا نا' تم خود ہی چھوڑنا چاہتی تھیں لیکن اب دوبارہ جوائن کرنا چاہتی ہو اٹس سمپل' اور تھینک گاڈ کہ تم نے آفس میں کسی کو اپنے ریزگنیشن کا نہیں بتایا اور یہ بات صرف عدید تک ہی محدود تھی تو تمہارے حق میں ہے یہ سب ورنہ دوسری صورت میں تمہیں سب کے سوالوں کے جواب دینے پڑتے۔ بہرحال فیصلہ تم نے کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا پلیز۔ میں چلتی ہوں اب کل آؤں گی اوکے۔"

سویرا اس کی اسکول فرینڈ تھی اور اس کی بہت خیر خواہ بھی سو جب بھی موقع ملتا اسے سمجھانے لگتی تھی اور وہ اس کی ہر بات خاموشی سے سن لیتی تھی لیکن عدید مہران کے نام پر وہ پل بھر میں بھڑک اٹھتی تھی۔ اسی لیے سویرا بہت سنبھل کر اس کا ذکر کرتی تھی۔ اس نے سویرا کو گیٹ تک چھوڑا پھر دوبارہ اپنے کمرے میں آگئی۔

اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ اس وقت خود کو عجیب سچویشن میں گھرا محسوس کر رہی تھی۔ جس کا کوئی حل اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اس وقت اسے بس مریم کی فکر ستائے جا رہی تھی۔ کاش ماموں ان کا تھوڑا سا تو خیال کرتے' ان کا حق انہیں دیتے تو آج اتنی پریشانی تو اٹھانی نہ پڑتی۔

ایک بار پھر اس کی ذہنی رو بھٹک گئی تھی اور اس کے دل میں ماموں کی فیملی کے خلاف عناد بھر آیا تھا۔ جس کے ہر فرد نے مل کر انہیں مجبور و بے بس کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

دوسری طرف اسے امی سمیت فاطمہ بجو اور مریم کی فکر ستائے جا رہی تھی جن کو اس نے مکمل اطمینان دلایا ہوا تھا کہ اس کی کمپنی اسے لون دے گی تو وہ آرام سے مریم کی شادی کر سکیں گے لیکن اب۔۔۔ اب کیا جواب دے گی وہ انہیں؟ اسے شدید گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ بڑی بے چینی سے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا چند لمحوں کا فاصلہ اسے برسوں پر محیط لگ رہا تھا۔ دل کی دھڑکنیں بھی بے ترتیب ہوئی جا رہی تھیں۔ وہ جلد سے جلد آفس پہنچنا چاہتا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاش ایسا ہو کہ وہ آفس میں قدم رکھتے ہی اسے نظر آجائے۔

لفٹ کا بٹن پریس کرتے ہوئے بے اختیار اس نے دعا مانگی پھر باہر نکل کر تیزی سے اپنے آفس کی طرف بڑھ گیا۔

گلاس ڈور دھکیل کر جس وقت وہ اندر داخل ہوا حسب معمول تمام ورکرز اٹھ کھڑے ہوئے اور گڈ مارننگ وش کرنے لگے مگر وہ غائب دماغی سے چلتا ہوا آگے بڑھتا گیا اور پھر غیر ارادی طور پر دائیں جانب بنے کیبن کی طرف لمحہ بھر کو نظر اٹھا کر دیکھا وہ بھی حسب معمول کھڑی اس پر ایک نظر ڈال کر سر جھکا گئی تھی۔

طمانیت بھرا سانس اپنے اندر اتارتا وہ مطمئن سا اپنے روم میں چلا آیا اور پرسکون انداز میں سیٹ پر جا بیٹھا۔

طبیعت میں جو بوجھل پن تھا وہ اب یکسر غائب ہو چکا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور پھر جس وقت اس نے لیپ ٹاپ آف کیا شام کے چار بجے تھے۔ وہ فوراً" اٹھ کھڑا ہوا اور آفس سے باہر نکل آیا تقریباً" آدھا گھنٹے بعد وہ تسمینہ پھپھو کے گھر پر موجود تھا۔

"عدید تم۔" دستک کے جواب میں دروازہ فاطمہ بجو نے کھولا تھا اور دروازہ کے دوسری طرف اسے دیکھ کر خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات سمیت وہ نم آنکھوں سے کتنی دیر تک اسے دیکھتی چلی گئی تھیں۔

"السلام علیکم بجو۔" اس کے سلام کرنے پر انہوں نے اس کے جھکے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اسے لیے اندر چلی آئیں اور امی کو آواز دے کر بلانے لگیں۔ تسمینہ پھپھو کا حال بھی بجو سے کچھ مختلف نہ تھا بلکہ وہ تو اسے گلے لگا کر باقاعدہ رو ہی پڑی تھیں۔

"ترس گئی تھی میں تو اپنوں کو دیکھنے کو تمہیں دیکھ کر میری آنکھوں میں ٹھنڈک اتر آئی ہے بیٹا۔ بس اب اس طرح دور مت جانا۔" اور پھر باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا اور پتا تو اس وقت چلا جب وہ شام سات بجے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

نہ جانے کون کون سے راز و نیاز ہو رہے تھے کہ اسے دیکھتے ہی سب خاموش ہو گئے۔ یوں اچانک اسے یہاں پا کر وہ بوکھلا سی گئی تھی مگر جلد ہی اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے امی اور بجو کو سلام کر کے جھٹ کمرے سے باہر نکل آئی۔

پتا نہیں کیوں اسے دیکھتے ہی اس کا گلا خشک پڑ گیا تھا۔ وہ سیدھی کچن میں چلی آئی اور فریج سے پانی کی بوتل نکال کر گلاس میں پانی انڈیلنے لگی۔

"ماہین تم نے عدید کو نہ سلام کیا اور نہ دو گھڑی اس کے پاس بیٹھیں' یہ کیا طریقہ ہے۔ وہ کتنے برسوں یہاں آیا ہے اور نہ جانے کس طرح ہم تک پہنچا ہے؟ لیکن تم ہو کہ....."

"جانتی ہوں میں وہ کس طرح یہاں تک پہنچا ہے۔" وہ محض سوچ کر ہی رہ گئی۔ پھر مزید ان کی کوئی بات سنے بغیر کچن سے باہر نکل گئی۔

اس کے اس رویے پر فاطمہ بجو محض تاسف سے سر ہلا کر اسے دیکھتی رہیں جو اپنے کمرے میں جا گھسی تھی اور پھر اس کے جانے تک وہ کمرے میں بند ہی رہی۔ اس نے باہر آنے کی تکلیف کی تھی اور نہ کسی نے اسے بلانے کی۔

"آپی کھانا کھا لیجیے۔" وہ یقیناً" جا چکا تھا تب ہی مریم کھانے کی ٹرے سجائے کمرے میں داخل ہوئی تھی وگرنہ جب سے وہ آیا تھا مریم نے بھی اس کے پاس آنے کی زحمت کی تھی۔

پتا نہیں کون کون سے راز و نیاز ہو رہے تھے کہ کوئی بھی اس کے پاس سے ہلنے کو تیار ہی نہ ہو رہا تھا۔ کچن سے آتی مختلف کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو سے اسے یہ تو پتا چل گیا تھا کہ وہ رات کا کھانا کھا کر ہی جائے گا۔

"آپ کو پتا ہے آپی عدید بھائی ہم سب کے لیے گفٹس لائے ہیں اور انہیں کھانا بھی بہت پسند آیا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ وہ ان کھانوں کو ترس ہی گئے تھے۔"

مریم اس کی پلیٹ میں بریانی نکالتے ہوئے بڑے شوق سے اس کی باتیں بتا رہی تھی جن کو وہ بے دلی سے سنتی رہی پھر کھانے میں مصروف ہو گئی۔

اس کی عدم دلچسپی کے باعث مریم جلد ہی اس کے پاس سے اٹھ گئی جبکہ وہ کھانے سے فارغ ہو کر بلا ارادہ اسے سوچنے لگی جو اسے بتائے بغیر گھر تک آ پہنچا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ سر جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی اور امی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس کی وجہ سے وہ آج امی سے ٹھیک طرح مل بھی نہیں سکی تھی۔

امی کا چہرہ خوشی اور مسرت سے جگمگا رہا تھا۔ کتنے ہی عرصہ کے بعد وہ ان کو اس طرح خوش دیکھ رہی تھی لہٰذا اس کے متعلق کچھ بھی غلط کہنے سے باز ہی رہی اور چپ چاپ ان کی سننے لگی۔ جن کی زبان پر ماموں جان اور مامی جی کے لیے محبت ہی محبت تھی۔ نہ کوئی شکوہ' نہ کوئی شکایت۔ وہ حیرت سے ان کے کھلتے چہرے اور مسکراتی آنکھوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کایا پلٹ پر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

☆ ☆ ☆

اگلے ہفتہ مریم کا نکاح طے پا گیا تھا اور اب تیاریوں میں محض نو دن باقی تھے۔ وہ بوکھلا گئی تھی کہ اتنے کم دنوں میں کس طرح تمام تیاریاں مکمل ہوں گی۔ جبکہ کمپنی نے بھی لون ریجیکٹ کر دیا تھا۔

"کمپنی ایسا کیسے کر سکتی ہے؟" وہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔ اس نے توقیر صاحب سے لون ریجیکٹ ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا مس ماہین یہ سب تو سرڈیسائیڈ کرتے ہیں کہ کس کو لون دینا ہے اور کب دینا ہے؟ انہوں نے اگر ریجیکٹ کیا ہے تو یقیناً" کوئی وجہ ہو گی بہتر ہے آپ ایک دفعہ ان سے خود بات کر لیں اور اپنی مجبوری ان کو بتائیں ہو سکتا ہے وہ یہ لون پاس کر دیں یہ تو آپ کا حق ہے۔"

توقیر صاحب نے پروفیشنل طریقے سے اسے مشورہ دیا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔ لون کے لیے اس کے پاس جانا اس کے لیے سوہان روح ہی تو تھا وہ مزید ہل کر رہ گئی

"توقیر صاحب آپ ان سے بات کر لیجیے پلیز۔"

اس نے ہچکچاتے ہوئے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہیں وہ بھی انکار نہ کر دیں۔

"میں کوشش کروں گا' آپ فکر نہ کریں اوکے؟"

اس کے پریشان چہرے کو دیکھ کر توقیر صاحب نے تسلی دینے والے انداز میں کہا تو وہ ان کا شکر ادا کرتی پژمردہ قدموں سے چلتی ہوئی اپنی سیٹ پر جا بیٹھی۔

"ماہین تمہیں عدید سر اپنے آفس میں بلا رہے ہیں۔" زارا نے گزرتے ہوئے اسے پیغام دیا تو ناچار اسے اٹھ کر جانا پڑا۔

اجازت طلب کر کے وہ اس وقت اس کے بالکل سامنے چیئر کے پاس جا کھڑی ہوئی جبکہ وہ یونہی سر جھکائے فائل میں گم تھا۔ اس نے غور کیا اب وہ پہلے کی طرح اس سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا اور نہ اسے بات کرنے پر فورس کرتا تھا۔ اس کا رویہ کچھ عجیب سا ہو گیا تھا اس کے ساتھ اب بھی اس نے ایک بار بھی اسے بیٹھنے کو نہیں کہا تھا جس طرح وہ پہلے کہا کرتا تھا اور نہ ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

پتا نہیں کیوں وہ اس کے اندر آئی ان تبدیلیوں کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

"توقیر صاحب نے تمہارے لیے لون کی سفارش کی تھی مجھ سے۔" وہ بدستور فائل پر سر جھکائے ہوئے اس سے مخاطب ہوا۔

اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ جواباً" کیا کہے سو خاموش ہی رہی۔

"اگر تمہیں یہ لون نہیں ملتا تو؟"

اب کی بار وہ سر اٹھا کر اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا جس نے اسے اس لیے اپنے آفس میں بلایا کہ وہ اس کے جذبات سے کھیلے' اس کی مجبوریوں کا مذاق اڑائے اور وہ۔ وہ اس سے گڑگڑا کر مدد مانگے۔ لیکن چہ افسوس کہ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتی تھی۔

وہ خود پر ضبط کیے بمشکل اس کے سامنے کھڑی تھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر مزید کھڑے رہنا نہیں چاہتی تھی۔
"تو" اٹس اوکے۔" وہ کچھ بھی کہنا یا سننا نہیں چاہتی تھی سو اتنا کہہ کر ہٹ گئی اور ابھی وہ دو قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ وہ تیزی سے اٹھا اور آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے چیخ کر بولا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو ہاں؟" اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ غرا کر اس سے مخاطب تھا۔
"پچھلے تین دنوں سے میں تم سے تمہاری ریزرویشن والی حرکت پر ناراض ہوں اور تمہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ میں خود روٹھتا ہوں خود مان جاتا ہوں تمہیں احساس ہی نہیں ہو پاتا۔ تم اتنا نہیں سمجھتیں کہ خود میں نے تمہیں عدید مہران پر کتنا حق دیا ہوا ہے کہ جب چاہو اور جتنا چاہو اسے استعمال کر سکتی ہو لیکن تم ہم نے تو بے حسی کی انتہا کر دی ہے ماہی۔ تم تو اتنا بھی نہیں سمجھ سکتیں کہ میں نے لون ریجیکٹ کیا ہے تو کیوں؟" اس کا انداز سوالیہ تھا۔
"کیونکہ میں چاہتا تھا تم خود مجھ سے مریم کی شادی کا ذکر کرو تاکہ مجھے بھی یہ احساس ہو کہ میرا بھی تم پر کچھ حق ہے لیکن۔۔۔ تم نہیں جانتیں یہ احساس میرے لیے کس قدر قیمتی ہوتا اگر تم مجھ پر واضح کرنے کی کوشش کرتیں۔" اسے اپنے بازوؤں میں اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کی سختی بڑھتی محسوس ہو رہی تھی۔
"تم نے لون کے لیے اپلائی کیا تھا تو تمہیں لگا میں تمہیں لون دوں گا۔" اس کے لہجے سے افسوس چھلک رہا تھا۔
"بہت دکھ کی بات ہے ماہی کہ تم نے مجھے اتنا گرا ہوا سمجھا۔ میرے نزدیک میرا سب کچھ صرف تمہارا ہے اور میں تمہیں لون دوں گا یہ میرے لیے باعث شرم ہے۔"
وہ بہت آزردہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس اپنے اندر اتارا پھر آہستگی سے اس کے بازوؤں پر سے اپنے ہاتھ ہٹا لیے تو وہ کچھ بھی کہے بغیر خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی اور وہ اسے جاتا دیکھتا رہا۔

"مریم میری بھی بہن ہے۔ اس کے بارے میں کسی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' خاص طور پر تمہیں۔"
اس کا ہاتھ ہینڈل پر دھرا تھا جب اسے اپنی پشت پر اس کی مضبوط گمبھیر میں کہی بات سنائی دی۔ وہ اسی خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اور وہ بند دروازے کو کتنی ہی دیر تک تکتا رہا۔

☆ ☆ ☆

"اللہ تیرا شکر ہے۔ تو نے میرے لیے عدید کو فرشتہ بنا کر اتارا ورنہ میرے اندر اتنی سکت کہاں تھی؟"
مریم بخیر و خوبی اپنے گھر رخصت ہو چکی تھی اور امی اٹھتے بیٹھتے عدید کے لیے دعا گو تھیں جس نے اخراجات کے علاوہ تمام انتظامات احسن طریقے سے سنبھالے ہوئے تھے اس دوران وہ خاموش ہی رہی تھی کیونکہ کچھ کام ایسے تھے جن کو واقعی وہ کرنے کی اہل ہرگز نہیں تھی اور ایسے میں کسی مرد کی ضرورت لازمی تھی۔
امی کی زبان پر اسی کے گن تھے جس نے اس مشکل وقت میں ان کا ہر طرح سے ساتھ دیا اور بیٹا ہونے کا فرض نبھایا۔ بلکہ نا صرف وہ اس کے اب تو ماموں جان اور مامی جی سے ملنے کو بھی بے تاب نظر آتی تھیں۔
وہ حیرت سے امی کو دیکھتی جنہوں نے اتنی آسانی سے وہ سب کچھ کیسے بھلا دیا جس کو یاد کر کر کے وہ رویا کرتی تھیں۔
اسے امی پر غصہ آتا تھا جس کا اظہار وہ دبے دبے لفظوں میں کر جاتی تھی۔

(باقی آئندہ شمارے ملاحظہ کریں)

☆ ☆

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام آپکو تمام ڈائجسٹ ناولز اور عمران سیریز بالکل مفت پڑھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک کے ساتھ ڈاؤنلوڈ کرنے کی سہولت دیتا ہے۔
اب آپ کسی بھی ناول پر بننے والا ڈرامہ آنلائن دیکھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک سے ڈاؤنلوڈ بھی کر سکتے ہیں۔
For more details kindly visit
http://www.paksociety.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

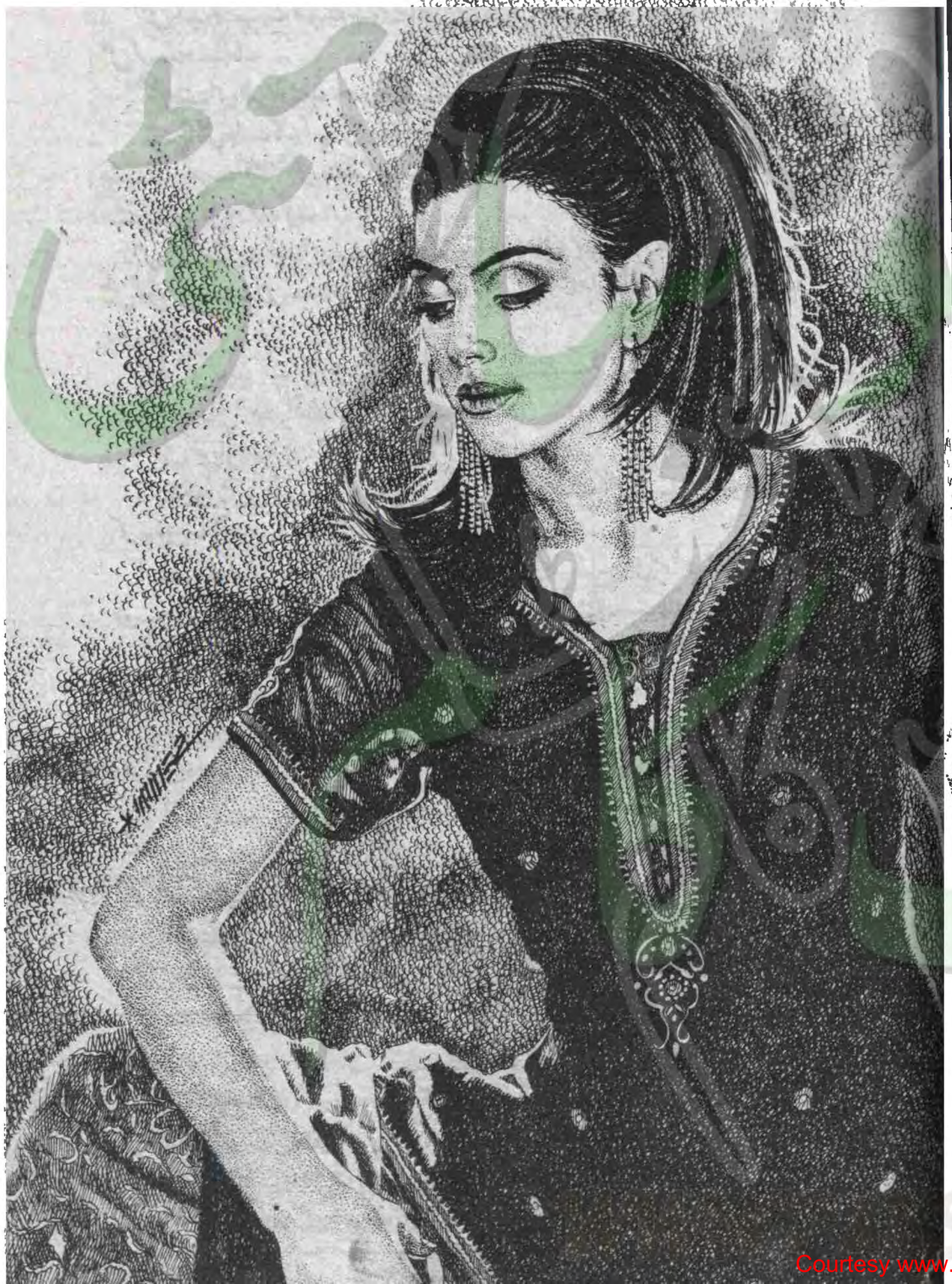

فوزیہ یاسمین

دستِ کوزہ گر

زوبیہ کو اپنے گھر میں اپنی خالہ شائستہ کی روح نظر آتی ہے۔ لیکن وہ اس سے بات نہیں کرتی' جبکہ زوبیہ ان سے بات کرنے کے لیے بے چین ہے۔ اس کی ملاقات رخسار سے ہوتی ہے۔ جو کالج میں اس کے ساتھ پڑھتی ہے اور روحوں سے بات کرنے کا دعوا بھی کرتی ہے زوبیہ اسے رات کے دو بجے اپنے گھر کی چھت پر لے جاتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ وہ اس کی خالہ کی روح کو بلائے.... وہ روح کو بلانے کی کوشش کرتی ہے۔

رومیلہ' سنبل اور نمل کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن مل جاتا ہے۔ اور اسی خوشی میں نمل ان دونوں کو لنچ کی دعوت دیتی ہے... اس آفر پر دونوں حیران رہ جاتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف خرم' وکی سے شرط ہارنے کے بعد اس کی عجیب و غریب شرط کو قبول کر لیتا ہے' اور انہیں لنچ کے لیے کہہ دیتا ہے۔

زوبیہ اپنی خالہ سے بات کرنے کے بعد بہت مطمئن ہوتی ہے جبکہ رخسار اس کے بے وقوف بن جانے پر خوش ہے۔ وہ دونوں واپس جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہیں کہ اچانک لائٹ چلی جاتی ہے؟ اور کوئی رخسار کو اندھیرے میں زخمی کر دیتا ہے۔

۲۶

چھبیسویں قسط

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا بات ہے مس زوبیہ! کیا میں نے کوئی نامناسب بات کہہ دی ہے جو آپ اس طرح خاموش ہو گئی ہیں۔" خرم نے ٹوکتے ہوئے کہا تو زوبیہ چونک اٹھی۔

"نہ۔۔۔ نہ نہیں میں۔۔۔ میں یہ سوچ رہی تھی کہ میں کیسے آؤں گی۔۔۔ میرا مطلب ہے۔"

"میں آپ کو آپ کے گھر سے پک کر لیتا ہوں اور پھر میں خود ہی ڈراپ بھی کر دوں گا۔" خرم نے فوراً "مسئلہ حل کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن۔۔۔ اس طرح تو میرے گھر والوں کو پتا چل جائے گا۔" زوبیہ پریشانی سے بولی۔

"کیسے پتا چل جائے گا۔ آپ صبح کے ٹائم پر کہیں تو جاتی ہوں گی۔ میرا مطلب ہے آپ کیا کرتی ہیں۔ پڑھائی یا جاب؟ اگر گھر سے نکلنا مشکل ہے تو میں آپ کو آپ کے کالج یا آفس سے پک کر لیتا ہوں۔" خرم کے سکون سے کہنے پر زوبیہ خجل ہو کر رہ گئی۔

اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ اس سے کیسے کہے کہ وہ تو اپنی پڑھائی وغیرہ چھوڑ کر گھر میں پڑی ہوئی ہے۔ اس کی زندگی میں کوئی مقصد ہے نہ اس کے وجود کا کوئی مصرف' وہ تو بس صبح کو شام اور شام کو صبح کر کے اپنی زندگی کا وقت پورا کر رہی ہے۔

"ہیلو مس زوبیہ آپ سن رہی ہیں نا۔" خرم نے اپنے لہجے کے چڑچڑے پن کو چھپاتے ہوئے بظاہر رسانیت سے پوچھا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا صاف ٹوک دے۔

"کہاں کھو جاتی ہو بار بار۔ ذرا دماغ کو حاضر رکھ کر بات کرو۔"

"ایکچولی میں فی الحال گھر پر ہی ہوتی ہوں ابھی آگے کچھ پڑھنے کا ارادہ نہیں کیا ہے۔" زوبیہ یہ ذکر گول کر گئی کہ وہ کون سا امتحان دے کر فارغ ہوئی ہے۔

اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ خرم نے اسے کریدنے کی بجائے اپنے ہی موضوع پر بات جاری رکھی یعنی اسے زوبیہ کی ذات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ صرف اسے کسی اور مقصد سے بلا رہا تھا۔

"اگر آپ آج کل فارغ ہیں تو یہ تو اور بھی اچھی بات ہے اپنے پیرینٹس سے کہیں میں آگے پڑھنا چاہتی ہوں اور اس کے لیے سبجیکٹس وغیرہ کا سردے کرنے یونیورسٹی جانا چاہتی ہوں۔

پھر تو مجھے پک بھی نہیں کرنا پڑے گا اور آپ کے فادر خود آپ کو ڈراپ کر دیں گے۔" خرم کو امید تھی اس مشورے پر وہ ضرور سوچ میں پڑ جائے گی اور دوسری طرف پھیلی خاموشی ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اس کی امیدوں پر پوری اتر رہی ہے۔

اپنا تیر نشانے پر لگتا دیکھ کر خرم کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ ابھرنے لگی مگر زوبیہ کے سوال نے اسے گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب کر دیا۔

"آپ مجھے یونیورسٹی میں کیا دکھانا چاہتے ہیں۔" خرم کی سمجھ میں نہ آیا وہ اسے کیا جواب دے بات کوئی ایسی معقول ہونی چاہیے تھی جسے سنتے ہی زوبیہ آنے کے لیے نا صرف تیار ہو جائے بلکہ تڑپ اٹھے۔

"مجھے جو دکھانا ہے وہ تو بعد کی بات ہے۔" خرم کو سوچنے کے لیے وقت چاہیے تھا تبھی بات گھماتے ہوئے بولا۔

"پہلے آپ یہ بتائیں کہ یہ آپ کی شائستہ خالہ کون تھیں اور ان کے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

"جی۔" زوبیہ حیران ہوئی۔

"جی' میرا یہ سب جاننا بہت ضروری ہے کیونکہ مجھے لگتا ہے شائستہ خالہ کی روح بہت بے چین ہے وہ ہم سے کچھ کہنا چاہتی ہے اور ہمیں کچھ سمجھانا چاہتی ہے۔" خرم کا ذہن پھرکی کی طرح چلنے لگا۔

ڈراؤنی فلمیں دیکھنے کا شوق اسے بچپن سے تھا ساری فلمیں کم و بیش ایک ہی فلسفے پر مبنی تھیں ایک بھٹکتی ہوئی روح اس لیے بے چین ہوتی ہے کہ یا تو کسی نے اسے قتل کر دیا ہوتا ہے یا خودکشی پر مجبور کر دیا ہوتا ہے۔

دونوں صورتوں میں صورت حال ایک ہی ہوتی ہے اور وہ ہوتی ہے ایک مسکین کے اوپر ظلم کی بارش اور پھر اسی مظلوم کے دل میں اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کا جذبہ جو اسے مرنے کے بعد بھی چین سے نہیں رہنے دیتا اور دنیا میں واپس بلا لیتا ہے۔

ایسے ہی موضوع پر مبنی ان ایک فلموں میں سے کسی ایک کا مرکزی خیال چراتے ہوئے خرم نے اپنا لہجہ سنسنی خیز بنا لیا۔

"مجھے یقین ہے ان کے ساتھ کوئی انہونی ہوئی ہے جو وہ ہمیں بتانا چاہتی ہیں تاکہ ہم انہیں انصاف دلائیں ان پر ہوئے ظلم کا انتقام لیں۔" خرم کہتا چلا گیا۔

زوبیہ سانس روکے اسے سن رہی تھی اسے اکثر یہی لگتا تھا کہ شائستہ خالہ اسے کچھ سمجھانا چاہ رہی ہیں مگر وہ سمجھ نہیں پا رہی۔ تبھی وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا تھا ان کے ساتھ اور اب ہم ان کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟" اس کے سوال پر جوش سے بولتے خرم نے اپنے لہجے میں سارے جہاں کی تھکن سموتے ہوئے کہنے کی کوشش کر کے کہا۔

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا اگر جانتا ہوتا تو اب تک ان کی روح کو اس کرب سے نکال چکا ہوتا لیکن تمہاری تو وہ خالہ تھیں تمہیں تو پتا ہو گا ان کے ساتھ کیا ہوا تھا آئی مین! ان کی ڈیتھ کیسے ہوئی تھی؟" خرم ایک دم چونک کر بولا

آخر کو کوئی بھی کہانی گھڑنے سے پہلے تھوڑا بہت سیاق و سباق معلوم کر لینا اشد ضروری تھا مگر اس بار زوبیہ کے جواب نے اسے ناچاہتے ہوئے بھی حیران ہونے پر مجبور کر دیا۔

"میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی میں نے تو انہیں کبھی دیکھا بھی نہیں۔"

"دیکھا نہیں' لیکن سنا تو ہو گا اپنی مدر سے تم ان کے بارے میں پوچھ سکتی ہو۔" خرم کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"بہت بار پوچھ چکی ہوں مگر مما کچھ نہیں بتاتیں وہ کیسی تھیں؟ ان کی موت کیسے ہوئی تھی؟ مما اس ٹاپک پر بات ہی نہیں کرنا چاہتیں۔ وہ تو یہاں تک کہتی ہیں کہ میری تو کوئی بہن ہی نہیں ہے۔" زوبیہ کی آواز میں محسوس کی جانے والی بے بسی تھی خرم چند لمحوں کے لیے اداکاری بھلا کر بڑی گمبھیرتا سے کہنے لگا۔

"آپ کی ماں اپنی بہن کے وجود سے ہی انکار کر دیتی ہیں پھر تو معاملہ واقعی بہت سیریس ہے۔"

"کیا مطلب؟" زوبیہ اس کی غیر معمولی سنجیدگی پر ٹھٹک گئی۔

"مطلب ان کے ساتھ جو ہوا تھا وہ تمہاری ماں کے لیے اتنا باعث شرمندگی ہے کہ وہ اسے بیان کرنے سے بچنے کے لیے یہاں تک کہہ دیتی ہیں کہ میری کوئی بہن ہی نہیں تھی۔" خرم فکرمند نہیں ہوا تھا البتہ متجسس ضرور ہو گیا تھا۔

اسے روح بدروح پر تو یقین نہیں تھا لیکن اسے شائستہ خالہ کے ساتھ ہوئے سانحہ کی تفصیل جاننے میں دلچسپی ہو گئی تھی مگر زوبیہ کچھ جانتی ہی نہیں تھی بلکہ وہ تو خرم کی بات سن کر خجالت محسوس کر رہی تھی تبھی گم سم سی ہو گئی۔

خرم اس کی خاموشی پر بور ہو کر اپنے موضوع پر واپس آ گیا اور بہت سوچتے ہوئے بولا۔

"مجھے کئی بار ایسا لگا ہے کہ شائستہ خالہ کی روح یونیورسٹی کے اردگرد یا ڈپارٹمنٹ کے اردگرد موجود ہوتی ہے ایک بار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے انہیں فولو کرنے کی کوشش کی تو وہ ایک کمرے کے سامنے آکر رک گئیں اور اچانک غائب ہو گئیں۔
پہلے تو میری سمجھ میں نہ آیا کیا کروں آخر میں نے اس کمرے میں جانے کا ارادہ کرلیا۔" خرم بولتے بولتے رک گیا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اب آگے کیا کہے۔
"پھر؟ پھر کیا ہوا؟" زوبیہ کے بے چینی سے پوچھنے پر اسے تھوڑا سا سکون ہوا کہ وہ اس کا تجسس جگانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔
لیکن اس وقت خوش ہونے کا ٹائم نہیں تھا وہ فوراً ہی ذہن کو حرکت میں لاتے ہوئے کہنے لگا۔
"وہ کمرہ نہیں اسٹور روم تھا اس میں یونیورسٹی کا پرانا کاٹھ کباڑ بھرا تھا وہ کمرہ ہمیشہ بند رہتا تھا اس کے دروازے پر تالا پڑا ہوا تھا۔ لیکن میں ایک روشن دان کے ذریعے اس میں داخل ہو گیا وہاں.... اس کمرے میں ایک تصویر لگی ہے وہ تصویر وہاں سے نکالی نہیں جاسکتی اسی لیے مجھے تمہیں لے جا کر وہ تصویر دکھانی ہے۔" آخر کار خرم بات بنانے میں کامیاب ہو ہی گیا۔
"کیسی تصویر؟ کون ہے اس تصویر میں؟" زوبیہ کی آواز تک فکر سے چور تھی اس کے چہرے کا اس وقت کیا عالم ہو گا وہ خرم دیکھے بغیر بھی آسانی سے اندازہ لگا سکتا تھا۔
"ایک تو شائستہ خالہ ہی ہیں لیکن ان کے ساتھ تصویر میں جو دوسرا شخص کھڑا ہے مجھے لگتا ہے ان کی موت میں اس شخص کا ہاتھ ہے۔" زوبیہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔
شائستہ خالہ کا عکس اس نے ہمیشہ بہت غیر واضح سا دیکھا تھا جب کبھی شکل واضح طور پر نظر آئی اس وقت زوبیہ پر خوف اتنا طاری ہو جاتا تھا کہ وہ ان کے چہرے کے خدوخال پر کبھی غور نہ کر سکی۔
کیونکہ شائستہ خالہ کا چہرہ بہت زخمی حالت میں نظر آتا تھا ایسا لگتا تھا ان کے چہرے کو کسی نے ناخنوں سے نوچ ڈالا ہو رخسار پر، ماتھے پر، گردن پر غرض یہ کہ ہر جگہ خراشوں کے ساتھ خون کی باریک لکیریں انہیں اتنا بھیانک بنا دیتیں کہ زوبیہ کی چیخیں نکل جاتیں۔
وہ تو اگر شائستہ خالہ کی تصویر دیکھ لیتی تو پہچان بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ شائستہ خالہ ہیں جبکہ خرم دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا یعنی اس نے شائستہ خالہ کا چہرہ واضح طور پر دیکھا ہے۔
زوبیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی اور اسی وقت یونیورسٹی کے اسٹور روم میں پہنچ جائے مگر پھر بھی وہ ضبط کرتے ہوئے تامل سے بولی۔
"لیکن آپ تو کہہ رہے ہیں وہ اسٹور روم لاک رہتا ہے۔ میں بھلا روشن دان سے کیسے داخل ہو سکوں گی اور وہ تصویر باہر آنہیں سکتی۔"
"آپ کو روشن دان سے اندر جانے کی قطعی ضرورت نہیں۔ میری یونیورسٹی میں بازار لگنے والا ہے۔ مختلف اسٹالز کی ڈیکوریشن کے لیے اسٹور روم سے پرانی ٹیبلز وغیرہ نکلوائی جائیں گی۔ اس دن اسٹور روم کا دروازہ کھلا رہے گا۔ آپ اسی دن آجائیے گا۔ اس دن یونیورسٹی میں اتنی چہل پہل ہوتی ہے کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہو گی کہ آپ اسٹور روم میں گئی ہیں۔" خرم نے پورا پلان ترتیب دیتے ہوئے ساری راہیں ہموار کرلیں۔
عام دنوں میں سب اپنی اپنی کلاسز میں ہوتے ہیں وہ اگر زوبیہ کو اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو بھی گیا تو اسے گھنٹوں وہاں روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا جبکہ اسے اپنی اور نمل کی پوری کلاس کے تمام طالب علموں سے لے کر سمیر کے پورے گروپ کو زوبیہ کی آمد سے باخبر کرنا تھا جس کے لیے پڑھائی سے ہٹ کر کسی دن کا انتخاب کرنا سخت ضروری تھا۔
وہ زوبیہ کو اسٹور روم میں لے جانے کے بہانے پہلے پورا بازار گھماتا اور یہی کہتا کہ اسٹور روم کا دروازہ ابھی بند

ہے میں لوگوں سے کہہ کر کھلوا رہا ہوں اس طرح دو ڈھائی گھنٹے آرام سے گزر جاتے۔
جس کے بعد خرم کسی بھی کباڑ والے اسٹور روم میں زوبیہ کو لے جاتا اور جا کر اداکاری کے جوہر دکھاتے ہوئے صدمے اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہہ دیتا کہ وہ تصویر یہاں سے غائب ہو گئی۔
یہ سب سن کر زوبیہ کو بوریت تو ہوتی مگر وہ بے وقوف سی لڑکی یہ نہ سمجھتی کہ خرم نے اسے الو بنایا ہے اور بالفرض اگر سمجھ بھی جاتی تو خرم کو کون سا اس کے ساتھ بہت لمبا فلرٹ کرنا تھا۔
ایک بار اسے یونیورسٹی کے لوگوں سے ملوا دیتا اس کے بعد وہ بھلے ہی خرم سے کنارہ کشی اختیار کرلے خرم کی بلا سے۔
"اس دن اگر اسٹور روم کا دروازہ کھلا رہے گا تو آپ تصویر باہر نکال لائیے گا۔ مجھے یونیورسٹی آنے کی کیا ضرورت ہے۔" خرم اس کی بات پر ٹھٹک گیا۔
وہ اتنی بھی بے وقوف نہیں تھی جتنا خرم سمجھ رہا تھا۔
کچھ لمحوں کے لیے اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا وہ کیا جواب دے لیکن ایک بار پھر اس کے دماغ نے بڑی تیزی سے کام کیا اور وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر بولا۔
"وہ تصویر فریم میں لگی ہے اور خاصی بڑی ہے میں لے کر باہر نکلوں گا تو سب چونک اٹھیں گے۔
خیر میں اگر یہ رسک لے بھی لوں تو وہ فریم میں آپ کو دکھاؤں گا کہاں؟ کیا آپ کے گھر لے کر آجاؤں یا آپ میرے گھر آجائیں گی۔" خرم کا لہجہ ہلکا سا طنزیہ ہو گیا زوبیہ ایک دم خاموش ہو گئی۔
وہ بھلا کیا کہتی خرم نے دونوں ہی باتیں ناقابل قبول کہی تھیں چنانچہ اسے ایک ہی سوال کرنا تھا۔
"آپ کی یونیورسٹی میں فیسٹیول کب لگ رہا ہے؟" اس کے تھکے ہوئے لہجے میں بالکل ہار مان لینے والا تاثر تھا خرم کو اپنے اندر ایک نئی تقویت کا احساس ہوا۔

☆ ☆ ☆

رومیلہ کی شادی کے ہنگامے کیا ٹھنڈے پڑے نمل اور سنبل کو سب کچھ ایک دم خالی خالی لگنے لگا حالانکہ وہ اس کی شادی کے فنکشنز کو انجوائے نہیں کر رہی تھیں بلکہ بھگتا رہی تھیں زیادہ تر وقت ان دونوں کا رومیلہ کے لیے پریشان رہ کر ہی گزرا تھا رشیدہ کے بات کرنے پر رومیلہ کو ایک دن کے لیے الیان کی دادی نے گھر بھجوا دیا تھا مگر رومیلہ، نمل کے گھر آنے کی بجائے اپنے گھر جانا چاہتی تھی تاکہ اپنا تمام اہم سامان رکھ سکے اور معمولی معمولی چیزوں کے لیے اسے ماسیوں کے سامنے اپنی حاجت بیان نہ کرنی پڑے ویسے بھی اگلے دن وہ ان سب کے ساتھ الیان کی نانی کے گھر جا رہی تھی وہاں وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا چاہتی تھی۔
سنبل اور نمل کو جب پتا چلا کہ وہ اپنے ہی گھر آرہی ہے تو وہ بھی اس سے ملنے وہیں پہنچ گئیں۔ رومیلہ نے انہیں جو کچھ بھی بتایا اسے سن کر انہیں دکھ تو ہوا مگر وہ اس پر ظاہر کرنے کی بجائے اسے تسلی دیتی رہیں۔
اب اچھی امید رکھنے کے سوا ان کے پاس اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا وہ دونوں دل سے رومیلہ کی خوشیوں کے لیے دعا گو تھیں۔
رات تک وہ دونوں اپنے اپنے گھر واپس آگئیں کہ صبح رومیلہ کو اپنی سسرال لوٹ جانا تھا دوپہر تک ان کی روانگی جو تھی۔
البتہ رشیدہ کے پوچھنے پر نمل نے زیادہ تفصیل سے الیان کے گھر والوں کے رویے کا ذکر نہیں کیا۔ کیا فائدہ تھا انہیں دکھی کرنے کا نمل نے صرف الیان کی نانی اور ماموں وغیرہ کے بہترین اخلاق اور خوش مزاجی کا تذکرہ کر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الیان اور اس کے گھر والوں کی سرد مہری کو دو لفظوں میں سمیٹ دیا۔
"وہ سب بھی اچھے تو ہیں مگر رومیلہ کہہ رہی تھی ذرا کم گو اور لیے دیے رہنے والے ہیں شاید اسی لیے شادی اور ولیمے میں اتنے روڈ لگ رہے تھے۔"
"چلو خیر ہے۔ رومیلہ خود سمجھ دار ہے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو مسئلہ نہیں بنائے گی۔" رشیدہ قدرے اطمینان سے بولیں تو نمل بھی بات کھپ جانے پر پرسکون ہو گئی۔
البتہ ایک بات اسے بہت کھٹک رہی تھی جس کا تذکرہ اس نے سنبل تک سے نہیں کیا تھا اور وہ تھا سمیر کو رومیلہ کی شادی میں بلانے کی حرکت پر پچھتاوا۔
اول تو اس کا رویہ رشیدہ کے ساتھ نمل کو سخت ناگوار گزرا تھا اس کے لیے پوری دنیا میں سب سے اہم اپنی ماں کے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جس طرح سمیر نے اس کی ماں کی معذوری پر ردعمل کا اظہار کیا تھا وہ نمل کے لیے ناقابل برداشت تھا۔
حالانکہ یہ سب وہ بچپن سے دیکھتی آرہی تھی ہر تقریب میں اس کی ماں کو پہلی بار دیکھنے والے لوگ کم و بیش اسی ردعمل کا مظاہرہ کرتے تھے بلکہ کچھ لوگ تو عجیب و غریب سوال جواب کر کے رشیدہ سمیت نمل تک کا دل چیر کر رکھ دیا کرتے تھے۔
لیکن سمیر کا انداز اسے سرتاپا سلگا گیا تھا یہ بات نہیں تھی کہ وہ سمیر سے بہت متاثر تھی یا رشیدہ کے ساتھ اس کے رویے نے نمل کو شاک پہنچا دیا تھا۔ بلکہ اس کی اس حرکت نے نمل کو سمیر سے بے زار کر دیا تھا وہ خرم کو جلانے کے لیے محض اس کا استعمال کر رہی تھی مگر اتنے ہلکے انسان کو وہ اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔
لیکن مجبوری تھی سمیر کے علاوہ کسی اور کو خرم کے مدمقابل لانا اتنا آسان نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس قسم کی لڑکی تھی کہ جس کو چاہتی اپنے دام میں پھانس لیتی۔
اس قسم کی حرکتیں کرنا اس کے لیے کوئی آسان کام نہیں تھا وہ تو خرم نے اسے اتنا مشتعل کر دیا تھا کہ وہ سمیر کے ساتھ کینٹین میں بیٹھنے پر تیار ہو گئی تھی مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ وہ آئے دن ایسی حرکتیں کر سکتی تھی وہ بھی ہرایرے غیرے کے ساتھ۔
اس لیے جب رشیدہ نے اس سے سمیر کے متعلق پوچھا تو اس نے صاف صاف بتا دیا جسے سن کر رشیدہ بھڑک اٹھیں حالانکہ وہ بہت ٹھنڈے مزاج کی تھیں مگر نمل کو خود اپنے ہاتھوں اپنا تقدس پامال کرتے اور زندگی کو کھیل بناتے کیسے برداشت کر لیتیں۔
"تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے تم کیا کر رہی ہو۔ اگر سمیر کوئی اچھا انسان ہوتا تب بھی خرم کو اس طرح جلانا خود تمہارے مستقبل کے لیے سخت خطرناک ہے دوسرے مجھے تو سمیر بھی کوئی ٹھیک لڑکا نہیں لگا ہے یہ تو بالکل وہی بات ہوئی نا ایک طرف کنواں دوسرے طرف کھائی۔"
"مت کریں ایسی باتیں۔" نمل جھنجلا گئی۔
"میرا مستقبل کوئی خرم کے ساتھ وابستہ نہیں ہے جو آپ مجھے اس طرح ڈرا رہی ہیں اور رہا سوال سمیر کا وہ کس قسم کا لڑکا ہے یہ میں بھی جانتی ہوں وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا آپ بے فکر رہیں۔"
"تمہارے یہ کہہ دینے سے کہ آپ بے فکر رہیں' میری فکر دور تو نہیں ہو سکتی اور یہ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ تمہارا مستقبل خرم کے ساتھ وابستہ نہیں ہے تمہارے والد جو ٹھان لیتے ہیں وہ کر گزرتے ہیں اور ان کی کی گئی یہ منگنی کسی پتھر کی لکیر سے کم نہیں ہے۔" رشیدہ کا مقصد صرف اور صرف اسے حقیقت سے روشناس

کرانا تھا اسی لیے ان کا غصہ خود بخود سرد ہو گیا اور وہ رسانیت سے کہنے لگیں۔
"اگر وہ جو ٹھان لیتے ہیں وہ کر گزرتے ہیں تو میں بھی جو طے کر لیتی ہوں اس پر قائم رہتی ہوں اور میں نے خرم سے شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اللہ نہ کرے پھر بھی اگر حالات ایسا رخ اختیار کرتے ہیں کہ میرے پاس خرم سے شادی کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں بچتا تو میں خودکشی کر لوں گی مگر اس۔۔۔۔"
"خدا نہ کرے۔" رشیدہ نے دہل کر اس کی بات کاٹ دی پھر ڈپٹ کر کہنے لگیں۔
"کچھ ہوش بھی ہے تمہیں کہ کیا کہہ رہی ہو ایک حرام فعل اپناؤ گی تم وہ بھی اتنی معمولی سی بات پر خرم کے ساتھ جن اختلافات کو تم آج بہت بڑا سمجھ رہی ہو کل کو تمہیں وہ سب بچکانہ دور کی بے وقوفیاں بھی لگ سکتی ہیں لیکن تمہیں شاید خرم سے اتنی نفرت ہے جتنی مجھ سے محبت بھی نہیں ہے ورنہ ایسی بات تم کبھی نہ کہتیں۔"
آخری جملے پر رشیدہ کی آواز بھرا گئی تو نمل کچھ شرمندہ سی ان کے پاس بیٹھ کر انہیں منانے لگی۔
"سوری امی! میرا یہ مطلب نہیں تھا صرف ایک آپ ہی تو ہیں جن کی مجھے فکر ہے اور جن کی وجہ سے میں نے یہ نام نہاد منگنی کی ہے اگر مجھے آپ سے محبت نہ ہوتی تو میں عین منگنی والے دن بھری محفل میں خرم کے منہ پر انگوٹھی مار کر شادی سے انکار کر دیتی پوری یونیورسٹی کو اس نے انوائیٹ کیا تھا سب کے سامنے اس کا غرور خاک میں مل جاتا جو یہ جانتے ہوئے بھی منگنی کرنے چلا آیا کہ میں اس شادی پر راضی نہیں ہوں۔ یہ ڈھٹائی نہیں ہے تو اور کیا ہے امی۔" نمل بولتے بولتے ایک دم چپ ہو گئی اس کے چہرے پر بے بسی پھیلی دیکھ کر رشیدہ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔
"میری خاطر تم نے خاموشی سے منگنی کر لی مگر میری پریشانی تو بدستور برقرار ہے بلکہ تم دونوں کے بیچ بڑھتی ناچاقی دیکھ کر تو اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے آخر تم اس لڑائی کو ختم کیوں نہیں کر دیتیں۔"
نمل نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں جیسے جو وہ کہہ رہی ہیں وہ ناممکن ہو تبھی وہ وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگیں۔
"مجھے معلوم ہے وہ تمہیں جان بوجھ کر غصہ دلاتا ہے مگر تم اس کے حریف سے دوستی کرنے اور اسے جلانے کی بجائے اس کی حرکتوں کو نظرانداز کرنا شروع کر دو بلکہ ایسا کرو یونیورسٹی ہی چھوڑ دو۔"
"کیا بات کر رہی ہیں امی آپ؟" نمل نے ایک دم آنکھیں کھولتے ہوئے بدک کر کہا۔
"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں اللہ کرے تمہاری شادی تمہاری پسند اور مرضی سے ہو اور اگر تم اپنے شریک حیات کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو لیکن اگر خدانخواستہ ایسا نہیں ہوتا اور وہی ہوتا ہے جو مجھے لگ رہا ہے تو خرم کے ساتھ ہوئی یہ چھوٹی موٹی جھڑکیاں تمہیں آگے چل کر بہت مہنگی پڑ جائیں گی اس سے دوستی نہیں کر سکتیں تو دشمنی ہی ختم کر دو۔"
"امی مجھ سے وہ بات مت کہیں جو میرے اختیار میں نہیں ہے۔ آپ کے خدشات اور پریشانیاں میں سب سمجھ رہی ہوں۔ لیکن میں یونیورسٹی نہیں چھوڑ سکتی اور یونیورسٹی میں رہتے ہوئے میں خرم کی کتنی باتوں کو نظر انداز کر سکتی ہوں وہ تو مجھے چڑانے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔" نمل بالکل بے بس ہو کر رہ گئی تھی وہ رشیدہ کو انکار بھی نہیں کر سکتی تھی اور خرم سے ہار مان کر بھی نہیں بیٹھ سکتی تھی۔
رشیدہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھیں تبھی اس کا سر سہلاتے ہوئے کہنے لگیں۔
"خود کو ہلکان مت کرو۔ میں تو صرف تمہیں بیچ کی راہ بتا رہی تھی جو مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور ہمیشہ آگے جا کر فائدہ پہنچاتی ہے لیکن اگر تمہیں اس پر عمل کرنا مشکل لگ رہا ہے تو چھوڑ دو' تمہیں مجبور نہیں کرنا چاہتی مگر میں یہ ضرور کہوں گی تم سمیر کو خرم کے مقابل لا کر بہت غلط کر رہی ہو — کوشش کر کے اس مسئلے کو حل کر لو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نمل ان کی بات کے جواب میں کچھ بولی نہیں لیکن ان کی گفتگو نے اسے ہلکی سی مایوسی میں دھکیل دیا تھا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ وہ کچھ بھی کرلے آخر میں جیت خرم کی ہی ہونی ہے اور جب اسی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو اسے اتنا زچ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ آئندہ پوری زندگی اس ایک غلطی کا خمیازہ بھگتتے گزر جائے۔

وہ عجیب طرح کے ذہنی اضطراب کا شکار تھی جس کے نتیجے کے طور پر وہ غیر شعوری انداز میں سمیر سے اجتناب کرنے لگی۔

سمیر جب بھی اس کے پاس آتا نمل خود کو مصروف ظاہر کرکے وہاں سے ایسے ہٹ گئی کہ سمیر کو محسوس نہ ہو۔ گویا وہ اس دروازے کو بند نہیں کرنا چاہتی تھی بس رشیدہ کی باتوں اور خود سمیر کے اپنے رویے نے نمل کو اس سے بے زار کردیا تھا وہ پہلے ہی اس کی کوئی خاص شیدائی نہیں تھی چنانچہ رشیدہ کے ساتھ اس طرح پیش آکر اس نے اپنے نمبرز خود ہی گھٹا دیے تھے۔

جسے سمیر تو محسوس نہیں کرسکا لیکن سنبل نے فوراً تاڑ لیا اور اس کے پوچھنے پر نمل نے اسے سب سچ سچ بتا بھی دیا تو وہ خود بھی کچھ گم سم سی ہوگئی۔

"میری بھی سمجھ میں نہیں آرہا تم دونوں کے اس رشتے کا انجام کیا ہوگا ایک طرف رومیلہ کی شادی ہوئی ہے جو شادی کم اور سمجھوتہ زیادہ لگ رہا ہے۔ دوسری طرف تم سے تو یہ امید بھی نہیں ہے کہ تم رومیلہ کی طرح اتنے صبر سے سب برداشت کرلوگی۔" اس کی بات پر نمل بے ساختہ ہنس پڑی جس پر سنبل برا مانتے ہوئے بولی۔

"دکھو میں تمہیں رومیلہ سے کمپیئر نہیں کررہی مگر یہ بھی سچ ہے کہ اگر تم ذرا صبر اور ضبط کا مظاہرہ کرو تو خرم والا معاملہ کسی حد تک سلجھ سکتا ہے میں مانتی ہوں اس کی ساری حرکتیں تمہیں تپانے والی ہوتی ہیں لیکن تم تپنے کی بجائے۔۔۔"

"چلو چھوڑو یار جو تم کہہ رہی ہو وہ میں ماننے والی نہیں ہوں لہٰذا اس بحث کو یہیں سمیٹ دیتے ہیں۔ جب سے رومیلہ کی شادی ہوئی ہے عجیب بوریت سی ہورہی ہے لہٰذا کل یونیورسٹی میں جو فیسٹیول لگ رہا ہے اس میں بھرپور طریقے سے انجوائے کرنا ہے اور اس بوریت کو دور کرنا ہے اوکے۔" نمل نے کہا تو سنبل بھی تائیدی انداز میں سر ہلانے لگی۔ واقعی وہ دونوں رومیلہ کی شادی سے لے کر اب تک مایوس کن باتیں سوچ سوچ کر تھک گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

خرم نے جب زوبیہ کو فون کرکے آنے کا دن اور وقت بتایا تو ایک پل کو اس کا دل چاہا صاف انکار کردے مگر وہ اس موقع کو گنوا نہیں سکتی تھی اسی لیے بڑی مشکل سے دل کڑا کرکے عائشہ اختر کے پاس اجازت مانگنے چلی آئی۔ حالانکہ ان کی طرف سے اس پر کوئی پابندی نہیں تھی مگر اس نے کبھی اس طرح کا کوئی پروگرام بنا کر کہیں جانے کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی چنانچہ عائشہ اختر کا اس فرمائش پر چونکنا یقینی تھا اور اس کے بعد ان کا جواب کیا ہوگا اس بارے میں وہ کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی البتہ امید تھی کہ وہ اپنی عادت کے مطابق اسے کریدیں گی ضرور۔

زوبیہ ان کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی چہرے کا نرم ہاتھوں سے آہستہ آہستہ مساج کررہی تھیں زوبیہ کو آئینے کے عکس میں نمودار ہوتا دیکھ کر وہ سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔

"مما آپ بزی تو نہیں ہیں نا۔" زوبیہ نے جواب جانتے ہوئے بھی محض بات شروع کرنے کی غرض سے پوچھا۔

"نہیں! کہو کیا بات ہے۔"

"مما۔۔۔ وہ دراصل۔۔۔ پاپا کہہ رہے تھے نا کہ مجھے پڑھائی شروع کرنی چاہیے اور اس کے لیے کہیں ایڈمیشن لے لینا چاہیے۔" زوبیہ کہہ کر رک گئی۔

"ہاں تو۔" عائشہ اختر اب بھی اسے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

"تو میں یہ سوچ رہی تھی کچھ کالجز اور یونیورسٹیز کا سروے کرکے دیکھوں اگر کسی جگہ کا ماحول مناسب لگتا ہے تو میں وہاں ایڈمیشن کے لیے اپلائی کروں۔" زوبیہ نے سہمے سہمے انداز میں کہا۔

زوبیہ کو بھوت پریت سے ہٹ کر کوئی بات کرتا دیکھ کر عائشہ اختر حیرت سے غش کھا کر رہ گئیں۔

وہ اپنے کیریئر کے متعلق سوچ رہی تھی ایڈمیشن ملنا یا نہ ملنا تو بعد کی بات تھی فی الحال تو انہیں زوبیہ کا خود کے لیے سوچنا شدید خوش گوار حیرت میں مبتلا کرگیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بالکل سروے کرو مگر تم ماحول کا اندازہ کیسے لگاؤ گی۔"

"مم۔۔۔ مما وہ۔۔۔ میری کالج کی کچھ لڑکیوں کے بہن بھائی جس یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں وہاں کی میں نے بہت تعریف سنی ہے اور پھر کل وہاں فیسٹیول لگ رہا ہے۔

میں سوچ رہی ہوں ایک دفعہ فیسٹیول کے بہانہ یونیورسٹی کا جائزہ لے کر آؤں کہ آیا میں وہاں ایڈجسٹ ہوسکتی ہوں یا نہیں۔"

عائشہ اختر اسٹول سمیت زوبیہ کی طرف گھوم گئیں ان کے چہرے پر دو سو پاور کا بلب آن ہوگیا پھر بھی وہ اپنی خوشی چھپاتے ہوئے عام سے انداز میں کہنے کی کوشش کرنے لگیں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے جاؤ جاکر سروے کرو لیکن فیسٹیول میں بھلا تم کیا اندازہ لگا سکو گی۔"

"مما یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم بس جاؤں گی تو کچھ دیکھ کر اگر سمجھ میں آگیا یا دل مانا تو ایڈمیشن فارم لے آؤں گی نہیں تو جیسے ابھی گھر میں بیٹھی ہوں ویسے بیٹھی رہوں گی۔"

"نہیں نہیں ایسے کیوں سوچ رہی ہو جب تم وہاں جاکر ان لوگوں کو دیکھو گی تو بس ایک چیز ذہن میں رکھنا کہ یہ بھی تمہاری طرح انسان ہیں جب یہ لوگ یہاں آکر پڑھ سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں بھلا میری بیٹی میں کسی چیز کی کمی تھوڑی ہے بلکہ میری بیٹی جیسی حسین تو کوئی لڑکی ہے ہی نہیں۔" وہ زوبیہ کی بات سن کر اتنی خوش ہوئی تھیں کہ اٹھ کر زوبیہ کے قریب آگئیں اور اسے کندھے سے تھام لیا۔

"میں وہاں کوئی اپنا حسن دکھانے تھوڑی جارہی ہوں مما۔" زوبیہ کچھ جھینپ کر بولی۔

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں۔ مگر مجھے تمہاری عادت کا پتا ہے زیادہ کراؤڈ (رش) میں تم لوگوں کو دیکھ کر نروس ہو جاتی ہو حالانکہ تمہارے جیسی خوب صورت لڑکیاں تو بہت خود اعتماد رہتی ہیں کیونکہ انہیں پتا ہوتا ہے کہ وہ بہت حسین ہیں مگر تم نے تو اپنی خوبیوں پر کبھی دھیان ہی نہیں دیا۔" ان کا اتنا خوشگوار موڈ دیکھ کر زوبیہ بغور انہیں دیکھنے لگی۔

جب سے خرم کا فون آیا تھا اس کے ذہن میں ایک سوال سر اٹھا رہا تھا کہ کیا شائستہ خالہ یونیورسٹی میں پڑھتی تھیں مگر یہ سوال لبوں تک لانے کی اس میں ہمت نہیں تھی ایک تو یہ سنتے ہی عائشہ اختر کا مزاج برہم ہوجاتا دوسرے اسے جواب میں یہی سننے کو ملتا کہ۔

"میری کوئی بہن نہیں ہے ہزار بار تو کہہ چکی ہوں آخر تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا۔"

اس کی سمجھ میں بخوبی آگیا تھا کہ اس کے مما پاپا اس کی کوئی مدد نہیں کرسکتے اب جو کچھ کرنا تھا اسے خود ہی کرنا تھا اور پھر اب تو خرم کی مدد بھی شامل حال ہوگئی تھی پھر کیا ضرورت تھی عائشہ اختر کو اس وقت ناراض کرنے کی جبکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے خوشگوار موڈ کے باعث اسے اپنی ایک بات اور بھی منوانی تھی۔
"تو مما آپ ڈرائیور سے کہہ دیجیے گا وہ مجھے لے جائے گا میں صبح گیارہ بجے نکل جاؤں گی۔"
"تم اکیلی جاؤ گی۔" عائشہ اختر نے تعجب سے پوچھا۔
"اک..... اکیلی کہاں۔ ڈرائیور کے ساتھ جاؤں گی۔" زوبیہ نے خود اعتمادی سے کہنے کی کوشش کی جبکہ عائشہ اختر ہنوز اسے حیرانی سے دیکھے گئیں۔
"صبح میں مجھے بھی کوئی کام نہیں ہے میں چل سکتی ہوں تمہارے ساتھ۔" ان کی شکل سے صاف ظاہر تھا انہیں زوبیہ کے منہ سے ایسی بات سننے کی قطعاً" امید نہیں تھی۔
حالانکہ وہ خود بھی چاہتی تھیں کہ وہ ان کے ماحول کی دوسری لڑکیوں کی طرح اکیلے آنے جانے کے قابل ہو۔ خود سے اپنی شاپنگ کرنے اور اپنے فیصلے کرنے کی سمجھ رکھتی ہو مگر اس وقت اچانک اس کے مزاج میں یہ تبدیلی انہیں الجھن میں مبتلا کر گئی۔
"آں..... نہیں مما..... اس کی کوئی ضرورت نہیں۔
اصل میں' میں خود اکیلے جا کر دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں روز ایسے ماحول اور جگہ میں اکیلی آسکتی ہوں یا نہیں۔" زوبیہ نے ایک ایسا نکتہ ان کے سامنے رکھا کہ وہ اعتراض نہ کر سکیں۔
ویسے بھی اعتراض انہیں تھا بھی نہیں جو وہ اسے ٹوکتیں انہیں تو صرف حیرت تھی۔ ایک بے یقینی سی کہ زوبیہ میں یہ بدلاؤ کیونکر آیا۔
وہ اس کے چہرے پر کچھ کھوجنے کی کوشش کرنے لگیں۔ مگر وہ ہمیشہ کی طرح بالکل سادہ اور معصوم تھا چنانچہ انہوں نے ایک گہرا سانس کھینچتے ہوئے اپنی رضامندی دے دی۔
"ٹھیک ہے کل صبح گیارہ بجے چلی جانا اور اپنا موبائل ضرور لے کر جانا۔" زوبیہ کا دل چاہا بے اختیار ان کے گلے لگ جائے۔
لیکن اس نے خود کو روک لیا اور نارمل انداز میں "تھینک یو" کہتی ان کے کمرے سے نکل گئی۔
ان کے بیچ ایسی بے تکلفی یا والہانہ محبت تھی ہی نہیں کہ وہ ایسی بے اختیاری دکھاتی پھر دوسرے یہ کہ وہ اتنی خوشی بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ مشکوک ہو جائیں ویسے بھی یہ خوشی کوئی دیرپا نہیں تھی۔
اپنے کمرے میں جا کر جہاں ایک مرحلہ خوش اسلوبی سے طے پا جانے پر اسے سکون کا احساس ہوا تھا وہیں دوسرا مرحلہ اس اس سے بھی زیادہ مشکل لگ رہا تھا۔
حالانکہ اسے یونیورسٹی جا کر صرف ایک تصویر ہی تو دیکھنی تھی مگر اس کی گھبراہٹ پورے عروج پر تھی جیسے جانے کل کیا انہونی ہونے والی ہے۔

☆ ☆ ☆

رومیلہ' نمل اور سنبل سے بات کر کے قدرے بہتر محسوس کر رہی تھی ان دونوں کے ساتھ اپنی اس عجیب و غریب شادی کو ڈسکس کر کے اس نے اپنا بوجھ ہلکا نہیں کیا تھا بلکہ ان سے مشورہ مانگا تھا کہ اسے آئندہ کس طرح اور کیسے رہنا چاہیے۔
جس پر ان دونوں نے اس کی خوب ہمت بڑھانے کے بعد اسے صبر کی تلقین کی تھی حالانکہ نمل نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا۔
"تم مت سمجھنا کہ تم آج ان کے رویے کو نظر انداز کر کے ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ گی تو وہ لوگ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام آپکو تمام ڈائجسٹ ناولز اور عمران سیریز بالکل مفت پڑھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک کے ساتھ ڈاؤنلوڈ کرنے کی سہولت دیتا ہے۔
اب آپ کسی بھی ناول پر بننے والا ڈرامہ آنلائن دیکھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک سے ڈاؤنلوڈ بھی کر سکتے ہیں۔
For more details kindly visit
http://www.paksociety.com
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمہاری ایک دم سے قدر کرنے لگیں گے اور تمہیں بڑے ارمانوں کے ساتھ لائی بہو کی طرح محبت سے رکھیں گے۔

ہو سکتا ہے وہ ساری زندگی اسی طرح تمہیں ڈی گریڈ کرتے رہیں اور ساری زندگی تمہیں یہ جتانے کی کوشش کرتے رہیں کہ تمہاری بارات لوٹ جانے کے باوجود ہم نے تمہیں اپنا کر تم پر احسان کیا ہے یہ صورت حال اگر ہمیشہ قائم رہی تو تمہارے لیے بہت مشکل ہو جائے گی۔ تب اگر تم علیحدگی کا سوچو تو میں تمہیں غلط نہیں کہوں گی۔ لیکن بغیر کوشش کیے اگر تم نے ہار مان لی اپنی ہمت اور قسمت کو آزمائے بغیر ہتھیار ڈال دیے تو یہ واقعی تمہاری بہت بڑی غلطی ہوگی۔" رومیلہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی وہ جانتی تھی نمل یہ سب کیوں کہہ رہی ہے۔

رشیدہ شادی کے بعد معذور ہوئی تھیں اور اس کے بعد انہوں نے ساری زندگی خاموشی سے عظمت خلیل کی خدمت کرتے گزار دی لیکن عظمت خلیل نے کبھی رشیدہ کو اس انتھک محنت کا صلہ نہیں دیا۔

اسی لیے نمل اسے حقیقت پسندی سے میدان میں اترنے کے لیے کہہ رہی تھی یعنی جیت کی امید رکھتے ہوئے کوشش کرو مگر ہارنے کی صورت میں ٹوٹ کر بکھرنے کی بجائے اسے زندگی کا حصہ سمجھ کر قبول کرلو۔

ان کی یہ سب باتیں سن کر وہ واپس تو بڑے بلند حوصلوں کے ساتھ آرہی تھی لیکن پہلی ہی سیڑھی پر وہ جیسے منہ کے بل گری تھی۔

اگلے دن جب اسے واپس آنا تھا تو ناشتے کی میز پر ابرار بھائی نے اس پر نظر پڑتے ہی پوچھا۔

"الیان کتنے بجے لینے آئے گا تمہیں۔"

"جی..... پتا نہیں۔" رومیلہ سٹپٹا گئی ابرار بھائی بھی تو اسے بغور دیکھ رہے تھے جیسے اس کے چہرے سے اس کے ذہن تک رسائی حاصل کر رہے ہوں۔

اس کی جب سے شادی ہوئی تھی ابرار بھائی اسے کریدنے کی کوششیں کرتے عجیب کھوجتی نظروں سے اسے دیکھتے رہتے تھے اس وقت بھی وہ اس کے تاثرات ٹٹولتے ہوئے بولے۔

"الیان سے کوئی بات نہیں ہوئی تمہاری؟"

"نہ..... نہیں میں نے ایسا کچھ پوچھا ہی نہیں۔"

"اور جب تک تم پوچھتی نہیں وہ خود سے کوئی بات کرتا نہیں۔" رومیلہ حیرانی سے ابرار بھائی کو دیکھنے لگی۔ اتنا صحیح اندازہ انہوں نے کیسے لگالیا۔

لیکن رومیلہ کو فوراً" ہی اپنی حیرت پر قابو پانا پڑا کیونکہ وہاں بابا جانی اور بھابھی بھی موجود تھیں اور وہ دونوں ہی ابرار کے سوال پر رومیلہ کو جانچتی نظروں سے دیکھنے لگے تھے بھابھی کی آنکھوں میں تجسس بھرا تھا جبکہ بابا جانی فکر مندی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"نہ..... نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" رومیلہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا بولے۔

"چلو خیر۔ تم الیان کو فون کر کے پوچھ لو وہ کب تک آئے گا۔"

"میں۔" رومیلہ بے ساختہ بولی۔

"ہاں تم۔ کیوں کیا ہوا؟" ابرار بھائی کا لہجہ بظاہر عام سا تھا مگر ان کی آنکھوں میں شک و شبہات ابھرے تھے۔

رومیلہ ایک بار پھر بے بس ہو گئی۔

"وہ..... میرے پاس تو الیان کا نمبر نہیں ہے۔" اسے امید تھی اب بھابھی ضرور بولیں گی مگر حیرت انگیز طور پر وہ بالکل خاموش رہیں۔

رومیلہ کی شادی سے لے کر اب تک انہوں نے الیان یا اس کے گھر والوں پر کوئی تبصرہ رومیلہ کے سامنے

نہیں کیا تھا جہاں اس بات سے رومیلہ کو اطمینان تھا کہ وہ بے سروپا ہانک نہیں رہیں وہیں وہ ان کے تاثرات جاننے کے لیے بے چین بھی تھی۔

"کوئی بات نہیں نمبر میں دے دیتا ہوں تم ابھی بات کرلو۔" انہوں نے صرف کہا نہیں بلکہ اس کا موبائل اٹھا کر اس میں الیان کا نمبر فیڈ کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھا دیا۔

ان کا انداز ایسا تھا لو ابھی بات کرو رومیلہ الجھن بھری نظروں سے موبائل کو دیکھنے لگی کہ بابا جان بول پڑے۔

"اسے ناشتا تو کرنے دو۔ رومیلہ ناشتے کے بعد بات کرلینا۔" بابا جانی نے اس کی مشکل آسان کر دی لیکن الیان سے بات کرنے کے خیال سے اس پر گھبراہٹ سوار ہو گئی تھی اور اس سے ناشتا ہی نہیں کیا جا رہا تھا آخر وہ صرف چائے پی کر موبائل لیے کمرے میں آگئی۔

ابرار بھائی ہر دس سیکنڈ بعد اس کی طرف ایسے دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں "جلدی کرو" آخر رومیلہ کو اٹھنا ہی پڑا۔

کمرے میں آکر الیان کو فون کرتے ہوئے اس کی انگلیاں واضح طور پر کانپ رہی تھیں وہ دعا کر رہی تھی الیان کا فون بزی ہو مگر اس نے دوسری ہی گھنٹی پر کال ریسیو کرلی تو رومیلہ دل مسوس کر رہ گئی اور الیان کے تیسری بار ہیلو کہنے پر دل کڑا کرتے ہوئے بولی۔

"السلام علیکم۔ میں رومیلہ بول رہی ہوں۔" دوسری طرف توقع کے عین مطابق خاموشی چھا گئی۔

"الیان..... آپ مجھے لینے کب آئیں گے؟" رومیلہ نے اس ڈر سے جلدی سے کہہ دیا کہ کہیں وہ خاموشی سے فون بند نہ کر دے پھر اس کے لیے دوبارہ کال کرنا سوہان روح ہو جائے گا دوسری طرف اس کے سوال پر ایسے خاموشی چھائی رہی جیسے الیان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس سے یہ سوال پوچھا جائے گا۔

"ہیل..... ہیلو۔ آپ سن رہے ہیں نا۔" رومیلہ کو لگا لائن کٹ گئی ہے اور وہ خالی فون کان سے لگائے کھڑی ہے۔ پھر اس نے الیان کو واضح طور پر گہرا سانس خارج کرتے سنا جیسے بڑی مجبوری سے بول رہا ہو۔

"آجاؤں گا دو تین گھنٹے میں۔" الیان نے یہ کہہ کر کھٹ سے فون بند کر دیا۔

رومیلہ کے سارے ارادے بھربھری مٹی کی طرح ڈھیر ہونے لگے تحمل اور سنبل کی تسلیاں اور حوصلہ بڑھانا سب پر ایک دم پانی پھر گیا۔

الیان اس کے سامنے نہیں تھا لیکن اس کے چہرے پر کتنی بے زاری ہو گی یہ رومیلہ صرف اس کے سانس کھینچنے کے انداز سے ہی سمجھ گئی تھی۔

خود کا اس طرح زبردستی کسی کے سر پر مسلط ہونا اس کے لیے برداشت سے باہر تھا پھر کہاں سے لاتی وہ صبر اور حوصلہ جس کی تلقین تحمل اور سنبل کر رہی تھیں۔

دل تو چاہا ابھی الیان کو فون کر کے کہہ دے کوئی ضرورت نہیں ہے آنے کی میں خود ہی آجاؤں گی۔

اس نے دل کی نہ سنتے ہوئے خاموشی سے فون کان سے ہٹا کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا اسی وقت ابرار بھائی کمرے میں داخل ہو گئے۔

"کیا کہا الیان نے۔" رومیلہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی اسے شک سا گزرا جیسے ابرار بھائی دروازے سے لگے اس کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس لیے رومیلہ کے فون رکھتے ہی وہ کمرے میں آگئے۔

"وہ..... انہوں نے کہا ہے دو تین گھنٹے میں آجائیں گے۔" رومیلہ کے کہنے پر ابرار بھائی ایسے کھڑے رہے جیسے مزید کچھ سننا چاہ رہے ہوں۔

"کیا بات ہے بھائی؟" رومیلہ کی سمجھ میں نہ آیا وہ ان سے کیسے پوچھے کہ کیا آپ میری بات سن رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"الیان کا رویہ کیسا ہے تمہارے ساتھ۔" انہوں نے بڑی صاف گوئی سے پوچھا۔
"کیا ہو گیا ہے بھائی بار بار ایک ہی سوال کیوں پوچھے جا رہے ہیں۔" رومیلہ حقیقتاً چڑ گئی تھی۔
"کیونکہ تم مجھے صحیح طریقے سے بتا نہیں رہیں۔"
"کیا بتاؤں۔ کیا سننا چاہتے ہیں آپ۔ ابھی میری شادی کو ٹائم ہی کتنا ہوا ہے۔" رومیلہ برہمی سے بولی۔
"ٹائم کی ضرورت ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے پڑتی ہے جبکہ رویہ کا اکھڑ پن' پانچ منٹ کی گفتگو میں ہی سمجھ میں آجاتا ہے۔" ابرار بھائی نے بڑے نپے تلے انداز میں کہا۔
رومیلہ صرف انہیں دیکھ کر رہ گئی اسے خاموش دیکھ کر ابرار بھائی تھوڑے تیز لہجے میں بولے۔
"دیکھو تمہارے ساتھ اس گھر میں جو بھی ہو مجھے فوراً" بتا دینا آج کل وہ زمانہ نہیں ہے جہاں عورت اپنی خدمت سے لوگوں کے دل جیت لیا کرتی تھی۔ آج کل لوگوں کو سیدھا رکھنے کے لیے خدمت کی نہیں دھونس کی ضرورت ہوتی ہے فلموں اور افسانوں کی ہیروئن کی طرح زیادہ پتی ورتا بننے کی ضرورت نہیں ہے صاف صاف بتاؤ وہاں سب تمہارے ساتھ ٹھیک تو نہیں نا۔" رومیلہ بری طرح زچ ہو گئی ان کی باتوں پر۔
"میں کوئی ہیروئن نہیں بن رہی ہوں۔ اگر کوئی بات ہو گی تو میں آپ کو بتا دوں گی لگتا تو نہیں کہ آپ کو میری اتنی فکر ہے لیکن اگر آپ یہ سب میری خاطر کر رہے ہیں تو بھی میری باتیں چھپ کر سننے کی ضرورت نہیں ہے۔" رومیلہ غصے میں کہہ تو گئی مگر ابرار کو چونکتا دیکھ کر اسے احساس ہوا اسے اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا۔
"الیان دو تین گھنٹے میں آجائیں گے میں تھوڑا آرام کرنا چاہتی ہوں۔" رومیلہ نے صرف اور صرف انہیں یہاں سے ہٹانے کے لیے کہا تو وہ بھی بغیر کچھ کہے کمرے سے نکل گئے۔
البتہ رومیلہ ان کے پیچھے دروازے کو ایسے دیکھتی رہی جیسے ان کے رویے تو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔
"آج کل لوگوں کو سیدھا رکھنے کے لیے خدمت کی نہیں دھونس کی ضرورت ہوتی ہے۔" ابرار بھائی کی کہی بات کی بازگشت اس کے کانوں میں گونجنے لگی تو اس کا ذہن جانے کس ادھیڑبن میں لگ گیا مگر کوئی سرا ہاتھ نہ آنے پر صرف ایک سوال اس کے ذہن میں ابھرا تھا۔
"کہیں اس شادی کے لیے ابرار بھائی نے کوئی دھونس پر مبنی ہتھکنڈا تو نہیں اپنایا؟"
اس سوال کا جواب تو اسے نہیں ملا البتہ دو گھنٹے بعد جب الیان اسے لینے آیا تو وہ اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ کزنز جو کہ بریرہ کے سسرالی بھی تھے وہ بھی تشریف لائے تھے۔
حالانکہ رومیلہ سوچ رہی تھی کہ الیان اکیلا آئے گا تو وہ اس کے اور ابرار بھائی کے بیچ ہونے والی گفتگو سے ان کے تعلقات کو پرکھنے کی کوشش کرے گی مگر شامد اور نوید کی موجودگی میں ایسی نوبت ہی نہیں آئی کہ الیان یا ابرار کو ایک دوسرے سے بات کرنی پڑتی۔
پھر وہ سب بیٹھے بھی بہت مختصر سے وقت کے لیے تھے شامد اور نوید کو کچھ شاپنگ کرنی تھی شام تک وہ سب گاؤں کے لیے روانہ ہونے والے تھے۔
الیان ان کے ساتھ ہی کہیں سے آرہا تھا کہ راستے سے رومیلہ کو لے کر گھر پر ڈراپ کرے گا اور ایک بار پھر ان لوگوں کے ساتھ نکل جائے گا۔
اب یہ سب سچائی تھی یا وہ واقعی کترا رہا تھا زیادہ دیر یہاں رکنے سے رومیلہ سمجھ نہ سکی۔
البتہ بابا جانی ضرور سمجھ گئے تھے۔ کیونکہ آج الیان نے انہیں سلام کرنے کے بعد بڑے ہی رسمی سے انداز میں ان کی خیریت بھی پوچھی تھی لیکن کیونکہ بابا جانی اتنی بھی امید نہیں کر رہے تھے اس لیے وہ سمجھ گئے کہ ابرار نے انہیں دھمکایا ہے جو یہ تبدیلی دیکھنے کو مل رہی ہے ورنہ شادی اور ولیمے والے دن تو الیان نے اتنی بھی بات

نہیں کی تھی البتہ جب ابرار' ریاض غفار کے ساتھ کھڑا کچھ گفتگو کرتا نظر آیا اس کے بعد ریاض غفار خاص طور پر ان کے پاس آکر ان کی خیر خیریت پوچھنے لگے تھے اور یہ اچانک ان کے رویے میں اتنا تغیر دیکھ کر وہ اسی وقت مشکوک نظروں سے ابرار کو دیکھنے لگے تھے جانے اب اس نے کیا کہہ کر ان لوگوں کو پریشان کیا ہو گا۔
بابا جانی تو مارے شرمندگی کے سر نہیں اٹھا پا رہے تھے اسی لیے انہوں نے الیان یا اس کے کزنز کو چائے پر روکنے کے لیے زیادہ اصرار بھی نہیں کیا اور ایک ہی دفعہ اجازت مانگنے پر الوداع کر دیا۔
البتہ رومیلہ کو انہوں نے سینے سے لگا کر ہمیشہ خوش رہنے کی دعائیں دی تھیں رومیلہ ان کا یکسر بدلا انداز دیکھ کر یہی سمجھی تھی کہ وہ بریرہ کے ولیمے میں شرکت کرنے اتنی دور جا رہی ہے اسی لیے وہ جذباتی ہو رہے ہیں۔
حالانکہ وہ تو اس کی اس شادی کو لے کر فکر مند تھے دھمکیوں پر مبنی یہ زبردستی کا رشتہ کب تک چلے گا اور اگر چلے گا بھی تو کیا رومیلہ کو خبر نہیں ہو گی کہ اس شادی کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے تب اس پر کیا بیتے گی۔

☆ ☆ ☆

زوبیہ نے یونیورسٹی کے گیٹ پر پہنچ کر جیسے ہی خرم کو فون کیا خرم اسٹال پر ہی آدھی کھائی چاٹ چھوڑ کر اسے لینے چل پڑا۔
ہارون وغیرہ نے پوچھا بھی کہ وہ کہاں جا رہا ہے مگر خرم نے کچھ بھی نہیں بتایا اور صرف مسکرا کر۔
"دیکھتے جاؤ۔" کہا اور چلا گیا زوبیہ کے ڈرائیور کو اپنی رہنمائی میں وہ پارکنگ تک لایا اور گاڑی پارک کرانے کے بعد زوبیہ اتر کر جانے لگی تو ڈرائیور پوچھنے لگا۔
"کتنا ٹائم لگے گا؟"
"بس آدھا گھنٹہ۔" زوبیہ اطمینان سے بولی تو خرم نے ٹوک دیا۔
"نہیں' نہیں آدھا گھنٹہ کہاں۔ دو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے۔" زوبیہ نے حیرانی سے خرم کو دیکھا مگر خرم نظر انداز کر گیا۔
"اصل میں گاڑی میں تھوڑا سا کام کرانا ہے اگر دو گھنٹے لگنے ہیں تو میں ابھی کرا لیتا ہوں۔" ڈرائیور نے کہا۔
"ہاں ہاں جاؤ۔ جا کر آرام سے کرو۔" زوبیہ سے پہلے خرم نے فراخ دلی سے اجازت دے دی۔
زوبیہ صرف خرم کو دیکھ کر رہ گئی اب بھلا وہ کیا بولتی وہ تو پہلے ہی گھبرائی ہوئی تھی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول
شائع ہو گئے ہیں
☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو — راحت جبیں — قیمت: 225 روپے
☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں — فائزہ افتخار — قیمت: 500 روپے
☆ محبت بیاں نہیں — لبنیٰ جدون — قیمت: 250 روپے
خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر
منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس طرح جھوٹ بول کر یونیورسٹی آنا پہلے ہی اسے بہت عجیب اور نامناسب لگ رہا تھا اس پر دو گھنٹے بعد واپسی کا سن کر اسے اپنا آنا کچھ غلط لگنے لگا تھا ڈرائیور خرم کی اجازت پر ایسے گاڑی اسٹارٹ کر کے نکل گیا جیسے خرم کا ہی ملازم ہو۔

"آؤ نا۔" زوبیہ دھول اڑاتی گاڑی کو دیکھ رہی تھی جب خرم نے ٹوکا اور اس کے چہرے پر لکھے سوال کا خود ہی جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تمہیں فوراً" اسٹور روم میں لے جا کر تصویر دکھا دیتا لیکن کیا کروں اسٹور روم ابھی بند ہے جن اسٹوڈنٹس کو سامان نکالنے کے لیے چابی دی گئی تھی وہ اسٹال کی کچھ چیزیں وغیرہ لینے گئے ہیں ان کو آنے میں آدھا پون گھنٹہ تو لگ ہی جائے گا۔" زوبیہ کے چہرے پر الجھن پھیلتی دیکھ کر خرم نے بظاہر بڑے مودب انداز میں کہا۔

"آپ آدھا پون گھنٹے کے لیے اگر کہیں جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں اور ڈرائیور کو فون کر کے بلا لیں ورنہ اس سے بہتر آپشن یہ ہے کہ آپ کچھ دیر اسٹالز وغیرہ گھوم لیں تھوڑا سا وقت بھی گزر جائے گا اور دیکھنے والوں کو یہی لگے گا کہ آپ فیسٹیول دیکھنے آئی ہیں۔ اصل میں جن اسٹوڈنٹس سے میں چابی لے رہا ہوں انہیں بھی یہ نہیں بتایا کہ میں اندر کیوں جانا چاہتا ہوں ایسی باتوں پر کوئی یقین نہیں کرتا اور الٹا دوسرے کی ذہنی حالت پر شک کرنے لگتے ہیں اس لیے میں کسی کو کچھ بتاتا ہی نہیں۔" زوبیہ کے چہرے کے تاثرات بدلتے ہوئے خرم نے واضح طور پر دیکھے۔

اس کے چہرے پر پھیلی الجھن میں خاطر خواہ کمی آ گئی تھی خرم کو یہ تو علم تھا کہ اس کا نفسیاتی علاج چل رہا ہے یقیناً" اس نے "تم پاگل ہو" اور "تمہارا دماغ خراب ہے" جیسے جملے ضرور سنے ہوں گے لہٰذا اس نے ایسی بات کہی جو سیدھی زوبیہ کے دل کو لگی اور واقعی تھوڑی دیر بعد وہ پہلے سے قدرے بہتر انداز میں مگر ہنوز نروس سی خرم کے ساتھ فیسٹیول میں داخل ہو گئی۔

خرم کو ایک انجان اور ایک بے حد حسین لڑکی کے ساتھ دیکھ کر ہر نظر جو اس پر اٹھی وہ اس پر ٹک گئی سب کو حیران اور متجسس دیکھ کر خرم کے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ ابھرنے لگی۔

وہ اس طرح لڑکیوں کے پیچھے پھرنے والے لڑکوں میں سے نہیں تھا اس کا تاثر کافی مضبوط کردار کے حامل شخص کا تھا یہاں تک کہ نمل سے منگنی ہو جانے کے باوجود وہ اس کے ساتھ بھی لوبرڈز کی طرح نہیں رہا تھا۔

ایسے میں اس کا کسی لڑکی کے ساتھ ہونا ایک اچنبھے والی بات تو تھی اور پھر لڑکی بھی وہ جو اس یونیورسٹی میں بھی دیکھی نہیں گئی اور جس کا حسن بھی ایسا ملکوتی کہ دیکھنے والا مجسمہ بن جانے پر مجبور ہو جائے پھر اگر لوگ متوجہ نہ ہوتے تو کیا ہوتا۔

خرم اسے اسٹالز دکھاتا بلاآخر وہاں تک پہنچ گیا جہاں نمل اور سنبل کتابوں کے اسٹال پر کھڑی ورق گردانی کر رہی تھیں۔

"زوبیہ تمہیں ریڈنگ کا شوق ہے کیا؟" خرم ایسے بولا تھا جیسے بہت پرانی بے تکلفی ہو نمل اور سنبل دونوں نے ہی چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

سنبل کی تو منہ اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں جبکہ نمل ایک ہی نظر میں خرم کے چہرے پر پھیلے تفاخر کو دیکھ کر پل میں اپنی حیرت چھپا گئی تھی۔

اسے کون سا شاک لگا تھا خرم کو کسی کے ساتھ دیکھ کر جو اسے اپنے تاثرات چھپانے میں دقت ہوتی البتہ اسے حیرت زوبیہ کو دیکھ کر ہوئی تھی اگر کوئی اور ہوتی تو یہ ذرا سی حیرانی بھی اس کے حصے میں نہ آتی۔

"نہ... نہیں۔" زوبیہ کا انداز صاف ٹالنے والا تھا وہ خرم کی رہنمائی میں چلی جا رہی تھی خرم کو اسٹال پر رکتا

دیکھ کر وہ بھی مجبوراً" ٹھہر گئی تھی۔

ورنہ اسے تو کچھ لینا تھا نہ ہی دیکھنا تھا بلکہ جس طرح لوگ اسے دیکھ رہے تھے اسے محسوس کر کے اس کی فطری گھبراہٹ ایک بار پھر اس پر حاوی ہونا شروع ہو گئی تھی اس نے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑی نمل اور سنبل کی طرف نہیں دیکھا تھا اس کا سر اور نظریں دونوں جھکی ہوئی تھیں۔

مگر تب بھی اسے بخوبی علم تھا کہ سامنے دو لڑکیاں کھڑی ہیں جو پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہیں۔

"ارے دیکھ لو یہاں بہت اچھا اسٹاک ہے خاص طور پر شاعری کا کلیکشن عین تمہاری پسند کے مطابق ہے۔" خرم نے کتابوں کے اس جانب آتے ہوئے کہا جہاں نمل کھڑی تھی اس کے ہاتھ میں "نسخہ ہائے وفا" دیکھ کر خرم دلچسپی سے مسکرا دیا۔

"اپنے فیورٹ شاعر کی کتاب لیے بغیر اس اسٹال سے آگے بڑھ جانا تو زیادتی ہو گی یار۔" خرم نے نمل کے ہاتھ سے کتاب ایسے لے لی جیسے نمل گاہک نہ ہو بلکہ ان کے انتظار میں کتاب لیے کھڑی ہو کہ آئیں اور دیکھیں۔

زوبیہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہے خرم نے اتنے یقین سے اس کے شاعری کے شوقین ہونے کی بات کی تھی کہ وہ بس بولنے والی تھی کہ مجھے شاعری سے کوئی لگاؤ نہیں۔

لیکن نمل پر نظر پڑتے ہی اس کی ساری توجہ اس کی جانب مبذول ہو گئی۔

اسے بالکل یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ اور نمل ایک ہی اسکول میں پڑھتی تھیں وہ تو بس یہ سوچ جا رہی تھی کہ یہ چہرہ اتنا دیکھا ہوا کیوں لگ رہا ہے۔

اصل میں اسکول میں بھی وہ ایسے ہی گم سم اور تنہائی پسند تھی اپنے آپ میں مگن رہنے والی کو بھلا کیا پتا کہ اسکول میں اور کون کون موجود ہے اسے تو شکلیں بھی یاد نہیں رہتی تھیں نام تو پھر بہت دور کی بات تھی۔

نمل، خرم کے اس طرح کتاب لے لینے پر بالکل جامد تاثرات کے ساتھ اسے دیکھتی رہی جبکہ وہ زوبیہ کی طرف پلٹ چکا تھا۔

"میں یہ تمہارے لیے لے رہا ہوں اور اب تم انکار نہیں کرو گی۔" خرم زوبیہ کے تاثرات کی پروا کیے بغیر صرف نمل کو سنانے کے لیے بول رہا تھا اصل میں اسے زوبیہ کی فطرت کا اتنا اندازہ تھا کہ وہ اتنی خود اعتماد نہیں کہ

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

☆ ستاروں کا آنگن،	نسیم سحر قریشی	قیمت: 450 روپے	خوبصورت سرورق
☆ درد کی منزل،	رضیہ جمیل	قیمت: 500 روپے	خوبصورت چھپائی
☆ اے وقت گواہی دے،	راحت جبیں	قیمت: 400 روپے	شائع ہو گئے ہیں
☆ تیرے نام کی شہرت،	شازیہ چودھری	قیمت: 250 روپے	مضبوط جلد
☆ امربیل،	عمیرہ احمد	قیمت: 550 روپے	آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خرم کو اس اچانک کی بے تکلفی پر جھڑک سکے۔
پھر وہ جس مقصد کے تحت اسے لایا تھا اگر وہی پورا نہیں ہوتا تو کیا ضرورت تھی اتنی مغزماری کی۔
خرم نے اس کتاب کی قیمت ادا کر کے زوبیہ کی طرف بڑھادی۔
"میں نے کہا ہے نا تم انکار نہیں کروگی۔ چلو آؤ دوسرے اسٹالز پر چلتے ہیں یہاں اب اور کچھ بچا نہیں ہے۔"
خرم نے ایک نظر نمل پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا زوبیہ بے بسی سے ہاتھ میں زبردستی تھمائی کتاب کو دیکھنے لگی پھر نمل اور سنبل کی نظریں خود پر جمی دیکھ کر فرار ہونے والے انداز میں خرم کے پیچھے چل پڑی۔
"یہ خرم کیا کر رہا ہے؟" سنبل نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا۔
"وہی جو میں نے روبیلہ کی شادی میں کیا تھا۔" نمل نے بالکل بے تاثر لہجے میں کہا البتہ اس کی نظریں ابھی بھی زوبیہ کی پشت پر جمی تھیں۔
"لیکن تمہارے مقابلے میں سمیر تھا۔ یہاں زوبیہ ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" سنبل نے جرح کی۔
"اس سے خرم کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" نمل اب بھی سپاٹ لہجے میں بولی تو سنبل چڑ گئی۔
"لیکن مجھے پڑتا ہے اور یہ سب تمہاری اسٹوپڈ حرکتوں کی وجہ سے ہو رہا ہے اب تمہیں ہی اس مسئلے کو حل کرنا ہوگا۔"
"حل تو میں نہیں کر سکتی لیکن زوبیہ کو ایک بار ضرور سمجھاؤں گی۔ آگے اس کی قسمت۔" نمل نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔
زوبیہ، خرم کے پیچھے کتابوں والے اسٹال سے باہر تو نکل آئی لیکن اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ آس پاس موجود زیادہ تر لوگ ان دونوں کی طرف ہی متوجہ ہیں اسی لیے زوبیہ کے گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا وہ خرم کے پیچھے بھاگنے والے انداز میں چل رہی تھی۔
وہ خرم سے کہنا چاہتی تھی کہ جلدی سے اسے اسٹور روم دکھادے وہ اپنے ڈرائیور کو فون کر کے بلا رہی ہے اب وہ یہاں نہیں رک سکتی۔
مگر خرم تو آگے ہی آگے سیٹی پر شوخ سی دھن بجائے ایسے گھوم رہا تھا جیسے جانے کون سا خزانہ مل گیا ہو۔
اچانک زوبیہ کو اس پر شدید غصہ آگیا قریب تھا وہ چیخ کر اسے پکار بیٹھتی کہ اچانک اس کی نظریں سامنے کی جانب اٹھیں اور جامد ہو گئیں۔
اسے عموماً "شائستہ خالہ کا سایہ اس طرح دن دھاڑے گھر سے باہر کبھی نظر نہیں آیا تھا مگر آج وہ اس سے کافی فاصلے پر اپنی پوری ہیبت کے ساتھ کھڑی تھیں۔
ان کے سوکھے بکھرے بال ہوا کے دوش پر ادھر ادھر اڑ رہے تھے ان کا کٹا پٹا چہرہ خون خون ہو رہا تھا۔
زوبیہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی اس کا حلق اتنا سوکھ گیا تھا کہ آواز بھی نہیں نکل رہی تھی ورنہ اس کا شدت سے دل چاہا خرم کو پکار کر پوچھے کیا اسے شائستہ خالہ کا سایہ نظر آرہا ہے مگر وہ کیا پکارتی اس کی تو حالت غیر ہونے لگی تھی۔
کیونکہ شائستہ خالہ ایک لڑکے کے پاس کھڑی اسے ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے ابھی اس پر حملہ کر دیں گی اور پھر واقعی شائستہ خالہ نے دونوں ہاتھ اس لڑکے کی گردن کی طرف اٹھادیے۔
اس سے پہلے کہ اس لڑکے کی گردن شائستہ خالہ کی گرفت میں آتی زوبیہ پوری قوت سے چیخ پڑی۔
(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

شعاع محمود

کرن کرن خوشبو

جنت کی ضمانت

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔
"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"
ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔
"قیامت کے دن میرے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب تم میں سے وہ ہوں گے جو اخلاق میں بہتر ہوں گے اور مجھ سے زیادہ دور اور زیادہ ناپسندیدہ وہ ہوں گے جو تم سے اخلاق میں برے ہوں گے۔ جن کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے اور جو منہ پھلا کر تکلف سے (یعنی متکبرانہ انداز میں) باتیں کرتے ہیں۔"
(صحیح بخاری)
الماس علی..... کراچی

ایمان سے خالی دل

ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں آیا اور کہا۔
"ہماری عبادت اللہ کو زیادہ پسند ہے کیونکہ جب ہم عبادت کرتے ہیں تو ہمیں کوئی خیال، وسوسہ نہیں آتا۔ جبکہ میں نے سنا ہے تم لوگ نماز پڑھتے ہو تو بہت سے خیالات تمہارے دل میں آتے ہیں۔"
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس یہودی کی بات کا جواب دینے کا اشارہ کیا۔
آپ رضی اللہ نے یہودی سے کہا۔
"دو گھر ہیں ایک خالی ہے دوسرا گھر ہیروں سے بھرا ہے۔ اب بتاؤ چور کس مکان میں جائے گا؟" یہودی بولا۔
"ہیروں والے مکان میں۔"
آپ رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر جواب دیا۔
"یہ حال کافر اور مسلمان کے دل کا ہے۔ جس کا دل پہلے ہی ایمان سے خالی ہو وہاں شیطان کیا لینے جائے گا۔"
امبر آصف..... کراچی

صدقہ

"اگر تم دنیا کی مفلسی سے تنگ آجاؤ اور رزق کا کوئی راستہ نہ نکلے تو صدقہ دے کر اللہ سے تجارت کر لو۔"
افشاں..... لاہور

اقوال زریں

☆ اولاد کے لیے کچھ مت چھوڑو اگر وہ صالحہ ہوگی تو خدا خود کفیل کر دے گا اور اگر بد ہوگی تو گناہوں میں ان کی امداد کا مجرم نہ ہو۔ (عمر بن عبدالعزیزؒ)
☆ ہماری توبہ بھی توبہ کی محتاج ہے کیونکہ اس میں خلوص نہیں ہوتا (رابعہ بصریؒ)
☆ دین کی اصل عقل، عقل کی اصل علم اور علم کی اصل عمل ہے اور بغیر عمل کے بہشت کی طلب کرنا خود ایک گناہ ہے۔
☆ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ (حدیث)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

☆ جو مسکین کی فریاد سن کر کان بند کر لیتا ہے وہ خود بھی فریاد کرے تو اس کی فریاد نہ سنی جائے گی۔
(حضرت سلیمان علیہ السلام)

☆ کفار کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اصغر ہے اور اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆ تعجب ہے اس پر جو موت کو برحق جانتا ہے اور پھر بھی ہنستا ہے۔(حضرت عثمانؓ)

☆ گناہوں پر نادم ہونا انہیں مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا انہیں مٹا دیتا ہے۔(حضرت علی رضی اللہ عنہ)

عائشہ مری..... کوئٹہ

بیٹی

○ جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اے لڑکی! تو زمین پر اتر میں تیرے باپ کی مدد کروں گا۔"

○ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "عورت کے لیے یہ بہت مبارک ہے کہ اس کی پہلی اولاد بیٹی ہو۔"

○ "جس شخص کی بیٹیاں ہوں' اسے برا نہ سمجھو۔ اس لیے کہ میں بھی بیٹیوں کا باپ ہوں۔"

○ ایک مفکر کا کہنا ہے کہ میرا بیٹا اس وقت تک میرا ہے' جب تک اس کی شادی نہیں ہو جاتی لیکن میری بیٹی مرتے دم تک میری بیٹی رہتی ہے۔

ایمن..... کراچی

غور و فکر

زندگی بار بار نہیں آتی۔ صرف ایک بار آتی ہے اور وقت سمندر کے کنارے پھیلی ہوئی ریت کی طرح ہے تم اس میں سے کتنی مٹھیاں بھر سکتے ہو ایک یا پھر دو۔ وقت تو بس پچاس یا سو برس کا ہے مگر اس سے زیادہ نہیں..... پھر سوچو' تم اس ریت کو کھا نہیں سکتے۔ زیادہ سے زیادہ تم اس ریت کو دوسروں کی آنکھوں میں جھونک سکتے ہو اور بہت سے لوگ اپنی زندگی میں ایسا کرتے ہیں۔ وہ لوگ ظالم ہوتے ہیں۔ پھر کچھ لوگ جو اس ریت کو دوسروں کی آنکھوں میں ڈالنے کی بجائے اپنی آنکھوں میں ڈال لیتے ہیں۔ وہ لوگ بزدل اور اذیت پسند ہوتے ہیں۔

کچھ لوگ اس ریت سے محل بناتے ہیں۔ وہ لوگ احمق ہوتے ہیں کچھ لوگ نہایت احتیاط سے ریت کے ایک ایک ذرے کو گننے لگتے ہیں۔ وہ اس دنیا کے کنجوس ہیں۔ کچھ لوگ اس ریت کو اپنے سر پر ڈال لیتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں۔ وہ لوگ اس دنیا کے بچے ہیں اور دنیا کی ساری معصومیت انہی کے نام سے قائم ہے۔

"کچھ بھی ہو۔" اس نے سوچا۔

"میں بچہ ہی بنوں گا۔" اور وہ ساحل کی ریت سے گھر کی طرف چل پڑا

(کرشن چندر کی کتاب "بالون پتے" سے اقتباس)

ریحانہ..... کراچی

کچھ لوگ

کیسے چپ چاپ ہی مر جاتے ہیں کچھ لوگ یہاں
جسم کی ٹھنڈی سی
تاریک سیاہ قبر کے اندر
نہ کسی سانس کی آواز' نہ سسکی کوئی
نہ کوئی آہ' نہ جنبش' نہ ہی آہٹ کوئی
ایسے چپ چاپ ہی مر جاتے ہیں کچھ لوگ یہاں
ان کو دفنانے کی زحمت بھی اٹھانا نہیں پڑتی

(گلزار)

ارم آفتاب..کراچی

سرگوشی

تمہاری آنکھوں کے سرخ ڈورے
وہ بات کہنے کے منتظر ہیں
جو تم نے اب تک کہی نہیں ہے
مگر تمہیں کچھ خبر نہیں ہے

تمہارا چہرہ اک آئینہ ہے
کہ جس پہ لکھی
شکست دل کی عبارتوں نے
بہت سی باتوں کو بن کہے بھی
ہماری آنکھوں سے کہہ دیا ہے

(خالد معین)

صدف عبداللہ..لاہور

گرفتار عشق

○ بوجھ میں اگر محبت نہ ہو تو وہ بے شک ایک تنکے کا ہو برداشت نہیں ہوتا۔

○ پہاڑوں کے اندر جاتے ہی انسانی انا سب سے پہلے دم توڑتی ہے۔ اور انسان قدرت کے آگے اپاہج ہو جاتا ہے۔

○ جتنے بھی تلخ ذائقے ہوتے ہیں بے شک کافی ہو چاکلیٹ یا پھر زندگی ہو ان کے لیے ذوق کی پرورش کرنا پڑتی ہے۔

○ برے کام اس لیے برے نہیں کہ وہ ممنوع ہیں بلکہ ممنوع اس لیے ہیں کہ وہ مضر ہیں۔

○ اعتماد پربت کا پتھر ہے لیکن اگر یہ ایک بار اکھڑ جائے نیچے ہی آتا ہے۔

فوزیہ ثمروٹ..... گجرات

خاموشی کی بات

جس سے آپ بہت پیار کرتے ہیں۔ اس سے کم بات کریں۔ کیونکہ جو آپ کی خاموشی نہیں سمجھ سکتا وہ گفتگو بھی نہیں سمجھے گا۔

(جان کیٹس)

شافعہ اعوان..... کراچی

کیا معلوم

نہ کچھ فنا کی خبر ہے نہ ہے بقا معلوم
بس ایک بے خبری ہے سو وہ بھی کیا معلوم
ہجوم شوق میں اب کیا کہوں' کیا نہ کہوں
مجھے تو خود بھی نہیں اپنا مدعا معلوم

ثمروٹ..... گجرات

وصال و ہجر

وصال و ہجر سے وابستہ تہمتیں بھی گئیں
وہ فاصلے بھی گئے' اب وہ قربتیں بھی گئیں
دلوں کا حال تو یہ ہے کہ ربط ہے نہ گریز
محبتیں تو گئی تھیں' عداوتیں بھی گئیں

ذکیہ خان..... کراچی

دکھ

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا آپ یاد دلانا چاہتا ہے اسے دکھ کا الیکٹرک شاک دے کر اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے دکھ کی بھٹی سے نکل کر انسان دوسروں کے لیے نرم پڑ جاتا ہے۔

پھر اس سے نیک اعمال خود بہ خود اور باخوشی سرزد ہونے لگتے ہیں۔ دکھ تو روحانیت کی سیڑھی ہے اس پر صابر و شاکر ہی چڑھ سکتے ہیں۔

(بانو قدسیہ کی کتاب "دستہ بستہ" سے انتخاب)

نوشین اقبال نوشی..... گاؤں بدر مرجان

محبت اور جنگ

ایک دفعہ ایک سپاہی نے ٹیپو سلطان سے کہا۔

"کیا محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔"

ٹیپو سلطان نے تاریخ ساز جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ انگریزوں کا قول ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ محبت اور جنگ میں جو کچھ ہو وہ جائز ہو۔"

فوزیہ ثمروٹ..... گجرات

فرمائش

ہوائی جہاز میں پہلی مرتبہ سفر کرنے والے ایک صاحب کو الٹیاں آ رہی تھیں۔ آخر ائیر ہوسٹس ان کے قریب آئی اور ہمدردانہ لہجے میں بولی۔

"سر آپ کے لیے کچھ لاؤں۔"

"ہاں۔" ان صاحب نے ہانپتے اور کراہتے ہوئے جواب دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے لیے ایک ایئرپورٹ لے آؤ۔"

ہانیہ عمران..... گجرات

اقوال زریں

○ جو لوگ مطالعہ نہیں کرتے ان کے پاس سوچنے کو بہت کم باتیں ہوتی ہیں۔

○ قدرت کو زبان کی سختی پسند نہیں' اس لیے اس میں ہڈی نہیں۔

○ محنتی کا ہاتھ اسے کبھی نہ کبھی دولت مند بنا دیتا ہے۔

○ دلوں کو فتح کرنے کے لیے تلوار کی نہیں عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔

○ غموں کو چھپا کے چہرے پر (خوشی) مسکراہٹ سجائے رکھنا عظمت ہے۔

○ پاکیزگی انبیاء کی صفات میں سے ہے۔

○ مومن زندگی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کافی مختصر سی لذت سے خوش رہتا ہے۔

صفیہ صبا..... کراچی

تین اشعار

کاش آزاد قبیلے کے سخن ور ہوتے
ہم محاذوں پر نہ بکتے تو سکندر ہوتے
خود فریبی کے خرابوں میں رہے ہم ورنہ
اپنی اوقات میں رہتے تو قلندر ہوتے
موج کوثر کی قسم ہم تھے محبت کے ولی
خاک کے در پر نہ جھکتے تو سمندر ہوتے

نوشی..... گاؤں بدر مرجان

یادیں

بس یہی مشکل ہے کہ بھول جانا انسان کے بس میں نہیں..... جو حادثہ ایک دفعہ گزر جائے' وہ یاد بن کے بار بار گزرتا ہے۔ بھولنے کی کوشش ہی اسے زندہ رکھتی ہے۔ انسان ظالم کو معاف کر سکتا ہے' لیکن اس کے ظلم کو بھول نہیں سکتا۔ بھول جانا انسان کے اختیار میں نہیں۔

موسم گزر جاتے ہیں لیکن یاد نہیں گزرتی۔ مرحوم زمانوں کی یاد مرحوم نہیں ہوتی۔ پرانے چہرے نئے چہروں میں نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ پرانے غم نئے غم میں شامل نظر آتے ہیں۔

پرانی یاد نئی زندگی کے ساتھ چلتی ہے۔ تہ در تہ یاد انسان کے اندر ہمیشہ محفوظ رہتی ہے۔ یاد سے نجات کی کوشش دلدل سے نجات کی کوشش کی طرح رائیگاں ہو جاتی ہے۔

(واصف علی واصف کی کتاب "دل دریا سمندر" سے اقتباس۔)

فرزانہ مسعود..... خوشاب

خشک چشمے

☆ لوگوں پر جو بھی بلا نازل ہوتی ہے وہ آنکھ کے سبب سے ہوتی ہے' نعمت و مصیبت دونوں آنکھ میں رکھ دی گئی ہیں۔

☆ جو نیک بخت ہیں وہ ماں کے شکم ہی سے نیک بخت پیدا ہوتے ہیں اور جو بد بخت ہیں وہ بھی اس کے شکم ہی سے بد بخت نکلتے ہیں۔

☆ شریف' پارسا ہو جاتا ہے تو تواضع اختیار کرتا ہے۔ کمینہ' پارسا ہو جاتا ہے تو تکبر اختیار کرتا ہے۔

☆ دل آنکھ کی تابع ہے' آنکھ کے بگڑنے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے' اور دل کے بگڑنے کے بعد شرم گاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔

☆ اگر کسی نے تیرے ایذا کے لیے راہ میں کانٹے بکھیر دیے ہیں تو' تو اس کے راستے میں انتقاماً "کانٹے نہ رکھ' ورنہ دنیا میں ہر طرف کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔

☆ اپنی حاجت پر دوسروں کی حاجت کو مقدم رکھنا ہی حقیقی کرم ہے۔

بشریٰ محمود

یادوں کے دریچے سے

شہر بانو' کی ڈائری میں تحریر

انور شعور کی غزل

بہت دن رہ لیے ناراض اب من جائیں ہم دونوں
چلو اک بار پھر سے آشنا بن جائیں ہم دونوں

یہاں والوں کی آنکھوں میں حیا ہو یا مروّت ہو
تو آخر کیوں یہ بستی چھوڑ کے بن جائیں ہم دونوں

کسی ہوٹل میں چل کر سوچتے ہیں شام کی بابت
گزاریں وقت ساحل پر کہ گلشن جائیں ہم دونوں

یہاں ہونا نہیں کافی یہاں بننا ہی پڑتا ہے
چلو اک دوسرے کے کچھ نہ کچھ بن جائیں ہم دونوں

یہیں کچھ دور واقع ہے ہمارے پیارے کا مدفن
اگر دے زندگی فرصت تو مدفن جائیں ہم دونوں

شعور اس بھیڑ میں رستہ ملے تو بھیڑ سے باہر
عجب سا اک نشیمن ہے' نشیمن جائیں ہم دونوں

سدرہ وزیر' کی ڈائری میں تحریر

سرشار صدیقی کی نظم

دل دریا'

لوگوں نے کہا
اس در سے کبھی
کوئی نا امید نہیں لوٹا
کوئی خالی ہاتھ نہیں آیا
میں بھی لوگوں کے ساتھ چلا
چہرے پر گرد ملال لیے
اک بیرا امید خیال لیے
اک خالی دست سوال لیے
جب قافلہ اس در پر پہنچا

میں اس گھر کو پہچان گیا
پھر خالی ہاتھ ہی لوٹ آیا
اس در سے مجھے کیا ملنا تھا
وہ گھر تو میرا ہی اپنا ہے

صدف سلیمان' کی ڈائری میں تحریر

وفا چشتی کی غزل

جہان لمحۂ سر بستر کے حصار میں ہوں
میں زندگی ہوں مگر ہیبت غبار میں ہوں

خرد آگہی کے زمان و مکاں سے گزرا ہوں
وجود ذات کے دریائے بے کنار میں ہوں

بدن کی راکھ میں پھر انگلیاں گڑو لی ہیں
شرار زیست کو چھونے کے اضطرار میں ہوں

شکستگی کے مسلسل عمل سے ہوں دوچار
میں ارتقاء کے پس پردہ انتشار میں ہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تلاش میں ہوں کہ ہات آئے قدرتِ تسخیر
حریفِ وقت ہوں اور پیکرِ نزار میں ہوں

نجانے کتنے ہی آدرش ہو گئے معدوم
مری بساط ہی کیا ہے میں کس قطار میں ہوں

پسِ وجود ہوں، نا منکشف وفا چشتی
کسی نگاہِ تصرف کے انتظار میں ہوں

زینب احسن رحمان، کی ڈائری میں تحریر
اجمل سراج کی غزل

اور تو خیر کیا رہ گیا
ہاں مگر اک خلا رہ گیا

غم سبھی دل سے رخصت ہوئے
دردِ بے انتہا رہ گیا

زخم سب مندمل ہو گئے
اک دریچہ کھلا رہ گیا

رنگ جانے کہاں اڑ گئے
صرف اک داغ سا رہ گیا

آرزوؤں کا مرکز تھا دل
حسرتوں سے گھرا رہ گیا

زندگی سے تعلق مرا
ٹوٹ کر بھی جڑا رہ گیا

کس کو چھوڑا خزاں نے مگر
زخمِ دل کا ہرا رہ گیا

کام اجمل بہت تھے ہمیں
ہاتھ دل پر دھرا رہ گیا

ارم آفتاب، کی ڈائری میں تحریر
خالد معین کی نظم

مکالمہ،

تم ایسی صبحوں، تم ایسی شاموں میں
اپنے گھر سے کبھی نہ نکلو
کہ جب ہوائیں
سپردگی سے نہال ہو کر
تمہارے پہلو میں ڈولتی ہوں
تمہارے آنچل سے کھیلتی ہوں
تم ایسی صبحوں، تم ایسی شاموں میں
اپنے گھر سے کبھی نہ نکلو
کہ جب ہوائیں
اُداس لہجے میں تم سے پوچھیں
تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا
تمہارے چہرے پہ کیا لکھا ہے
تمہارے اٹھتے ہوئے قدم پر
یہ لڑکھڑاہٹ سی کس لیے ہے
تم ایسی صبحوں، تم ایسی شاموں میں
اپنے گھر سے کبھی نہ نکلو
کہ جب ہوائیں
بدلتے موسم کی سازشوں میں شریک ہو کر
تمہارے جی میں غلط بیانی کا زہر گھولیں
تمہارے بارے میں جھوٹ بولیں
سنو اے پیاری سی، سانولی سی ہٹیلی لڑکی!
یہی ہوائیں تو آتے جاتے مسافرانِ رہِ وفا پر
ہزار تہمت اچھالتی ہیں
محبتوں پر یقین نہ ہو تو
دلوں میں پیہم
ہزاروں واہموں کو ڈالتی ہیں
تم ایسی صبحوں، تم ایسی شاموں میں
اپنے گھر سے کبھی نہ نکلو
کہ جب ہوائیں ... !

مجھے یہ شعر پسند ہے

شگفتہ سلیمان

راحیلہ ———— کراچی
اب تو ڈر ہے مجھے کہ غم تیرا
تجھ سے بھی معتبر نہ ہو جائے

امبر ———— لاہور
دو چار سوالات ہیں پھر مجھ کو اجازت
میں سیر کی خاطر تو فلک پر نہیں آیا

اقصیٰ ———— لاہور
یہی کھلا ہے کہ مسافر نے خود کو مار کیا
تری تلاش کے صحرا کو پار کرتے ہوئے

زینب ———— گوجرانوالہ
اس سمت سمیٹوں تو بکھرتا ہے اُدھر سے
دُکھ دیتے ہوئے یار نے دامن نہیں دیکھا

رانیہ ———— کراچی
آتا ہے کون آنکھ میں آنسو کے روپ میں
اے میرے رازدار، کہاں جلتے ہو تم

گوہر ———— پشاور
میں راہِ سود و زیاں سے گزرتا جاتا ہوں
کبھی گریز کبھی اختیار کرتے ہوئے
نہیں گرا مری قاتل انا کا تاج محل
میں مر گیا ہوں خود پہ وار کرتے ہوئے

کنول جبیں ———— کراچی
زمیں نے کھینچ کر دل سے لگایا
اُڑائی آسمان نے خاک میری
میں چپ رہتا تو بچ سکتی تھی گردن
مگر یہ فطرتِ بے باک میری

ارم ناز ———— لاہور
تو جو آئے تو اسے مل کر سمیٹیں دونوں
مجھ اکیلے سے کہاں ہجر سنبھالا جائے
یہ نہ ہو آتشِ انکار کے شعلے نکلیں
میری تشکیک کو دوزخ میں نہ ڈالا جائے

فرح خان ———— کراچی
کیا غضب ہے، ہجر کے دن بھی
زندگی میں شمار ہوتے ہیں

سورٹھ ساند ———— آر۔ وائی گاؤں
ہم دشت تھے، دریا ہم زہر تھے کرامت
ناحق تھا زعم ہم کو جب وہ نہیں تھا پیاسا

صائمہ ———— مری
ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفا دار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

فرزانہ ———— کراچی
ایک عمر بیت چلی ہے تجھے چاہتے ہوئے
تو آج بھی بے خبر ہے کل کی طرح

صغریٰ یاسین ———— کراچی
احساسِ مروت سے نا آشنا لوگ
عجیب لگتے ہیں جب محبت کی بات کرتے ہیں

فاطمہ طارق ———— کراچی
ہم ہیں ظلمت میں کہ اُبھرا نہیں خورشید ابھی کے
کوئی کرتا ہی نہیں رات کی تردید ابھی کے
اک زمانے سے نہ رہتے ہیں نہ جاں تڑپی ہے
دل پہ لازم ہے ترے درد کی تجدید ابھی کے

عائشہ، تحریم ———— گوجرہ
رت جگے خوابِ پریشاں سے کہیں بہتر ہیں
لرز اٹھتا ہوں اگر آنکھ ذرا لگتی ہے!
اے رگِ جاں کے مکیں تو بھی کبھی غور سے سن
دل کی دھڑکن ترے قدموں کی صدا لگتی ہے

رفعت جبیں ———— کوئٹہ
نگاہ پھیر کے مجھ کو برہنہ جسم نہ کر
مرے بدن پہ نظر کا لباس رہنے دے
میں تیرے وصل کی لذت کا معترف ہوں مگر
تو اپنے ہجر میں مجھ کو اداس رہنے دے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فضیلہ ـــــــ لاہور
میں اور اس کو بھولوں ناممکن سی باتیں کرتے ہو
صورت تو پھر صورت ہے وہ نام بھی اچھا لگتا ہے

آسیہ جاوید ـــــــ علی پور چٹھہ
ایک صورت ہے تصور کے نہاں خانے میں
اپنی تصویر کوئی بھول گیا ہو جیسے

فرزانہ ـــــــ کراچی
یوں تو رہتی ہے تصور میں تمہاری صورت
پھر بھی مل جاؤ تو تسکین سی ہو جائے

مہوش یوسف ـــــــ لاہور
کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی
پہلے آتی تھی ہر اک بات پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

شکیلہ ـــــــ خانیوال
مریم ذوق عشق کی صورت یہی تو ہے
ہنس ہنس کے تیری یاد میں آنسو بہائیں ہم

زہرہ ـــــــ لطیف آباد
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

صائمہ سلیم ـــــــ گوجرہ
سچ کہوں اپنی محبت پہ ندامت ہی ہوئی
جب بھی دیکھی تری اجڑی ہوئی صورت میں نے

ثمرین فضل میرا ـــــــ چیچوں کی ملیاں
توڑ کر دیکھ لیا آئینہ دل تو نے
تیری صورت کے سوا اور بتا کیا نکلا

حنیفہ ـــــــ اٹک
عمر کاٹ دی عہد نبھانے کے لیے
عہد باندھا تھا کسی نے آزمانے کے لیے
وہ بظاہر ملا تھا اک لمحے کے لیے عدیم
عمر ساری چاہیے اس کو بھلانے کے لیے

مہوش ـــــــ اٹک
وہ درد کیا ہوا کہ مرے پاس آ گیا
خاقدر یہ سانحہ تو مجھے راس آ گیا

انیتا ـــــــ اٹک
وہیں پر قدم پھر کے آ گیا ہوں
محبت ہے کہ صحرا کا سفر ہے

حنا کنول ـــــــ حویلی لکھا
کیوں نہ ڈر جاؤں تیری قوت سے
میں ہوں تنہا، تیری خدائی ہے

کرن عدنان ـــــــ کراچی
درد کی خوشبو گئی زخموں کی رعنائی گئی
موسم ہجراں تری اب کے پذیرائی گئی
کون سی محفل، کہاں کے روز و شب کیسا قیام
زندگی تو اصل میں اک سانس ہے آئی گئی

فوزیہ ثمر بٹ ـــــــ گجرات
شب غم کی سحر نہیں ہوتی
ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی
زندگی تو ہی مختصر ہو جا
شب غم مختصر نہیں ہوتی

ریحانہ علی ـــــــ کراچی
جو ہجر وصال کر دیا ہے
تو نے کمال کر دیا ہے
اک لمحہ عشق تھا سو میں نے
صرف مہ و سال کر دیا ہے

صفیہ سعدیہ ـــــــ نامعلوم
ہر زمانے کے لیے زندہ حوالہ ہوں سلیم
میں چلا جاؤں گا، میرا تذکرہ رہ جائے گا

شکیلہ شہزادی ـــــــ ملک وال
مجھے زعم تھا مگر میں بکھر گیا محسن
وہ ریزہ ریزہ تھا اور اپنے اختیار میں تھا

عائشہ، تحریم ـــــــ گوجرہ
کرتے ہیں یہ ایسے عزیزوں کی خامیوں کا تذکرہ
اپنے عمل میں لوگ فرشتہ ہوں جیسے

حمیرہ مہتاب ـــــــ کراچی
گو دکھی دل کو بہت ہم نے بچایا پھر بھی
جس جگہ زخم ہوں وہاں چوٹ سدا لگتی ہے

ریحانہ امجد بخاری

مسکراتی کرنیں

جملہ حقوق محفوظ

بارش میں بھیگتے ہوئے ایک صاحب نے دور سے ٹیکسی آتی دیکھی تو لپک کر بیچ سڑک پر کھڑے ہو کر اسے روکا لیکن اس وقت اس کے غصے کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے عقب سے ایک خاتون نے آگے بڑھ کر ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور ڈرائیور کے برابر بیٹھ گئیں۔

”یہ تو بڑی ڈھٹائی ہے۔“ وہ صاحب غصے سے بولے۔

”ٹیکسی کو میں نے روکا تھا۔“

”ضرور روکا ہوگا۔“ خاتون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس ڈرائیور سے شادی دو سال پہلے میں نے کی تھی۔“

خالدہ مصطفیٰ..... اسلام آباد

ایک تیر سے.....!

عابد نے شبیر سے کہا۔

”سنا ہے تمہاری منگنی زاہد صاحب کی جڑواں بیٹیوں میں سے ایک سے ہو گئی ہے؟“

”ہاں..... تم نے ٹھیک سنا ہے۔“ شبیر نے تصدیق کی۔

”لیکن ان دونوں بہنوں کی شکلیں تو ایک جیسی ہیں، تمہیں ان میں امتیاز کرنے میں مشکل پیش نہیں آتی؟“ عابد نے تجسس سے پوچھا۔

”میں امتیاز کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔“ شبیر نے اطمینان سے جواب دیا۔

آصفہ..... کراچی

پسند کی حجامت

فوجی کمانڈر ایک سارجنٹ کے ساتھ نئے بھرتی ہونے والے جوانوں کے سامنے پہنچا۔ اس نے تعارفی تقریر شروع کی۔ چند باتوں کے بعد وہ بالوں کی حجامت کے موضوع پر آیا۔

”بالوں کے معاملے میں آپ بالکل آزاد ہیں۔“ یہ سن کر لمبے بالوں والوں نے اطمینان کی سانس لی۔

کمانڈر نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

”آپ لوگ اپنی پسند کے بال رکھ سکتے ہیں، مگر ان کی لمبائی میرے بالوں سے زیادہ۔“ اس نے اپنے سر سے ٹوپی اٹھا کر اپنی سولجر کٹ دکھائی۔

”اور سارجنٹ کے بالوں سے کم نہ ہو۔“ سارجنٹ نے بھی اپنی ٹوپی اٹھائی وہ گنجا تھا۔

شافعہ..... راولپنڈی

وجہ تسمیہ

ایک صاحب نے دفتر میں اپنے ساتھی کو بتایا۔

”میرے اور میری بیوی کے درمیان پانچ ماہ بے حد خوشیوں بھرے گزرے، مگر آج سے ہمارے درمیان زوردار جھگڑے شروع ہو گئے ہیں۔“ دوست نے پوچھا۔

”اس تبدیلی کی وجہ.....؟“ ان صاحب نے جواب دیا۔

”وہ پانچ ماہ کے بعد آج ہی اپنے میکے سے واپس آئی ہے۔“

روبینہ نانہ..... کراچی

اعتراف

آمنے سامنے سے آتی ہوئی ایک خاتون اور ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صاحب کی گاڑی آپس میں ٹکرا گئیں۔ خاتون گاڑی سے اتر کر معذرت خواہانہ انداز میں بولیں۔
"غلطی میری ہے۔"
"نہیں..... غلطی میری ہے۔" وہ صاحب ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔
"میں نے دور ہی سے دیکھ لیا تھا کہ سامنے سے آنے والی کار کو ایک خاتون چلا رہی ہیں' میں چاہتا تو جلدی سے اپنی گاڑی کچے میں اتار کر کسی درخت کے پیچھے پناہ لے سکتا تھا' لیکن میں نے اپنی گاڑی کو سیدھا چلنے دیا' اس سے بڑی غلطی بھلا کیا ہو سکتی ہے؟"

غزالہ پروین..... لاہور

اعتبار

ایک صاحب بہت دیر سے اسٹیشنری کی دکان پر مبارک باد کا کارڈ تلاش کر رہے تھے تاکہ شادی کی سالگرہ پر بیوی کو دے سکیں۔ ان کی تلاش جب کافی طول پکڑ گئی تو سیلز مین ان کے قریب آیا اور بولا۔
"سر! میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا ہوں؟"
"ہاں..... ! مجھے کوئی ایسا کارڈ دے دو جس کے مضمون پر میری بیوی اعتبار کر سکے۔" ان صاحب نے سر کھجاتے ہوئے جواب دیا۔

عارفہ..... کراچی

احترام

دو دوست سڑک سے ملحقہ میدان میں کرکٹ کھیل رہے تھے۔ ایک دوست ہٹ لگانے کو تیار کھڑا تھا کہ سڑک کے سامنے سے جنازے کو آتا دیکھ کر رک گیا۔ اس نے بیٹ زمین پر رکھا اور ہیٹ اتار کر احتراماً" سر جھکا دیا۔
جنازہ گزر جانے کے بعد دوسرے دوست نے کہا۔
"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ تم جنازے کا بڑا احترام کرتے ہو۔"
"مجھے اتنا احترام تو کرنا ہی چاہیے تھا..... آخر مرحومہ نے بیس سال تک بیوی کی حیثیت سے میرا ساتھ دیا ہے۔" پہلے دوست نے وجہ بیان کی۔

حنا سلامت خان..... کراچی

غلط علاج

ایک ڈاکٹر اپنے دوست کے ساتھ پارک میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ سامنے سے آتی ہوئی ایک عورت کو دیکھ کر باڑ کے پیچھے چھپنے لگا۔ دوست نے پوچھا۔
"کیوں بھئی کیا ہوا؟"
"میں اس عورت سے بچنا چاہتا ہوں۔"
"کیوں..... ایسی کیا بات ہے؟"
"میں نے اس کے شوہر کا علاج کیا تھا' اس لیے وہ مجھ سے خفا ہے۔"
"تو کیا وہ مر گیا۔" دوست نے دریافت کیا۔
"نہیں! وہ میرے علاج سے ٹھیک ہو گیا۔" ڈاکٹر نے منہ بسورتے ہوئے جواب دیا۔

شاہین..... بکیرا شریف

گھر کا بھیدی

کنجوس ابا جان نے پانچ روپے کا سکہ نکالتے ہوئے اپنے بچوں سے کہا۔ "یہ میں تیزاب سے بھرے ہوئے جار میں ڈال رہا ہوں' کیا یہ اس میں حل ہو جائے گا؟"
بڑے بچے نے کہا۔ "جی نہیں۔"
ابا نے پوچھا۔ "آپ کو کیسے علم ہوا؟"
"اس لیے کہ اگر یہ حل ہو جاتا تو آپ کبھی اسے تیزاب میں نہ ڈالتے۔" بچے نے جواب دیا۔

شارقہ..... راولپنڈی

دوا ہی کافی ہے

ایک شخص نے شہر سے باہر سنسان سڑک پر ایک شناسا ڈاکٹر کو دیکھا' جو بہت تیزی سے چلا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بیگ تھا اور کندھے پر بندوق لٹک رہی تھی۔ اس شخص نے ڈاکٹر سے پوچھا۔
"آپ اتنی تیزی سے کہاں جا رہے ہیں؟" ڈاکٹر نے جواب دیا۔
"قریب کے گاؤں میں ایک مریض کو دیکھنا ہے۔"

اس شخص نے برجستہ جواب دیا۔
"مریض کے لیے آپ کی دوا ہی کافی ہے..... پھر اس بندوق کی کیا ضرورت ہے۔"

رمشا خان..... چکوال

تاویل

ایک صاحب بیگم کی فرمائش پر ایک کتا خرید لائے۔ بیگم اس کتے کو سدھانے کی کوشش کرنے لگیں۔ ایک روز صاحب نے کہا۔
"بیگم! میرا خیال ہے کہ تم اس کتے کو اس حد تک کبھی نہ سدھا سکو گی کہ تمہارے اشاروں پر چلنے لگے۔"
"کیسی باتیں کرتے ہو ڈیر۔" بیگم نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔
"یاد ہے' جب ہماری نئی نئی شادی ہوئی تھی تو تم خود کتنے اڑیل تھے؟"

شہلا رفیق..... کھاریاں کینٹ

وجہ افتخار

اسکول میں یوم دین کی ایک تقریب کے دوران ٹیچر نے ایک خاتون کو بتایا۔
"ہم سب ٹیچرز آپ کے بچے کو ایک حیرت انگیز بچہ کہتے ہیں۔" محترمہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔ لیکن ظاہر نہ ہونے دیا۔ بظاہر انجان بنتے ہوئے بولیں۔
"ایسی کیا خوبی ہے میرے بچے میں؟"
"دراصل اسے دیکھ کر ہم سب حیرت سے سوچتے ہیں کہ کیا زندگی میں یہ کبھی کچھ سیکھ سکے گا۔" ٹیچر نے جواب دیا۔

فائزہ نسیم..... لطیف آباد

سپر اسٹار

ایک ہیرو ٹائپ نوجوان' ماہر نفسیات کو بتا رہا تھا۔
"میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نہ تو گا سکتا ہوں' نہ ڈانس کر سکتا ہوں' نہ مجھے اداکاری آتی ہے اور نہ ہی میں تماشائیوں کو لطیفے سنا کر ہنسا سکتا ہوں۔ مجھے کوئی ساز بھی بجانا نہیں آتا اور سچ تو یہ ہے کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔"
"پھر آپ شوبز چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟" ماہر نفسیات نے کہا۔
"میں یہ کام نہیں چھوڑ سکتا جناب۔" ہیرو نے بے بسی سے جواب دیا۔
"میں اسٹیج کی دنیا کا سپر اسٹار ہوں۔"

اسماء شبیر..... جہلم

حفظان صحت

ایک مال دار خاتون اپنے کتے کے ساتھ پھلوں کی خریداری میں مصروف تھیں۔ اس دوران ان کا کتا کچھ پھلوں کو چاٹنے لگا۔ جب اس نے یہ عمل بار بار کیا تو دکان دار سے نہ رہا گیا اور اس نے نرمی سے عورت کی توجہ اس کتے کی طرف کرائی۔ عورت نے کتے سے کہا۔
"ٹومی بند کرو یہ حرکت' تمہیں اتنا بھی خیال نہیں کہ یہ پھل دھلے ہوئے نہیں ہیں۔"

صبا سحر..... کراچی

اتنی ہمت

ایک تاجر کا حوصلہ بندھاتے ہوئے نفسیاتی علاج کے ماہر نے کہا۔
"ہمیشہ خوش رہنے کی کوشش کیجیے۔ کاروبار اگر آج مندا ہے تو کل ضرور چمکے گا۔ مصیبت سامنے آئے تو ہمت سے اس کا سامنا کیجیے۔ اس کی ہنسی اڑائیے۔"
تاجر نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔
"میں اتنی ہمت نہیں کر سکتا۔ میری بیوی مجھ سے زیادہ لمبی اور تگڑی ہے۔"

فوزیہ ثمروٹ..... گجرات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرن کا دستر خوان

خالدہ جیلانی

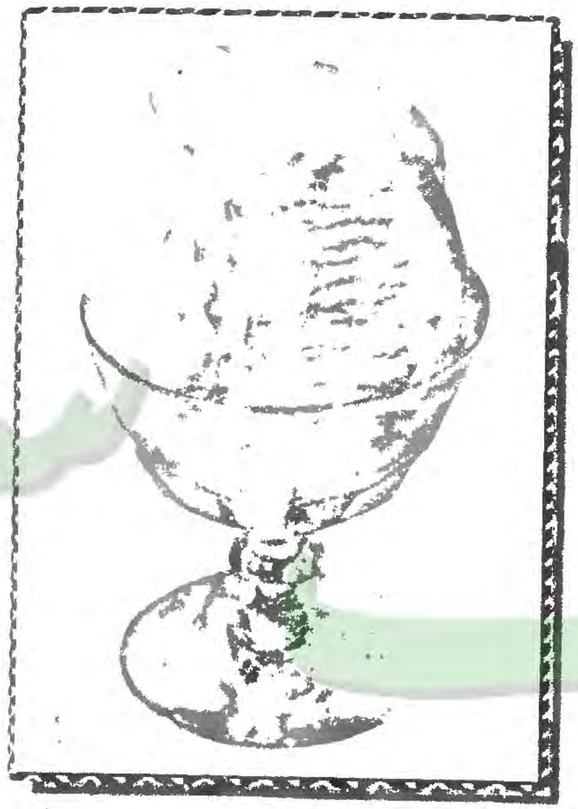

چاکلیٹ آئس کریم

اجزا :

دودھ	دو کپ
انڈے کی زردیاں	دو عدد
کوکو پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
چینی	آدھا کپ
نمک	ایک چٹکی
کوکنگ چاکلیٹ (چوپ کرلیں)	آدھا کپ
کریم	ایک کپ

سوس پین میں دودھ گرم کریں اور اس میں انڈے کی زردیاں پھینٹ کر ڈالیں چمچہ چلاتے رہیں۔ چینی ڈالیں۔ چینی حل ہو جائے تو چولہا بند کردیں۔ اور ٹھنڈا کرلیں ایک دیگچی میں پانی گرم کریں۔ اس پر پیالہ رکھیں اس میں چاکلیٹ ڈال کر میلٹ کریں۔ کریم بھی ڈال دیں۔ کریم چاکلیٹ پگھل جائیں تو زردی کے مکسچر میں مکس کردیں اور کوکو پاؤڈر، نمک بھی مکس کرلیں۔ ٹھنڈا کر کے پھینٹیں۔ فریزر میں دوبارہ رکھیں۔ پھینٹنے کا عمل تین سے چار بار دہرائیں۔ ایر ٹائٹ باکس میں رکھ کر دس سے بارہ گھنٹے کے لیے جمانے رکھ دیں۔

اسٹرابیری آئس کریم

اجزا :

شکر	ایک کپ
میدہ	دو کھانے کے چمچے
نمک	ایک چٹکی
دودھ	ڈیڑھ کپ
انڈے (پھینٹ لیں)	دو عدد
اسٹرابیری پیوری	ڈیڑھ کپ
ونیلا ایسنس	ڈیڑھ چائے کے چمچے
آئسنگ شوگر	چوتھائی کپ
کریم	ڈیڑھ کپ

ترکیب :

آئسنگ شوگر، میدے اور نمک کو مکس کر کے ایک بھاری پیندے کے سوس پین میں ڈالیں۔ اس سوس پین کو ایک بڑے سوس پین میں پانی بھر کر اس کے اوپر رکھ کر گرم کریں۔

دودھ کی تھوڑ مقدار ڈال کر مکسچر کو گاڑھا کریں جب ہموار پیسٹ تیار ہو جائے تو دودھ کی بقیہ مقدار ڈال کر مکس کریں اور آمیزے کے گاڑھا ہونے تک تقریباً" دس منٹ تک پکائیں۔

سوس پین کو چولھے سے اتار کر اس میں شکر، انڈے، اسٹرابیری پیوری، کریم، ونیلا ایسنس ڈال کر الیکٹرک ایر سے پھینٹیں، آمیزہ جب ٹھنڈا ہو جائے تو ایر ٹائٹ جار میں ڈال کر دس گھنٹوں کے لیے فریزر میں رکھیں۔ مزے دار اسٹرابیری آئسکریم تیار ہے سرو کریں۔

پستہ قلفی

اجزا :

دودھ	ایک لیٹر
چینی	آدھا کپ
قلاقند	ایک کپ
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچہ
پستے (چوپ کرلیں)	آدھا کپ
پستہ ایسنس	دو قطرے

دودھ کو پکا کر گاڑھا کرلیں۔ اس میں چینی، کارن فلور علیحدہ دودھ میں مکس کر کے ڈالیں۔ قلاقند بھی ڈال دیں۔ اچھی طرح مکس کریں اور چولھا بند کردیں ٹھنڈا کرلیں۔ پستہ اور پستہ ایسنس بھی ڈال کر قلفی کے سولڈ میں جمادیں۔

مینگو قلفی

اجزا :

آم کا گودا	دو کپ
دودھ	ایک لیٹر
کنڈینسڈ ملک	آدھا ٹن
کھویا	آدھا کپ

دودھ پکا کر تین پاؤ کرلیں بلینڈر میں دودھ، آم کا گودا، کھویا اور کنڈینسڈ ملک ڈال کر اچھی طرح بلینڈ کرلیں اور قلفی کے سانچوں میں ڈال کر جمانے رکھ دیں۔ فالودے کے ساتھ سرو کریں۔

فج چاکلیٹ آئس کریم

اجزا :

دودھ	تین کپ
خشک دودھ	آدھا کپ
کریم	ڈیڑھ کپ
کنڈینسڈ ملک	ایک کپ
انڈے (پھینٹ لیں)	دو عدد
کافی	ایک چائے کا چمچہ
کوکو پاؤڈر	دو کھانے کے چمچے
چاکلیٹ (چوپ کرلیں)	ایک کپ
مکھن	ایک کھانے کا چمچہ

دودھ کو پکالیں اور اس میں انڈے ڈالیں متواتر چمچہ چلاتے رہیں کہ انڈے کے لچھے نہ بنیں خشک دودھ بھی تھوڑے پانی میں مکس کر کے ڈالیں۔ ابال آنے پر چولھا بند کردیں۔ کافی اور کوکو پاؤڈر بھی مکس کردیں۔ ایک دیگچی میں پانی گرم کریں اس پر دوسرا پیالہ رکھیں اس میں چاکلیٹ اور مکھن ڈال کر چاکلیٹ میلٹ کریں۔

چاکلیٹ میلٹ ہو جائے تو کریم مکس کریں بلینڈر میں دودھ کا مکسچر بلینڈ کریں اور کسی پیالے میں نکال لیں۔ چاکلیٹ کریم، کنڈینسڈ ملک اور دودھ کا مکسچر مکس کر کے فریزر میں آدھا گھنٹہ رکھیں۔ تھوڑی دیر بعد نکال کر پھینٹیں۔ یہ ہی عمل دوبارہ دہرائیں۔ ایر ٹائیٹ بکس میں ڈال کر جمانے رکھ دیں۔

پی نٹ آئس کریم

اجزا :

انڈے	دو عدد
شکر	آدھا کپ
پی نٹ بٹر	آدھا کپ
کریم	ڈیڑھ کپ (پھینٹی ہوئی)
دودھ (ابال کر ٹھنڈا کرلیں)	ڈیڑھ کپ

ترکیب :

ایک پیالے میں انڈے اور شکر ڈال کر اتنی دیر تک پھینٹیں کہ خوب جھاگ دار آمیزہ تیار ہو جائے۔ اس میں پی نٹ بٹر ڈال کر دوبارہ مکس ہو جانے تک پھینٹیں۔ کریم، دودھ ڈال کر بیٹر سے جھاگ دار ہونے تک پھینٹیں۔

فریزر میں دو گھنٹے ایر ٹائٹ جار میں ڈھک کر رکھنے کے بعد نکال کر دوبارہ پھینٹیں اور بارہ گھنٹوں کے لیے رکھ دیں۔ جم جائے تو مونگ پھلیوں سے گارنش کر کے سرو کریں۔

☆ ☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محمود بابر فیصل نے یہ شگفتہ سلسلہ ۱۹۷۸ء میں شروع کیا تھا۔ ان کی یاد میں ۱۹۸۱ء کے شمارے کے سوال و جواب شائع کیے جا رہے ہیں۔

ذوالقرنین

س : ذوقی بھیا! یہ بتائیں کہ بیوی اپنی عمر اور میاں اپنی تنخواہ چھپاتے ہیں۔ لیکن بچے کیا چھپاتے ہیں؟

ج : ان دونوں کے جھوٹ۔

ناصرہ مقصود..... کراچی

س : کنوارے شادی کرنا چاہتے ہیں اور شادی شدہ خودکشی، کیا وجہ ہے؟

ج : کنواروں کو کچھ نہ کہو، جنہیں تم جیسے لوگوں نے ابھی تک گھر بٹھایا ہوا ہے۔

نازی حنا ناز..... لاہور

س : نین بھیا! کسی نے کہا محبت روگ ہوتی ہے۔ کسی نے کہا محبت سوگ ہوتی ہے۔ کسی نے کہا محبت شام ہوتی ہے۔ کسی نے کہا محبت رات ہوتی ہے؟ آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟

ج : پتا نہیں آپ "کسی" کی باتوں میں کیسے آ گئیں۔ بہرحال میں کسی کی باتوں میں نہیں آتا ہوں۔

ناہید عباس..... کراچی

س : شعر کا جواب شعر میں دیں؟

ع

میں کسی کے دست طلب میں ہوں تو کسی کے حرف دعا میں ہے
میں نصیب ہوں کسی اور کا مجھے مانگتا کوئی اور ہے!

ج :

بڑا ہی خوش نصیب ہے تو
بڑا ہی بد نصیب ہے تو!

یہ شعر نہیں، جواب ہے۔

رخسانہ جمیل..... شیخوپورہ

س : وہ دیکھو اک پیڑ پہ توتا مینا سے کچھ کہتا ہے؟

ج : توتے سے دوبارہ کہلواؤ میں ذرا اسے ٹیپ کر

قندیل سحر..... ملتان

س :
شب کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی میں؟
کہ صبح امید نے آ کر مجھے جگایا!

ج : پھر بھی آپ سوتی رہیں علی الصبح دوپہر تک۔

شمعونہ رحمٰن..... پیر کوٹ جھنگ

س : ذوالقرنین بھیا آئیڈیل اگر چکنا چور ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

ج : یہ تو بعد کی بات ہے ویسے یہ "آئیڈیل" ہوتا کیسا ہے اور ہوتا کیا ہے؟

رضوانہ کلثوم..... چیچہ وطنی

لوں، پھر سن کر جواب دوں گا۔

مس خدیجہ کوثر..... کمالیہ

س : عورت کا انتخاب زیادہ مشکل ہے یا خربوزے کا؟

ج : عورت کے بارے میں سوچ سمجھ کر کچھ کہا کرو اور گھٹیا مقابلے سے پرہیز کرو مس۔

فوزیہ نذیر..... سوہدرہ

س : ذوالقرنین! آپ سے ایک بہت ضروری بات پوچھنی ہے اور جواب پوری ایمانداری سے دینا ہے۔ آپ کو بہت سے خطوط آتے ہیں جن میں آپ کو اکثر نین بھائی، ذوقی بھائی یا پھر "فرائی پین" کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ تو کیا آپ کو غصہ نہیں آتا۔ کیونکہ مردوں کا غصہ تو بہت مشہور ہے کہ ادھر مزاج کے خلاف کوئی بات ہوئی نہیں۔ ابھی ادھر جناب شروع ہو گئے۔ کیوں نہ ہوں جی آخر مرد کی "انا" بھی کوئی چیز ہے۔ بتائیے آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے جواب دیجیے گا یہ نہ ہو آپ اپنا ہی غصہ نارمل کرنے میں بزی ہو جائیں؟

ج : یہ کالم انا کا مظاہرہ کرنے کا نہیں اس لیے کوئی پابندی نہیں اگر کوئی اور سوال اخلاقی حد میں کیا جائے تو پھر آپ کو بلاوجہ اشتعال دلانے کی ضرورت نہیں۔ ناکامی ہوگی۔

تہمینہ رحمان..... پشاور

س : لوگوں کو اپنی اوقات کب یاد آتی ہے بھیا؟

ج : جب گھڑی دیکھتے ہیں۔

منزہ رشید..... فیصل آباد

س : تم اتنا جو مسکرا رہے ہو کیا غم ہے، جس کو چھپا رہے ہو؟

ج : تمہیں پتا چل گیا۔

طاہرہ نسیم..... میانوالی

س : بھائی جی! تاجر بھی خون چوستا ہے اور مچھر بھی تاجر موٹا ہو جاتا ہے، مچھر موٹا کیوں نہیں ہوتا؟

ج : مچھر صرف اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ جبکہ تاجر ناجائز طور پر خون چوستا ہے۔

انشی حسنات..... کمالیہ

س : اگر لڑکی روٹھ کر میکے سے سسرال میں آ جائے تو؟

ج : سسرال والوں کے مزے، بغیر کسی خرچے کے کام ہو جائے گا۔

سکینہ تبسم..... گوجرانوالہ

س : بھیا! پاؤں کی لغزش اور زبان کی لغزش میں کیا فرق ہے؟

ج : زبان کی لغزش دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جبکہ پاؤں کی لغزش سے خود کا نقصان ہوتا ہے۔

عظمیٰ رانی..... سیالکوٹ

س : بعض لوگ دھوکا دے کر مسکراتے ہیں۔ بعض دھوکا کھا کر، بتائیے جیت کس کی ہوتی ہے؟

ج : ظاہری بات ہے دھوکا کھا کر مسکرانے والے کی کم از کم ہماری نظروں میں۔

وائے خان..... موڑ ایمن آباد

س : ذوقی بھیا! یہاں تو بہت گرمی ہے۔ کراچی کا موسم کیسا ہے؟

ج : اب تو ہم برسات کا مزا لوٹ رہے ہیں۔

روبینہ سراج..... کراچی

س : ذوالقرنین بھیا! سنا ہے عشق دماغ کا خلل ہے کیا واقعی؟

ج : صرف سنا ہے یا؟

فرزانہ بیگ..... راولپنڈی

س : کہتے ہیں کہ دلہن وہی جو پیا من بھائے یہ کیوں؟

ج : مردوں کا معاشرہ ہے نا؟

☆ ☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نامے میرے نام

صبا افضل بٹ..... انبیار خورد

السلام علیکم! خوش رہیں آباد رہیں۔ کرن ڈائجسٹ اسی طرح ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔ آمین۔

میں کافی عرصے سے کرن ڈائجسٹ پڑھ رہی ہوں اور مجھ سے بھی پہلے میری امی اور بہن کرن، خواتین اور شعاع پڑھتی تھیں لیکن انہوں نے کبھی آپ کی بزم میں شرکت نہیں کی اور اب یہ جرات میں نے دکھائی ہے۔ خط لکھنے کا تو کئی بار خیال آیا لیکن اس وجہ سے لکھ نہیں پائی کہ کہیں خط بھیجنے کی تاریخ گزر نہ گئی ہو کیونکہ کرن ڈائجسٹ ہمارے ہاں تقریباً" 14 تاریخ سے 18 تاریخ تک آتا ہے اسے پڑھنے میں بھی ایک دو دن لگتے ہیں اسی لیے کبھی ہمت نہیں ہوئی لیکن اب یہ ہمت کر ہی لی سب سے پہلے تو میں یہی پوچھوں گی آپ سے کہ خط بھیجنے کی آخری تاریخ کون سی ہے۔ پلیز ضرور بتایئے گا تاکہ آئندہ بھی میں کرن میں شرکت کر سکوں۔ کرن میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں اس لیے میں بہت خوش اور پرجوش ہوں۔ میرے خیال میں جس طرح آسمان کو خوب صورت اور دلکش بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے چھوٹے' بڑے' مدھم' روشن اور چمکدار ستارے آسمان پر بکھیر دیے ہیں اسی طرح کرن ڈائجسٹ میں بھی نئے اور پرانے اور کچھ ڈائجسٹ کی جان رائٹرز بکھرے پڑے ہیں جو ڈائجسٹ کو شاندار بنانے میں معاون ہیں۔

سب سے پہلے تو سرورق بہت ہی خوب صورت لگا ہلکے رنگ سے مزین ماڈل کے کپڑے بہت اچھے لگ رہے تھے اور بیک گراؤنڈ بھی بہت اچھا تھا۔ گرمیوں کے موسم میں ہلکے رنگ آنکھوں کو ٹھنڈک بخشتے ہیں۔ حمد و نعت ہر لحاظ سے اچھی ہوتی ہیں یہ ناچیز ان کی کیا تعریف کرے گی۔ انٹرویوز اچھے تھے "مجھ سے ملیے" میں کنبی جدون سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ بھئی ان کی اور میری ایک قدر مشترک ہے جاگتی آنکھوں سے شیخ چلی والے خواب دیکھنا۔

افسانے سبھی اچھے تھے۔ بس "میرے مہرباں" میں مجھے حوریہ پر بہت غصہ آیا' کیا اس کی عقل گھاس چرنے گئی تھی جو علینہ کہتی رہی' سو وہ مانتی گئی۔ حوریہ کو تو اس وقت ہی سمجھ جانا چاہیے تھا جب وہ کہتی ہے کہ اتنا مزا آرہا تھا تم نے بات کیوں نہیں کی "بڑی صاحب" رابعہ افتخار کا یہ ناولٹ بہت ہی شاندار تھا۔ شروع میں تھوڑی سی الجھن ہوئی لیکن جب کہانی آگے بڑھتی گئی ساری الجھن دور ہو گئی۔

"خضر راہ ملے کوئی" صاعقہ امین کی اچھی کاوش تھی لیکن مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ نازو' زلفی' سمیرا اور حمیرا ان چار کرداروں نے غلط قدم اٹھائے اور آخر میں ان کے ساتھ سب اچھا کر دیا مگر ایک کردار جس کے ساتھ اچھا نہیں ہوا وہ خادم حسین تھا۔ اس نے تو نازو کے ساتھ بھلائی کی اسے اپنایا لیکن خادم حسین کی بے بسی کی موت سے بہت دکھ ہوا۔ "انیلا کرن" کا مکمل ناول سپرہٹ رہا۔ حارث کا سارہ کی کیئر کرنا' ڈاکٹر بلال کا اسے زندگی کے مقصد کی طرف دھیان دلانا اور زین العابدین کا اسے ایک مکمل شخصیت بنانا۔ سب بہت شاندار تھا۔ اب ناولز کی باری آتی ہے تو "فوزیہ یاسمین" کو یہی کہوں گی کہ ان کا ناول سستی کا شکار ہے۔ زوبیہ کے متعلق تو بہت کم لکھتی ہیں اس ناول کی 25 قسطیں گزر چکی ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ کہانی ابھی تک وہیں ہے جہاں سے شروع ہوئی تھی۔ پلیز ناول کی رفتار تھوڑی سی بڑھا دیں فوزیہ۔

"در دل" بہت اچھی کہانی ہے پچھلی قسط میں دلاور شاہ اور علیزے کے نکاح کا پڑھ کر بے انتہا حیرت ہوئی کہ ایسا کب ہوا لیکن اس قسط میں اس راز سے جس طرح پردہ اٹھایا گیا علیزے سے بہت ہمدردی محسوس ہوئی۔ میں سمجھ رہی تھی کہ دلاور شاہ کوئی اسمارٹ سا بندہ ہو گا اور منصور حسین کوئی ایویں سا بندہ ہو گا لیکن جب اس راز سے پردہ اٹھایا گیا کہ منصور ہی دلاور ہے تو تھوڑا سا عجیب لگا کہ کہاں وہ اسمارٹ سا دلاور شاہ اور کہاں صحت مند اور فولادی آدمی منصور' دلاور شاہ کا ہر روپ ہی مکمل اور بہت شاندار ہے۔ اب نبیلہ سے گزارش ہے کہ علیزے اور زری کے ساتھ کچھ برا مت کیجیے گا یہ تینوں کردار مجھے بہت پسند ہیں۔ "کرن کرن خوشبو" بہت اچھا سلسلہ ہے جس میں قارئین اتنے اچھے انتخابات بھیجتی ہیں جس سے علم و آگہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

"حسن و صحت" بہت مفید سلسلہ ہے۔ اسی طرح "یادوں کے دریچے' مجھے یہ شعر پسند ہے' مسکراتی کرنیں' کرن کا دستر خوان' نہلے پہ دہلا" اور "نامے میرے نام" یہ سب سلسلے بہت اچھے اور شاندار ہیں۔ یعنی کرن ہر لحاظ سے اچھا اور خوب صورت ہے۔ ناول "اور ے پیا" پر تبصرے پڑھ کر بہت اچھا لگا میں بھی تبصرہ بھیجنا چاہتی تھی لیکن وہی بات مجھے تاریخ کا اندازہ نہیں تھا اس لیے نہیں بھیج سکی۔ پلیز میرا خط ضرور شائع کیجیے گا یہ میرا پہلا خط ہے مجھے ناامید نہ کیجیے گا۔

فوزیہ منظور..... بہاول گڑھ کہروڑپکا

امید ہے ایمان کی سلامتی کے ساتھ خیریت سے ہوں گی۔

اس ادب کی کہکشاں پر ستاروں کی ٹمٹماتی روشنی میں آس و یاس کے پنگھوڑے پر سوار' کہیں بہت دور سے آنے والی مسافر' اس کہکشاں کی سیر کرنے کی اجازت چاہتی ہے۔ اس مسافر کی آنکھوں میں اس کہکشاں کو دیکھنے کا ہلکورے لیتا شوق اور اس کے قدموں سے لپٹی تھکن کا اندازہ کرتے ہوئے مرحبا ضرور کہیں گی۔

پہلی مرتبہ کسی ادب کی کہکشاں پر تبصرہ کر رہی ہوں۔ جس کا خود میرے قلم کو بھی علم نہیں کہ اس نے جو الفاظ صفحات پر بکھیرے ہیں وہ پوسٹ بھی ہو جائیں گے یا نہیں۔

رسالہ ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام لسٹ دیکھنے کا کرتی ہوں کہ اس مہینے کون کون سی مصنفہ جلوہ افروز ہوئی ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلے فوزیہ یاسمین کا "دست کوزہ گر" پڑھتی ہوں۔ اس کے بعد "در دل" کو کیونکہ ہم سب کولیگز کے درمیان سب سے زیادہ زیر بحث یہی دو ناولز ہوتے ہیں۔ نبیلہ جی! مجھے کبھی کبھی بڑی حیرت ہوتی ہے کہ آپ ہر کردار کو کتنے انصاف اور کتنی وضاحت سے سامنے لاتی ہیں۔ ناول میں تیزی آرہی ہے اور اس قسط نے تو حیران کر دیا۔ اسی طرح پرجوش رہیں۔ اسی طرح حوصلہ مند رہیں۔ اپنی آخری سانس تک۔ (آمین) کیونکہ مجھے بخوبی اندازہ ہے کہ لکھنا کتنا حوصلہ مانگتا ہے۔ "دست کوزہ گر" نے شان دار موڑ لیا ہے۔ لیکن ناچیز کا ایک مشورہ ہے کہ الیان اور رومیلہ کی غلط فہمی کو اتنا لمبا بھی مت کیجیے گا۔ جتنی نمل اور خرم کی غلط فہمی' دیوار چین جتنی ہو چکی ہے۔ پوری دلجمعی سے ناول لکھا جا رہا ہے۔ اسی طرح جاری رکھیے۔ سمیرا عثمان اور صائمہ حیدر غالباً" نئی لکھاری ہیں۔ بہت سوفٹ لکھا۔ آپ کی ذہنی ترقی کے لیے دل سے دعا گو ہوں' ہمت مت ہاریے گا۔

"رابعہ افتخار" مجھے آپ سے صرف ایک بات پوچھنی ہے؟ آپ کے وسیع ذہن نے گیتی آرا جیسا وسیع النظر اور شان دار شاہکار تخلیق کیا ہے تو آپ خود کتنی بااخلاق اور تہذیب سے گندھی ہوئی لڑکی ہوں گی؟ میں اندازہ کر سکتی ہوں۔ "انیلا کرن" کا مکمل ناول واقعی ہر لحاظ سے مکمل تھا۔ سارہ کی ذہنی حالت کو مکمل باریکیوں کے ساتھ اجاگر کیا گیا۔ نیلم جیسے کردار مجھے ہمیشہ بور کرتے ہیں۔ حقیقی زندگی میں تو ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ ناولز میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔

اب آتی ہوں قلم اٹھائے جانے کی اصل وجہ کی طرف۔ وہ ہیں ضوباریہ ساحر صاحبہ۔ "میں انتہائی حقیقت پسند لڑکی ہوں۔ مجھے بہت سی رائٹرز کے اچھوتے خیال پر منی ناولز پسند آتے ہیں۔ لیکن صرف دو ناول مجھے تھوڑی دیر کے لیے ساکت بہت دیر تک حیران کرنے پر مجبور کر گئے۔ ایک نمرہ احمد کا ناول "قراقرم کا تاج محل" اور دوسرا ضوباریہ کا "مقید خاک" یقین کریں ضوباریہ اتنے زبردست اور عام ڈگر سے ہٹ کر لکھے گئے ناول پر میں ایسے خوش ہوئی جیسے یہ میری تخلیق ہو۔ آپ واقعی ساحرہ ہیں۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ کا افسانہ "ڈسٹ بن" پڑھا ہے اور تھوڑی دیر بعد لکھنے کی واقعی ہمت بھی کر لی ہے۔ اسی طرح ناولز تخلیق کرتی رہیں۔ بالکل اسی طرح ادبی دنیا میں نا صرف زندہ رہیں بلکہ اس کہکشاں کے روشن ستارہ بن کر چمکتی رہیں' ہو سکتا ہے کوئی آپ کی ایمان کی سلامتی کی دعائیں آپ کے خوش رہنے کی دعائیں رات کی تاریکیوں میں کرتا ہو۔

"کرن کرن خوشبو" میرے پورے مہینے میں ساتھ دیتا ہے' کیونکہ میں ہر لیکچر میں پہلے پانچ منٹ صرف بچوں کی اخلاقی تربیت کے لیے صرف کرتی ہوں۔ اس کے لیے مجھے مواد کی کبھی پریشانی نہیں رہتی۔ کیونکہ شعاع محمود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مواد ہی اتنا زبردست یکجا کرتی ہیں۔

"مجھ سے ملیے" میں لبنیٰ جدون کے سچائی پر مبنی جوابات پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ لبنیٰ جی! بچوں کے لیے اتنی حساس مت ہوا کریں۔ آپ سے بھی ستر گنا زیادہ محبت کرنے والی ذات آپ اور آپ کے بچوں سے باخبر ہے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔

تبصرہ کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا ہے۔ (نمل کی غلط فہمی کی طرح) اگرچہ میں اس رسالے کے کسی صفحے پر تو کیا کسی لائن پر بھی اپنا حق نہیں سمجھتی، لیکن میری خواہش ہے کہ میرا تبصرہ پورا شائع کیا جائے۔

کرن فاطمہ..... قصور

اس دفعہ کرن کی تشریف آوری بارہ کو ہوئی 'شکر ہے اتنا انتظار نہیں کروایا۔ ٹائٹل پر نظر پڑی تو دل نے کہا یار ایسا ہی سرورق ہونا چاہیے۔ پیاری ماڈل ٹھنڈے ٹھنڈے کلر کمبینیشن اور پرکشش بیک گراؤنڈ کے ساتھ اور کرن کتاب بھی کسی تعریف کے محتاج نہیں ہوتی۔ اتنی اچھی انفارمیشن ملتی ہے۔ رسالے کے ساتھ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف۔

شروعات "دست کوزہ گر" اور "دردل" سے ہی کروں' کیونکہ باقی میں پڑھ نہیں پاتی۔ دونوں ناولز کے حالات تو بے حد سنگین چل رہے ہیں۔

"دست کوزہ گر" میں تو رومیلہ بے چاری کے ستارے گردش میں ہیں دل برا ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے بچپن میں ماں کی ٹھنڈی چھاؤں ملی اور نہ ہی اب تک اپنے باپ اور بھائی کی شفقت اور توجہ' بھائی تو اتنا برا ہے کہ اس کی گندی چال کی بدولت اب اسے سسرال میں جوتی کی نوک پر رکھا جائے گا۔ جس کا آغاز تو اب ہو ہی چکا ہے۔ ابھی تو ان کی کھلی نفرت اور ابرار کی گھٹیا چال سے پردہ فاش ہونا ہے جو اسے ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دے گا۔ بس خدا ہی اسے اپنی پناہ میں لے۔ ادھر نمل اور خرم تیز تلواریں لیے میدان جنگ میں لڑنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ لیکن ان کی تکرار ہمیشہ سے ہی محظوظ کن ہوتی ہے۔ اب کسر رہ گئی تھی۔ بے چاری زوبیہ کے ان کے ستم کا نشانہ بننے کی سو وہ بھی پوری ہو گئی۔ شائستہ خالہ کی بدروح سے جان چھوٹی تو خرم جن بن کر حاضر ہو گیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ بے چاری کے جذبات کس حد تک مجروح ہوتے ہیں؟ جہاں تک میرا خیال ہے۔ وہ یہ کہ اینڈ پر زوبیہ اور خرم کی اور نمل اور کینیڈا والے گلفام سے نمل کی جس سے ملاقات ہوئی تھی' سے کپل بنے گا اور ابھی تک سنبل کا ہیرو دکھائی نہیں دیا۔ خیر آگے چل کر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ اب شائستہ خالہ کا راز کھول دینا چاہیے۔

اب سفر کیا جائے "دردل" کی جانب تو یہ سفر بہت تکلیف دہ اور دل خراش تھا۔ اتنا تو لاشعور میں تھا کہ منصور حسین کا کوئی نہ کوئی علیزے پر فائرنگ اور اچانک ڈرائیور بننے تک کوئی بھید ہے پر دل آور کا منصور حسین ہونا غیر متوقع تھا۔ دل آور کا خوب صورت امیج میری نظروں میں تو تباہ ہو گیا ہے۔ وہ تو شیر کی کھال میں بھیڑیا نکلا؟ چاہے وقار آفندی نے اس کے ساتھ کافی زیادتی اور ظلم کیا ہو' لیکن اس میں معصوم علیزے کی کیا خطا۔ بدلہ لینے والا کبھی اللہ سے نہیں ڈرتا۔ اگر اللہ انسان کی خطاؤں اور گناہوں کا حساب لینے پر آئے تو بندہ کی ذات کہاں ہے؟ اس کا گزارہ کیسے ممکن ہو سکے گا؟ اور بدلہ لینے والی اللہ پاک کی ذات ہے۔ انسان کی کیا اوقات کہ وہ کسی سے انتقام لے اور اپنی جھوٹی ضد اور انا کی تسکین کرے؟ اسے بدلہ روز قیامت اللہ کے سپرد کرنا چاہیے تھا۔ تاکہ دل آور کا شمار اللہ کے پسندیدہ بندوں میں ہوتا۔ اللہ اسے دنیا میں بھی اچھا صلہ دیتا اور آخرت میں بھی بے شمار انعام یہ زندگی یہ دنیا تو فانی ہے یہ ختم ہو جانی ہے' لیکن اس کے بعد کی زندگی تو لافانی ہے تو انسان کو اتنا ضرور سوچنا چاہیے کہ دنیاوی فائدہ زیادہ ہے یا آخرت کا نفع؟ دل آور اک عام اور کمزور انسان ثابت ہوا جو انسانیت کی معراج پر پہنچ نہ سکا۔ علیزے کی طرف سے دل دکھ سے بھرپور ہے۔ دل کانپ اٹھتا ہے کسی کا مقدر اتنا بھیانک نہ ہو کہ پہلے ان گنت خوشیوں کی برسات ہو اور بعد میں طویل غموں کے صحرا! شاید اسے ہی قسمت کہتے ہیں۔ پر اللہ جو بھی کرتا ہے اسی میں انسان کی رضا ہونی چاہیے اور اس میں ہی اس کی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ زری کو معلوم نہیں درد کی کتنی مسافتیں طے کرنی پڑیں؟ نبیل کا فیصلہ بہترین تھا۔ مومنہ بی بی کی بھی داستان نپلے گی۔ خیر بہت اچھی امیدیں ہیں ناول کے ساتھ۔

تبصرہ کافی طوالت کا شکار ہو گیا۔ سو اب ہم چلتے ہیں کرن اور اس سے وابستہ افراد کے لیے نیک تمناؤں کے ساتھ۔ پلیز قارئین مجھے اپنی سچی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' فی امان اللہ۔

صفیہ صبا سدرہ سعدیہ..... قصور

طویل انتظار کے بعد بارہ کو کرن ہاتھ میں آیا ٹائٹل گرل خوب صورت لباس اور انداز میں اچھی لگی۔

"نامے میرے نام" میں اپنا نام دیکھ کر دل بلیوں اچھلنے لگا۔ بہت زیادہ خوشی ہوئی کہ آپ نے ہمیں اپنی بزم میں خوش آمدید کہا اور اب دوسری بار پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ سب سے پہلے نبیلہ آپی کا ناول "دردل" کی بات ہو جائے۔ واہ نبیلہ جی آپ کے قلم نے تو کمال کر دیا۔ اس دفعہ تو بڑی زبردست قسط تھی۔ آذر پر ترس آیا اور دل آور شاہ کو جو کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے اور وقار آفندی جیسے چہرے بہت ملنسار اور ہمدرد نظر آنے والے نہ جانے کتنے خولوں میں بند ہوتے ہیں۔ اس خول کو آخر کار ٹوٹنا ہی تھا اور انسپکٹر شہناز جیسے ایمان دار آفیسر اس دور میں ناپید ہو چکے ہیں۔ نبیل کا فیصلہ بہت پسند آیا۔ اب دیکھیں زری پر کیا بیتی ہے۔ پلیز آپ ناول کے صفحات کو بڑھا دیں۔ اس کے بعد چھلانگ لگائی "دست کوزہ گر" کے پاس الیان کا رویہ اور غصہ اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ لیکن شگفتہ غفار کا رویہ اچھا نہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ وہ ماں ہے اور ہر ماں اپنے بچوں کے لیے پریشان ہو جاتی ہے۔ لیکن ضرب المثل ہے کہ مشکل وقت میں گدھے کو بھی باپ کہنا پڑتا ہے۔ خرم کا خاموشی سے آجانا کسی طوفان کا پیش خیمہ ہے اور یہ جو سمیر ہے یہ ہمیں انتہائی زہر لگتا ہے۔

"خضر راہ ملے کوئی" اچھی کاوش تھی۔ لیکن خادم حسین کا حرام موت مرنے کا دکھ ہوا کہ جس نے اتنے کڑے اور مشکل وقت میں نازو کو اپنایا اور ساری زندگی محنت سے حلال روزی کما کے کھائی اور موت اس کو حرام آئی۔ آپی ہم نے معاشرے کی اصلاح کرنی ہے' خودکشی حرام موت ہے' اگر اس کی بجائے وہ ہارٹ اٹیک سے مر جاتا تو اچھا تھا۔ ارسلان اور لائبہ کی محبت پر رشک آیا کہ انہوں نے ایسے نازک موڑ پر بھی سمیرا کے لیے اپنی محبت قربان کر دی' لیکن اللہ اجر ضرور دیتا ہے۔ اس اجر کے بدلے ان کی محبت ان کی جھولی میں آئی۔

افسانوں میں "میرے مہربان" بہت پسند آیا۔ باقی افسانے بھی اچھے تھے۔ "بڑی صاحب" بھی دل کو چھو گیا۔ یہ بھی اللہ کی نظر کرم ہوتی ہے جو توبہ کی توفیق دیتا ہے' کیتی کا کردار جان دار تھا۔ آپ انٹرویو میں "شاہد خان آفریدی" کو لے کر آئیں اور کیا آپ عطاء اللہ عیسیٰ خیلوی کا انٹرویو نہیں شائع کر سکتے۔ "یادوں کے دریچے" میں محسن نقوی کی نظم اور نوشی گیلانی اور فرحت عباس شاہ کی غزل پسند آئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پرچے کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے اور جو لوگ اس کے لیے کام کرتے ہیں اللہ ان کو لمبی اور صحت والی زندگی دے۔ (آمین)

عفیرہ مظفر ' اقرا مظفر..... ضلع گجرات

پندرہ جون کو کرن ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوا۔ لائٹ کلر کی فراک زیب تن کیے ٹائٹل گرل کافی پرکشش لگ رہی تھی۔ حمد و نعت سے مستفیض ہونے کے بعد جا پہنچے "دردل" پر۔ دل آور شاہ کا یہ روپ ہمارے لیے ناقابل قبول ہے۔ وقار آفندی کے کیے کی سزا اب علیزے آفندی کو بھگتنی پڑے گی' لیکن ہم علیزے کے ساتھ کوئی بھی ناانصافی برداشت نہیں کر پائیں گے۔ نبیلہ آپی امید ہے کہ آپ علیزے کے کردار کے ساتھ بھرپور انصاف کریں گی۔ جہاں تک میرا خیال ہے زرین ملک کا حویلی والوں سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے۔ مئی کے کرن میں "آسیہ آفندی" زری کے نام پہ کھٹکی تھیں۔ ان کے اسی رویے سے میں نے یہ اخذ کیا۔ بہرحال ناول بہت اچھا جا رہا ہے۔

"دست کوزہ گر" یہ نمل اس طرح کی حرکتیں کر کے خرم سے بدلہ تو لے رہی ہے۔ مگر اس میں اس کی بھی بدنامی ہے۔ سمیر کوئی اچھا لڑکا نہیں۔ یقیناً وہ نمل کی توجہ کو مرچ مسالا لگا کے یونیورسٹی میں نشر کرے گا۔ جس سے نمل کا کریکٹر بھی متاثر ہو گا۔ لڑکیوں کو بہت محتاط ہونا چاہیے۔ اب دیکھتے ہیں خرم' نمل کے وار کا کیسا جواب دیتا ہے۔ رومیلہ بہت معصوم ہے۔ بے چاری کو اپنے بھائی کے کیے کا بھگتان بھگتنا پڑے گا۔

مکمل ناول دونوں ہی اچھے تھے۔ خصوصاً "خضر راہ ملے کوئی" دل کو چھو گیا۔ اس سے پہلے مئی کے شمارے میں ہمارا خط شائع ہوا تھا۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔ ہم نے پہلی دفعہ خط بھیجا اور وہ شائع بھی ہو گیا۔ امیزنگ' خوشی اس قدر تھی کہ ابو کو فرانس فون کر ڈالا۔ چہکتے ہوئے انہیں خط کے متعلق آگاہ کیا۔ پڑھ کے خوش ہوئے۔

آج اگر دوبارہ میں خط لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں تو صرف اور صرف ابو کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے۔ ورنہ تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے اس اقدام پہ کچھ خیر خواہوں نے اچھی خاصی پھلجڑیاں چھوڑی تھیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے اپنے گاؤں سے واحد میں نے ہی اس ڈائجسٹ میں خط لکھا جو شائع بھی ہوگیا۔ بہت شکریہ کرن ڈائجسٹ۔ میں پارس چوہدری سے متفق ہوں۔ آپ کو اپنے ریڈرز کے خطوط کے جوابات ضرور دینے چاہئیں۔ اس سے واقعی ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اب دیکھیں ایک انسان آپ سے محبت کا اظہار کرتا ہے جواباً" آپ خاموش رہتے ہیں۔ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے وہ انسان یقیناً" ہرٹ ہوگا بے شک آپ اپنے ریڈرز سے محبت کرتے ہیں۔ مگر جب تک اظہار نہیں ہوگا تو یقیناً" وہ ایک تشنگی محسوس کریں گے۔ اظہار کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔ امید ہے مدیرہ آنٹی آپ مائنڈ نہیں کریں گی۔ کرن میں میرا خط شائع ہونا کم از کم میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔ آخر میں آپ سب کے لیے دعائیں اور پیار۔ (فی امان اللہ)

انیتا اعوان' حنیفہ اعوان' مہوش اعوان.... اٹک

جون کی پندرہ تاریخ کو گرمی نے خوب تنگ کیا ہوا تھا۔ جب کرن ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بن کر گھر آیا۔ ٹائٹل پر نظر پڑتے ہی طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی۔ شیفون کے ہلکے کلر میں ملبوس ماڈل بہت اچھی لگی۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دل و روح کو سکون حاصل ہوا۔

"ثنا عسکری" سے ملاقات اچھی رہی۔ "اعجاز وارث" اگرچہ ان کی آواز کبھی FM پہ سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی ان کا انٹرویو شوق سے پڑھا۔ آپ سے گزارش ہے کہ FM-101 اسلام آباد کے آر جے کا انٹرویو شائع کریں۔ خصوصاً" عدیل شاہد' رضوان علی احمد' زخرف خان' صدف رانی کا انٹرویو بمع تصویر شامل کریں' پلیز۔

نبیلہ آپی ایک دم سارے دھماکے کر رہی ہیں۔ ویلڈن نبیلہ جی۔ آپ کے لکھنے کا انداز ہمیں بہت اچھا لگتا ہے۔ جو بھی کریں آپ کی مرضی' لیکن پلیز زری کو دل آور شاہ کا ہی ہونا چاہیے۔ اس بار ہمیں "درد دل" کی قسط بہت اچھی لگی۔ نبیلہ جی آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں کہ آپ نے اتنا اچھا ناول ہمارے لیے لکھا۔ کیپ اٹ اپ۔ اس مرتبہ سارے افسانے بیسٹ تھے۔ مگر ہمیں ضوباریہ ساحر کا افسانہ "ڈسٹ بن" بہت اچھا لگا۔ انیلا کرن کا مکمل ناول "کبھی روشنی کبھی تیرگی" بہت بہت اچھا تھا۔ ویلڈن انیلا جی۔ آپ لکھتی رہا کریں۔ کرن کے توسط سے نایاب آپی کو سلام دینا چاہوں گی۔

نایاب جی آپ کا ناول "اورے پیا" کبھی نہ بھولنے والے ناولوں میں ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ نے اب گم نہیں ہونا۔ وقتاً" فوقتاً" کرن کو رونق بخشتی رہیے گا۔ آپ ہماری فیورٹ لکھاریوں میں سے ہیں۔ فوزیہ یاسمین "دست کوزہ گر" کو بہت خوب صورتی سے آگے کی طرف بڑھا رہی ہیں۔ لیکن پلیز تھوڑی اسپیڈ بڑھائیں۔

اب آتے ہیں مستقل سلسلوں کی طرف۔ "کرن کرن خوشبو" ہمیشہ کی طرح ہمارے اردگرد خوشبو بکھیر گیا۔ راحیلہ اور فوزیہ ثمر کا انتخاب اچھا تھا۔ "یادوں کے دریچے سے" ذکیہ خان کی ڈائری میں تحریر "اعتبار" ساجد کی غزل پسند آئی اور فوراً" سے پہلے ڈائری میں محفوظ کرلی۔ "مجھے یہ شعر پسند ہے" میں ہمیشہ کی طرح سارے شعر لاجواب تھے۔ "مسکراتی کرنیں" چہرے پر خوب صورت (آہم) مسکراہٹ لے آئیں۔ "نامے میرے نام" میں سارے خطوط ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ خاص طور پر پارس چوہدری کا۔

آخر میں سب کو سلام اور خاص طور پر میری دوستوں راشدہ زبیر اور نجمہ زبیر خضرو کو پیار بھرا سلام قبول ہو۔ راشدہ جی آپ صرف کرن میں لکھنے کا سوچتی ہیں۔ کبھی حقیقت میں انٹری مارو۔ پلیز آپ ہمارا خط ضرور شامل کیجیے گا اور جواب بھی ضرور دیجیے گا کہ آپ کو ہمارا تبصرہ کیسا لگا۔ آپ کی قیمتی آرا کی منتظر رہیں گے۔ اب اجازت دیں اللہ نگہبان۔

فوزیہ ثمر بٹ.... گجرات

سب سے پہلے تو آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آپ نے میرے خط کو فہرست میں شامل کیا۔ پندرہ کو کرن ملا۔ ماڈل سے زیادہ اس کا لباس پسند آیا۔

"کبھی روشنی' کبھی تیرگی" اچھی تحریر تھی۔ سارے کردار مظلوم ـــــ تھے۔ حارث کی موت نے بہت رلایا۔ اتنے اچھے کردار کو مرنا نہیں چاہیے تھا۔ مجھے تو رائٹرز صاحبہ پہ پہلے ہی شک ہوگیا تھا۔ جب حارث نے کہا تھا زین اور میری پسند ایک ہے۔ مجھے لگا کہ زین ہی کہانی کا اصل ہیرو ہے۔ حارث کی حادثاتی موت کا بہت دکھ ہوا۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام آپکو تمام ڈائجسٹ ناولز اور عمران سیریز بالکل مفت پڑھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک کے ساتھ ڈاؤنلوڈ کرنے کی سہولت دیتا ہے۔
اب آپ کسی بھی ناول پر بننے والا ڈرامہ آنلائن دیکھنے کے ساتھ ڈائریکٹ ڈاؤنلوڈ لنک سے ڈاؤنلوڈ بھی کر سکتے ہیں۔
For more details kindly visit
http://www.paksociety.com

Courtesy www.pdfbooksfree.pk